نوائے غزوۂ ہند

برِّ صغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

محرم الحرام ۱۴۴۲ھ — ستمبر ۲۰۲۰ء

بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ

دو دہائیاں قبل گیارہ ستمبر کو ہونے والے جہادی حملے، عصرِ حاضر میں تہذیبِ دجال کے خلاف پہلے معرکے کا مقدمہ تھے۔ دنیا میں جاری اس جنگ کا پہلا معرکہ ہم اہلِ ایمان آج جیت چکے ہیں، لیکن اب فلسطین سے کشمیر اور کاشغر سے ساحلِ نیل تک برپا ہونے والی ہنگامہ خیز جنگوں کا وقت بہت قریب آ لگا ہے۔ اور اس سے پہلے کا یہ کچھ گزرتا وقت اعداد و تیاری کا ہے۔ ’لا الٰہ الا اللہ‘ کا اقرار کرنے اور ’محمد رسول اللہ‘ کے عشق کا دم بھرنے والوں کے لیے یہ زمانۂ راحت و آرام نہیں۔

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

ایسا ہوتا ہے اِسلام کا حکمراں!

۱۸۷ھ میں رومیوں نے ملکہ 'ایرینی'، اپنی قیصرہ کو معزول کر کے اس کی جگہ 'نقفور' نامی ایک سردار کو اپنا قیصر بنالیا۔ رومی پہلے سے مسلمانوں سے دب کر خلیفہ ہارون الرشیدؒ سے صلح پر کاربند تھے۔ اب نقفور نے تخت نشین ہو کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بادشاہِ فرانس 'شارلیمان' سے صلح کی اور اس طرف سے اپنے حدودِ سلطنت متعین کرواکر اور مطمئن ہو کر ہارون الرشید کو ایک خط لکھا کہ:

> ''ملکہ نے اپنی فطری کمزوری کے سبب تم سے دب کر صلح کر لی تھی اور تم کو خراج بھی دیتی رہی لیکن یہ اس کی نادانی تھی۔ اب تم کو چاہیے کہ جس قدر خراج تم ہماری سلطنت سے وصول کر چکے ہو وہ سب واپس کرو اور جرمانے میں ہم کو خراج دینا منظور کرو، ورنہ پھر تلوار کے ذریعہ تم کو سزا دی جائے گی۔''

یہ خط جب ہارون الرشیدؒ کے پاس پہنچا تو اس کے چہرے سے اس قدر طیش و غضب کے آثار نمایاں ہوئے کہ امراو وزرا اس کے سامنے دربار میں بیٹھنے کی تاب نہ لاسکے اور خاموشی و آہستگی کے ساتھ دربار سے کھسک آئے۔ ہارونؒ نے اسی وقت قلم و دوات لے کر اس خط کی پشت پر لکھا کہ:

> ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از جانب امیر المومنین ہارون الرشید بنام سگِ روم۔ او کافر کے بچے! میں نے تیرا خط پڑھا۔ اس کا جواب تُو آنکھوں سے دیکھے گا، سننے کی ضرورت نہیں، فقط۔''

یہ جواب لکھ کر خط واپس بھیج دیا اور اسی روز لشکر لے کر بغداد سے بلادِ روم کی طرف روانہ ہو گیا اور جاتے ہی رومیوں کے دارالسلطنت ہرقلہ کا محاصرہ کر لیا۔ نقفور حیران و پریشان ہو گیا اور تابِ مقاومت نہ لا کر ہارون الرشیدؒ کی خدمت میں عفوِ تقصیرات کا خواہاں ہوا اور جزیہ دینے کا اقرار کیا۔ ہارون نقفور کو مغلوب و ذلیل کر کے پہلے سے زیادہ جزیہ ادا کرنے کا اقرار لے کر واپس ہوا!

(تاریخِ اسلام از مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادیؒ، ج ۲، ص ۳۱۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر: ۱۳، شمارہ نمبر: ۹

محرم الحرام ۱۴۴۲ھ — ستمبر ۲۰۲۰ء

بحمد اللہ...... مسلسل اشاعت کا تیرہواں (۱۳) سال!

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (Email) پر رابطہ کیجیے: editor@nawaighazwaehind.co

www.nawaighazwaehind.co

www.nawai.io/Twitter

www.nawai.io/Channel

www.nawai.io/Bot

قیمت: اس مجلّے کی قیمت آپ کی دعا......
اور اس دعوت کو فی اللہ آگے پھیلانا ہے!

رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے مجاہد کے لیے یہ ذمہ داری لے لی ہے کہ اسے یا تو جنت میں داخل فرمائے گا یا اسے اجر یا غنیمت دے کر واپس اس کے گھر لوٹائے گا، بشرطیکہ وہ مجاہد اپنے گھر سے (خالص) اللہ کے راستے میں جہاد کرنے اور اس کے وعدوں کی تصدیق کے لیے نکلا ہو‘‘

(بخاری و مسلم)

اس شمارے میں

قارئینِ کرام!

’غزوۂ ہند‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے......اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے......

گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کو وقوع پذیر ہونے والے جہادی حملے، تاریخ کا وہ اہم باب ہے جس کے بغیر ماضی، حال اور مستقبل کے تمام حوادث و واقعات، اعداد و شمار اور حقائق نامکمل ہیں۔

گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے جہادی حملے دراصل دنیا میں جاری و برپا نظامِ جدید اور دینِ جدید کے خلاف بغاوت کا پہلا واضح نظارہ ہیں۔ نظامِ جدید اور دینِ جدید جسے سیکولرازم، جمہوریت، سرمایہ داری اور ہیومن ازم وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ نظامِ جدید و دینِ جدید؛ کفرِ قدیم و جدید کے تمام تجارب، امپیریل ازم، مشرکانہ ادیانِ باطلہ، انسانی خدائی کے دعوے دار فلسفوں، توہم پرست عقیدوں، خدا کا انکار کرتے ہوئے سائنس و ٹیکنالوجی پر ایمان وغیرہ کا نتیجہ ہے جو دنیا میں دو عالمی جنگوں کے بعد بتدریج دنیا کے ہر کونے میں قائم ہو گیا۔ یہ نظام و دین وہ تہذیب و طریقہ ہے جسے مختصراً دجالی تہذیب کہا جا سکتا ہے اور اس تہذیب کا مطمحِ اصل اور مقصدِ اعظم دراصل دجال کے دنیا میں خروج سے قبل، خروجِ دجال کے لیے ماحول و فضا کو ساز گار بنانا ہے۔ اب اس ہوا سازی کے واسطے یہودی اور صہیونی عقائد کے حاملین پورے شعور کے ساتھ اپنی محنتیں جھونک رہے ہیں اور ان یہودیوں اور صہیونیوں کے علاوہ دنیا کے تقریباً تمام مقتدر گروہ، حکومتیں، افواج اور مذاہبِ باطلہ کے پرستار غیر شعوری طور پر دنیوی منفعت کے نام پر یا کسی نام نہاد نظریے کی بنیاد پر اپنی کوششوں میں مگن ہیں۔

آج سے ایک صدی قبل دنیا میں جب بظاہر اسلام مغلوب ہو رہا تھا تو نقشۂ عالم آج سے پندرہ صدیوں پہلے کی صورت میں دو بڑی طاقتوں کے مابین تقسیم تھا۔ اسلام جس زمانے میں انسانانِ عالَم کے لیے رحمتِ دنیا و آخرت کا پیغام لیے ابھرنے والا تھا تو اس دور میں روم و فارس کے درمیان عظیم معرکے لڑے جا رہے تھے۔ ایک فریق نے غالب آنا تھا اور اپنے دین و نظام کو دنیا پر غالب کرنا تھا اور بظاہر ہوا بھی یونہی، لیکن نصف صدی یا کچھ زیادہ گزرنے کے بعد روم اپنے علاقے میں اور فارس، جو ماضی کی نسبت کمزور ہو چکا تھا، اپنے علاقے میں محدود ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ نے رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدسی صفت، طاہر و مطہر صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے ہاتھوں فارس کو نابود فرمایا اور پھر روم تدریجاً اثر کھوتا رہا اور علاقے بھی۔

آج سے سو۔سوا سو سال قبل سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت دو قوتوں کا نام تھا جن میں سے ایک کو مستقبل کے دجالی ورلڈ آرڈر کو دنیا میں قائم کرنا تھا اور خدمتِ دجال سے قبل ایک کا مٹنا ضروری تھا۔ لیکن اب کی بار، ان کے مابین جنگ 'سرد' ہی ہوئی کہ روئے ارض پر طواغیت کو مٹانے کے لیے قوتِ ایمانی پہلے ہی سے موجود تھی۔ سو اللہ نے طاغوتِ اشتراکیت کو نابود کرنے کے لیے امتِ مسلمہ کا انتخاب فرمایا اور آج دنیا میں اشتراکیت محض چند لوگوں کے مونہوں کے جھاگ کا نام ہے۔

باقی دنیا میں جو باطل بچا اور ازل سے جو 'پونجی' ابلیسِ لعین نے جمع کی تھی وہ آخری معرکے کی تیاری کے لیے دنیا میں غالب آنے لگی۔ تہذیبِ دجال یا دین و نظامِ دجال محض ایک ملک یا سلطنت نہیں ساری شرکیات و رذلیات کا اجتماع ہے۔ اشتراکی روس نابود ہو چکا اور تہذیبِ دجال کی امامتِ بے سعادت کے لیے 'امریکہ'، 'انا ربکم الاعلیٰ' ڈکارتا روئے ارض کو پامال کرنے لگا۔ 'بد' تہذیبِ دجال کا مقابلہ 'تہذیبِ اصل' اور 'دینِ اصل' یعنی 'اسلام' سے ہے۔ دجالیت کے مظہر امریکہ نے دنیا بھر میں دینِ اسلام کے متبعین کو روندنا شروع کر دیا، کہیں یہ خود پہنچا، کہیں اسرائیل کو بٹھایا، کہیں بھارت کی پیٹھ ٹھونکی اور کہیں اسلامی ممالک پر قابض حکمرانوں کو اپنا ہمنوا و غلام بنایا۔

امتِ مسلمہ کی جانب سے کہیں کہیں اس فرعونِ زماں کے لشکروں کو سُوئے چبھوئے گئے، لیکن اس لشکرِ فیل پر اثر نہ ہوا۔ جس ہاتھی کھال پر سُوئے اثر نہ کریں اس پر الفاظ کے اثر کی تو بات ہی لغو ہے۔ امتِ مسلمہ کے کچھ جہادی عزم رکھنے والوں نے اس ہاتھیوں کے لشکر کو تاکا، اور ایک بڑے ہاتھی پر حملہ کرتے ہوئے اپنی تلوار سے اس کی سونڈ کاٹ دی۔ یہ ہاتھی بلبلایا، چیخا، کملایا اور اپنے ہی لشکر کو روندنے لگا، فرعونِ زماں کو پہلی بار ایسا نقصان پہنچا جس کے سبب وہ خود بھی بلبلانے لگا۔

فیلِ اکبر کی سونڈ کے کٹنے کے اسی واقعے کو واشنگٹن میں قائم عسکری مرکز 'پنٹاگان' اور نیویارک میں قائم معیشت کے نشان 'ٹوئن ٹاورز' کی تباہی یا 'گیارہ ستمبر' کے جہادی حملے کہتے ہیں۔

ان حملوں کے بعد فرعونِ عصر اپنے لاؤلشکر سمیت شیروں کی کچھار میں اترا اور اس کی درگت ساری دنیا کے سامنے ہے۔ فرعونِ عصر نے اپنے ہاتھ سے ایک عہد نامے پر دستخط کر کے اپنی شکست کا اعتراف کیا ہے اور افغانستان سے بھاگ کھڑا ہوا ہے۔

لیکن یہ فرعونِ عصر ابھی کامل مغلوب نہیں ہوا۔ اس کا افغانستان کے پہاڑوں، دشتوں اور صحراؤں سے بھاگنا تازہ دم ہونے کے لیے ہے۔ تہذیبِ دجال کا حالیہ 'امام' خود تو اپنے گھر کی آہنی فصیلوں میں بظاہر چھپ بیٹھا ہے، لیکن اس کے ہرکارے ساری دنیا میں آج بھی وہی رسمِ ستم جاری رکھے ہوئے ہیں اور ان ہرکاروں کی عسکری و معاشی امداد کا سلسلہ بھی نظامِ دجال برابر بڑھائے جا رہا ہے۔

آج ایک بار پھر سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، ہمارے اور ہمارے اللّٰہ کے محبوب، محمدِ مصطفیٰ، احمدِ مجتبیٰ (علیہ الف صلاۃ وسلام) کی گستاخی کا پلید سلسلہ سویڈن و ناروے میں چل پڑا ہے۔ نصف دہائی قبل کلاشن کوفوں کی گولیوں سے خنزیر کھانے اور شراب پینے والے، 'چارلی ہیبڈو' کے دفتر میں بندھے جن ناپاک کتوں کو فرانس کے شہر پیرس میں سبق سکھایا گیا تھا وہ ایک بار پھر ہمیں اللّٰہ کے بعد محبوب ترین، صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے خاکے شائع کرنے کے عزمِ پلید کا اظہار کر رہے ہیں! فلسطین میں آج بھی خونِ مسلم بہہ رہا ہے اور عرب لادین و سیکولر بادشاہ فلسطینیوں کی کھوپڑیوں پر قائم ہونے والے 'اسرائیل' کے ساتھ معاہدے کر رہے ہیں اور اسرائیل میں اس پر معنوی لحاظ ہی سے نہیں حقیقتاً بھی چراغاں کیا جا رہا ہے۔ اسرائیل آج بھی عسکری و سیاسی وسیلوں سے عظیم تر اسرائیل کا عزم رکھتا ہے۔ کشمیر میں بوڑھے آج بھی قتل ہو رہے، نوجوان پیلٹ گنوں کے چھروں سے نابینا ہو رہے ہیں اور نیلوفر و آسیہ کی عصمت دری کے بعد برہنہ و دریدہ لاشیں آج بھی جہلم و نیلم میں بہتی دیکھی جا رہی ہیں۔

دجال اور تہذیبِ دجال کے خلاف آخری جنگ سے پہلے کے معرکے دنیا بھر میں برپا ہونے کو ہیں۔ ارضِ شام (یعنی آج کا ملکِ شام، اردن اور فلسطین)، جزیرۃ العرب (آج کا سعودی عرب، بحرین، امارات، کویت، قطر، عمان اور یمن)، سرزمینِ فارس اور ہند وسندھ (برِّصغیر) کے میادینِ جہاد ایک بار پھر گرم ہونے کو ہیں۔ دو دہائیاں قبل گیارہ ستمبر کو ہونے والے جہادی حملے، پہلے معرکے کا مقدمہ تھے۔ دنیا میں جاری اس جنگ کا پہلا معرکہ ہم اہلِ ایمان آج جیت چکے ہیں، لیکن اب فلسطین سے کشمیر اور کاشغر سے نیل تک برپا ہونے والی ہنگامہ خیز جنگوں کا وقت بہت قریب آ لگا ہے۔ اور اس سے پہلے کا یہ کچھ گزرتا وقت اعداد و تیاری کا ہے۔ ہم سرحد و بلوچستان، سندھ و پنجاب، گلگت و کشمیر، راجستھان و گجرات، آسام و بنگال، چٹاگانگ و ڈھاکہ، ہماچل پردیش و یوپی اور دِلّی و بمبئی کے رہنے والوں کے لیے غزوۂ ہند کا میدان کھلا ہے، جس کا نتیجہ (یہاں کے حکمرانوں کے بیڑیوں میں جکڑے جانے، ابدی جنتوں میں ٹھکانے اور جہنم سے آزادی کے پروانے کی صورت میں) زبانِ رسالت مآب صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے بیان ہو چکا ہے۔ 'لا الٰہ الا اللّٰہ' کا اقرار کرنے اور 'محمد رسول اللّٰہ' کے عشق کا دم بھرنے والوں کے لیے یہ زمانۂ راحت و آرام نہیں۔

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

أللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

دِل کا چین

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

ہر شخص غریب ہو یا امیر، بادشاہ ہو یا فقیر، دل کا چین چاہتا ہے۔ چین کو عربی میں اطمینان کہتے ہیں۔ زمین دار سمجھتا ہے کہ زمین کے زیادہ سے زیادہ رقبہ پر قبضہ جمانے میں دل کا چین ہے، بزاز سمجھتا ہے کہ اپنی دکان میں زیادہ سے زیادہ ملکیت کا کپڑا جمع کرنے میں چین ہے، ملازم پیشہ گریڈ بڑھانے کو چین کا ذریعہ خیال کرتا ہے، شادی شدہ لوگ شادی کے بعد اولاد کے ذریعے دل کا چین تلاش کرتے ہیں؛ یہ سب راستے غلط ہیں۔

جتنے قدم چین حاصل کرنے کے لیے بڑھائے اتنا ہی راہ راست سے دور ہوتے گئے اور بے چینی بڑھتی گئی۔ مثلاً ایک زمین دار، جس کے پاس زمین کے چار مربع ہیں، وہ پانچواں مربع لینا چاہتا ہے، اس کے لیے اس کو پٹواری سے لے کر ڈپٹی کمشنر تک کے پاس جانا پڑے گا۔ خوشامد کے باعث اور عزت کی خاطر روپیہ ضائع کرنا پڑے گا۔ پٹواری کی خوشامد اور اس کو سلام بھی کرے گا، اگرچہ دل میں سمجھتا ہے کہ یہ ٹکے کا نوکر ہے، میرے مقابلے میں اس کی کیا ہستی ہے کہ فرعون بنا بیٹھا ہے۔ ایک بڑے سے بڑے افسر کا کہنا ہے کہ ہمیں بھی پٹواری کو رشوت دینی پڑتی ہے۔

فرض کیجیے کہ اس کو پانچواں مربع زمین کا مل گیا، اس کے بعد اس کو اس مربع کے لیے پانی حاصل کرنے کے لیے پھر خوشامد کی پٹی پڑھنی پڑے گی۔ اس کے بعد مزارعین کی ضرورت ہو گی۔ ایک مزارع آتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس ایک بیل ہے، دوسرا دے دیجیے تو میں کاشت شروع کر سکتا ہوں۔ اس کو اس زمین دار نے دو سو روپیہ دے دیے، دوسرا مزارع کہتا ہے کہ میرے پاس دو بیل ہیں، دو اور لے دیجیے تو دو جوڑی سے کاشت جلدی ہو جائے۔ دیکھا آپ نے چین حاصل کرنے کے لیے کس طرح بے چینی کے سامان اپنے ہاتھ سے پیدا کیے جا رہے ہیں۔

بزاز نے دو لاکھ روپے کا کپڑا منگوایا ہے، اس کو ہر دم یہ خطرہ لگا رہے گا کہ کپڑے کی قیمت نہ گر جائے اور ایک لاکھ کا ساٹھ ہزار کا نہ رہ جائے، صراف نے اگر ساٹھ ہزار کا سونا منگوایا ہے تو اسے ہر وقت یہی ڈر رہتا ہے کہ کہیں بھاؤ گر نہ جائے۔ غرض کہ ہر وقت بے چینی ہی بے چینی ہے۔ ایک سیٹھ کی جتنی ہی دکانیں ہوں گی اتنے ہی اس کے دل کے ٹکڑے ہوں گے۔ اگر اس کی کلکتہ، بمبئی، دہلی اور کراچی میں دکانیں ہیں تو اس کو ہر وقت یہی ڈر رہے گا کہ کہیں کسی دکان کو آگ نہ لگ جائے۔

ان سب کے مقابلے میں ایک مزدور خوش ہے؛ وہ دن کو مزدوری کرتا ہے اور شام کو چند روپے نفع کما لیتا ہے۔ اس کی پونجی بھی بچ گئی اور روٹی بھی مل گئی۔ نہ اسے آگ کا ڈر ہے اور نہ پٹواری، قانون گو، تحصیل دار یا نائب تحصیل دار کی خوشامد کرنی پڑی۔

انسان چین چاہتا ہے۔ چین صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامن گیری میں مل سکتا ہے، باقی کسی کو چین نہیں۔ بادشاہ کو بھی چین نہیں ہو سکتا۔ جس بادشاہ کا ایک جہاز مع فوج دشمن نے غرق کر دیا، خیال کیجیے اس کو کتنی بے چینی ہو گی!! ۱۹۱۴ء کی لڑائی (پہلی جنگِ عظیم) میں جرمنوں نے برطانیہ کے بے شمار جہاز غرق کیے۔ جرمنوں کی آب دوز ایسمڈن ہر جگہ تباہی مچاتی پھرتی تھی؛ کیا اس وقت شاہ برطانیہ کو چین ہو سکتا تھا جب کہ اس کے جہاز پر جہاز غرق ہو رہے تھے؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ بادشاہی حاصل کر کے چین پائیں گے، حالانکہ حقیقت میں بادشاہ تو سب سے زیادہ متفکر ہوتے ہیں۔

ع این خیال است و محال است و جنوں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ چین ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ○ (سورۃ الرعد: ۲۸)

”خبر دار! دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر ہی میں ہے۔“

اس ارشادِ باری تعالیٰ کی تصدیق اس ذکر کی مجلس سے ہوتی ہے۔ ہم سب کو جتنا اطمینان یہاں نصیب ہے وہ سارے ہفتے سے زیادہ ہے۔ ملازم پیشہ کو جو یہاں اطمینان ہے وہ اس کو دفتر میں حاصل ہونا ناممکن ہے۔ دکان دار کو جو یہاں چین ہے وہ اس کو دکان میں بیٹھ کر نصیب ہو نہیں سکتا، جو چین ہم سب کو یہاں حاصل ہے کیا وہ وزیر اعظم کو حاصل ہے؟

نہیں، ہر گز نہیں! اس کو تو ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں میری پارٹی میرے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس نہ کر دے، وزارت چھن سکتی ہے، مگر اللہ کا نام کون چھین سکتا ہے؟

یاد رکھیے کہ اس مجلس میں جو سرور حاصل ہے وہ یہاں سے اٹھنے کے بعد نہ رہے گا، طبیعت میں سرور، عبادت کی قبولیت کی علامت ہے، فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ، تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے کسی گناہ کے باعث اپنے دروازے سے نہ ہٹا دے۔ میں نے بعض اہل علم کو دیکھا ہے، کہتے ہیں کہ شیخ کامل کی صحبت میں بیٹھنے کے باوجود دل چاہتا ہے کہ اٹھ کر بھاگ جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے، ورنہ ان کا دل اچاٹ نہ ہوتا، بلکہ مسرور ہوتا۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم کسی طرح رات کے بارہ بجے تک ذکر الٰہی میں ذاکر و شاغل رہیں۔

اللہ کا ذکر بھی سیکھنے سے آتا ہے۔ طالب کی ریاضت ایسی ہے جیسے زمین پودے کی جڑوں کو اپنی چھاتی کے اندر کھینچ کر رکھتی ہے اور شیخ کی توجہ ایسی ہے جیسے مالی پودوں کو پانی دیتا ہے۔ دونوں چیزیں ہوں تو ترقی ہوتی ہے۔ (باقی صفحہ نمبر 11 پر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

161۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللهِ الْجَنَّةُ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص (آخر شب میں دشمن کی غارت گری سے) خوف رکھتا ہے اوّل رات ہی میں بھاگتا ہے (تاکہ دشمن سے نجات پائے) اور جو شخص اوّل رات میں بھاگتا ہے منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ خبر دار! اللہ تعالیٰ کی متاع بہت مہنگی ہے، خبر دار! اللہ تعالیٰ کی متاع جنّت ہے۔

تشریح: یہ مثال بیان فرمائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کی راہ چلنے والوں کی کہ شیطان ہر سالک کے پیچھے لگا رہتا ہے اور نفس اور خواہشاتِ باطلہ ایمان و دین پر ڈاکہ ڈالنے والے ہیں پس جس نے ہوشیاری سے راستہ طے کیا اور اپنی نیت کو خالص رکھا وہ شیطان سے امن میں ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبر دار! خدائی سودا بڑا مہنگا ہے یعنی آخرت کی راہ بہت مشکل ہے تھوڑی سعی سے نہیں حاصل ہوتی یعنی خوب محنت کرو آخرت کے لیے اور جنت اللہ تعالیٰ کی متاع ہے جس کی قیمت نیک اعمال ہیں۔

162۔ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللهُ جَلَّ ذِكْرُهٗ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِيْ يَوْمًا اَوْ خَافَنِيْ فِيْ مَقَامٍ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا (ان فرشتوں سے جو دوزخ پر متعین ہیں) آگ میں سے اس شخص کو نکال دو جس نے مجھ کو ایک دن بھی یاد کیا ہے یا کسی مقام پر مجھ سے ڈرا ہے۔

تشریح: ذکر سے مراد اخلاص ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا خالص دل سے اور سچی نیت سے۔ دلیل اس مفہوم پر یہ حدیث ہے کہ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہا خالص دل سے وہ جنّت میں داخل ہو گیا اور مراد خوف سے یہاں اپنے اعضا کو گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے اور اپنے اعضا کو اطاعت و عبادت میں مشغول رکھنا ہے اور دلیل اس کی یہ حدیث ہے اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ اے اللہ! مجھے اپنے خوف کا وہ حصہ عطا فرما جو میرے اور تیرے معاصی کے درمیان حائل ہو جاوے۔ پس خوفِ خدا اسی کا نام ہے جو گناہ سے دور رکھے، اور گناہوں میں ملوث آدمی کا خوفِ خدا پر دعویٰ غلط اور جھوٹ ہے۔

اسی سبب سے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تجھ سے کہے کہ کیا تو اللہ سے ڈرتا ہے تو خاموشی اختیار کرلے، کیوں کہ اگر کہتا ہے کہ نہیں ڈرتا ہوں تو کافر ہوتا ہے اور اگر تو کہتا ہے کہ ڈرتا ہوں تو تیرا دعویٰ جھوٹ ہے کیوں کہ گناہوں سے تو محفوظ نہیں ہے۔

163۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ: وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ، اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ؟ قَالَ لَا، يَا ابْنَةَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا: وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (یعنی وہ لوگ دیتے ہیں جو کچھ کہ دیتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل ترساں ولرزاں ہیں) کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹی! نہیں، بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ ان کے ان اعمال کو (شاید) قبول نہ کیا جائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔

تشریح: یعنی نہایت رغبت کرتے ہیں طاعات میں اور دوڑتے ہیں اعمالِ صالحہ کی طرف لیکن ڈرتے ہیں اس خوف سے کہ عبادات میں حق تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا حق ادا نہ ہوسکا اس لیے استغفار کرتے ہیں۔ پس عام لوگ تو صرف سیئات سے استغفار کرتے ہیں اور خواصِ اُمت حسنات کے بعد بھی استغفار کرتے ہیں کہ جو کوتاہیاں ادائیگیٔ حسنات میں ہوئی ہوں وہ معاف ہو جائیں۔ اور "دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مالی اور بدنی جو عبادتیں کرتے ہیں ساتھ ساتھ ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ قبول ہوئیں یا نہیں۔ احقر مؤلف کتابِ ہٰذا عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کرتا رہے اور ڈرتا رہے، یعنی نیک اعمال کرکے بے ڈر نہ ہو اور ناز نہ ہو، اور نہ اتنا ڈر مطلوب ہے کہ خوف سے اعمال ہی چھوڑ بیٹھے۔ یہ اس لیے کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بھی فرمادیا کہ یہ ڈرنے والے بندے وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرنے والے ہیں۔

164۔ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللهَ. اُذْكُرُوا اللهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

ترجمہ: حضرت اُبی ابنِ کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے (نمازِ تہجد کے لیے) اور فرماتے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، زلزلہ آیا اور اس کے پیچھے آتا ہے پیچھے آنے والا۔ موت آپہنچی مع ان احوال کے جو اس میں ہیں، موت آپہنچی مع ان احوال کے جو اس میں ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے والوں اور غافلوں کو اس حدیث میں تہجد کی تاکید فرمائی ہے، اور زلزلہ آنے کا مطلب قیامت کے قرب کا بتانا ہے

اور اس میں اشارہ ہے کہ سونا مشابہ موت ہے جو علامت نفخۂ اولیٰ ہے اور جاگنا نفخۂ ثانیہ ہے اور یہ دونوں نشانیٔ قیامت ہیں جو سونے اور جاگنے میں موجود ہیں پس ہر رات عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ نیند (یعنی سونے کا عمل) موت کا بھائی ہے۔ پھر جاگنے کے بعد کی دعا جو وارد ہے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں زندگی دی بعد موت دینے کے اور اسی کی طرف حشر و نشر کے لیے جانا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سونے اور جاگنے میں حشر و نشر کی علامات موجود ہیں۔

165۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوۃٍ فَرَأَی النَّاسَ کَاَنَّھُمْ یَکْتَشِرُوْنَ، قَالَ: اَمَا اِنَّکُمْ لَوْ اَکْثَرْتُمْ ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَکُمْ عَمَّا اَرَی الْمَوْتِ فَاَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّہٗ لَمْ یَاْتِ عَلَی الْقَبْرِ یَوْمٌ اِلَّا تَکَلَّمَ فَیَقُوْلُ اَنَا بَیْتُ الْغُرْبَۃِ وَاَنَا بَیْتُ الْوَحْدَۃِ وَاَنَا بَیْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَہُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّاَھْلًا اَمَا اِنْ کُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَھْرِیْ اِلَیَّ فَاِذْ وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِکَ قَالَ فَیَتَّسِعُ لَہٗ مَدَّ بَصَرِہٖ وَیُفْتَحُ لَہٗ بَابٌ اِلَی الْجَنَّۃِ۔ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِالْکَافِرُ قَالَ لَہُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّلَا اَھْلًا اَمَا اِنْ کُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَھْرِیْ اِلَیَّ فَاِذْ وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِکَ قَالَ فَیَلْتَئِمُ عَلَیْہِ حَتّٰی تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُہٗ۔ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَصَابِعِہٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَھَا فِیْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَیُقَیَّضُ لَہٗ سَبْعُوْنَ تِنِّیْنًا لَوْ اَنَّ وَاحِدًا مِّنْھَا نَفَخَ فِی الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَیْئًا مَّا بَقِیَتِ الدُّنْیَا فَیَنْھَشْنَہٗ وَیَخْدِشْنَہٗ حَتّٰی یُفْضٰی بِہٖ اِلَی الْحِسَابِ۔ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے، دیکھا کہ لوگ گویا ہنس رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا اکثر ذکر کرتے رہو تو وہ تم کو اس سے باز رکھے جس کو میں دیکھ رہا ہوں (یعنی ہنسنے سے اور غفلت سے) اور وہ (یعنی لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز) موت ہے۔ پس تم لذتوں کو فنا کر دینے والی موت کو اکثر یاد رکھو، اور واقعہ یہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں قبر یہ نہ کہتی ہو کہ میں غربت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ اور جب قبر میں مومن بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے: تیرا آنا مبارک ہو تو کشادہ مکان میں آیا ہے، تو میرے نزدیک بہت محبوب تھا ان لوگوں میں سے جو مجھ پر چلتے ہیں، آج کے دن میں تجھ پر حاکم و قادر بنائی گئی ہوں اور تو مجبور ہو کر میری طرف آیا ہے پس تو عن قریب میرے اس نیک سلوک کو دیکھے گا جو میں تیرے لیے کروں گی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس مومن بندے کے لیے حدِّ نظر تک قبر کشادہ ہو جاتی ہے اور جنّت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے (جس سے وہ جنّت میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور اس میں سے ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور حور و قصور اور جنّت کی نہریں اور میوے اور درخت دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں) اور جب فاجر یا کافر بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے: نہ تو تیرا آنا مبارک اور نہ قبر تیرے لیے کشادہ مکان ہے، تو میرے نزدیک ان تمام لوگوں میں سے جو مجھ پر چلتے ہیں نہایت مبغوض اور بُرا تھا، اور آج کے دن کہ میں تجھ پر حاکم و قادر کی گئی ہوں اور تو مجبور و مقہور ہو کر میری طرف آیا ہے تو تُو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیسا بُرا سلوک کرتی ہوں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر قبر اس کو دباتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر کی اُدھر نکل جاتی ہیں۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اور اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں (یہ دکھانے کے لیے کہ قبر کے دبانے سے کافر کی پسلیاں اس طرح ایک دوسرے کے اندر گھس جاتی ہیں) پھر فرمایا: اس کافر پر ستّر اژدہے مقرر کیے جاتے ہیں (ایسے اژدہے کہ) اگر ایک ان میں سے زمین پر پُھنکار مارے تو قیامت تک زمین سبزہ نہ اگائے۔ یہ اژدہے اس کو کاٹتے اور نوچتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس بندے کو حساب کے لیے لے جایا جائے، راوی ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک آگ کا گڑھا ہے۔

تشریح: ''موت کو کثرت سے یاد کرو کہ یہ لذت کو کاٹنے والی ہے''۔ یہ نہایت نصیحت ہے غافلوں کے لیے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا غافل کے دل کو زندہ کرتا ہے۔ چناں چہ عارف باللہ مولانا نور الدین علی متقی ایک تھیلی بنا کر رکھتے تھے جس پر موت لکھا ہوتا تھا جب کوئی ان سے مرید ہوتا تا اس مرید کی گردن میں یہ تھیلی لٹکا دیتے تا کہ وہ جانتا رہے کہ موت قریب ہے نہ کہ دور ہے تا کہ آرزو دنیا کی کم کرے اور اعمالِ نیک زیادہ کرے۔ بعض نیک سلاطین کا دستور تھا کہ ایک شخص کو مقرر کرتے کہ وہ ان کے پیچھے کھڑا رہے اور الموت الموت کہتا رہے تا کہ غفلت نہ پیدا ہو آخرت سے۔ قبر کے اندر مردہ کے جسم کی بدبو سے کیڑے پیدا ہوتے ہیں پھر وہ جسم کو کھا جاتے ہیں پھر کیڑے ایک دوسرے کو کھاتے ہیں حتیٰ کہ ایک کیڑا رہ جاتا ہے پھر وہ بھوک سے مر جاتا ہے، اور انبیا اور شہدا اور اولیائے کرام کے اجسام اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کے بدن کو نہیں کھا سکتے کیڑے اور نہ زمین۔ کیوں کہ انبیا علیہم السلام کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا زمین پر کہ کھائے وہ پیغمبروں کے بدن کو اور شہیدوں کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مقتول ہوئے ان کو مردہ گمان مت کرو، وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور علما کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علما جس روشنائی سے تصنیف کرتے ہیں وہ شہیدوں کے خون سے افضل ہے۔ اس سے اولیائے کرام کے اجسام کی حفاظت ثابت ہوتی ہے۔ اور علما سے مراد علمائے باعمل ہیں۔

166۔ وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ وَّاَخَوَاتُھَا۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو سورۂ ھود اور اس جیسی اور سورتوں نے (جن میں قیامت اور عذابِ الٰہی کا ذکر ہے) بوڑھا کر دیا۔

167۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ شِبْتَ، قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَّالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلٰتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ وَ اِذَاالشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو سورۂ ھود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلٰت، سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔

تشریح: یعنی ان سورتوں میں جو عذاب بیان فرمایا گیا ہے مجھے اپنی اُمت کا غم ہوتا ہے کہ نجانے ان کا کیا حال ہو پس یہ غم مجھے بوڑھا کیے دیتا ہے۔

فصلِ سوم

168۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِّنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ يَعْنِى الْمُهْلِكَاتِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے زیادہ باریک ہیں (یعنی تمہارے نزدیک بہت معمولی اور حقیر ہیں اور تم ان کو کرنے سے نہیں ڈرتے) لیکن ہم ان کاموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کرتے تھے۔

169۔وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچا جن کو حقیر اور معمولی خیال کیا جاتا ہے اس لیے کہ ان گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مطالبہ کرنے والا بھی ہے۔

تشریح: چھوٹے گناہ سے غافل نہ رہے اور ان کو معمولی نہ سمجھے کہ چھوٹی چنگاری بڑھتے بڑھتے شعلہ والی آگ بن جاتی ہے۔ نیز یہ کہ جس گناہ کو چھوٹا اور سہل جانا جاتا ہے اس کی تلافی اور اس سے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ پس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے یہ ایک قسم کا عذاب ہے کہ گناہ کو چھوٹا اور سہل سمجھ کر غفلت میں مبتلا رہے۔ نیز یہ سمجھنا چاہیے کہ چھوٹے گناہ پر اگر اصرار کیا جائے تو وہ پھر صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور اسی سبب سے کبھی حق تعالیٰ کبیرہ گناہ معاف فرماتے ہیں اور کبھی صغیرہ گناہ پر عذاب دیتے ہیں۔ اور واضح ہو کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ** اور حق تعالیٰ کا تھوڑا راضی ہونا بھی تمام کائنات ومافیہا سے افضل واکبر ہے۔ پس جس ذات پاک کی تھوڑی رضا نعمت کے اعتبار سے اکبر ہے تمام چیزوں سے اسی طرح اس کی ناراضی تھوڑی بھی نہایت خطرناک ومضر ہے تمام چیزوں سے۔

170۔ وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِيْ مَا قَالَ اَبِيْ لِاَبِيْكَ؟ قَالَ قُلْتُ لَا۔ قَالَ فَاِنَّ اَبِيْ قَالَ لِاَبِيْكَ يَااَبَا مُوْسٰى! هَلْ يَسُرُّكَ اَنَّ اِسْلَامَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتَنَا مَعَهٗ وَجِهَادَنَا مَعَهٗ وَعَمَلَنَا كُلَّهٗ مَعَهٗ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَّأْسًا بِرَأْسٍ؟ فَقَالَ اَبُوْكَ لِاَبِيْ: لَا وَاللّٰهِ! قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيْرًا وَّاَسْلَمَ عَلٰى اَيْدِيْنَا بَشَرٌ كَثِيْرٌ وَّاِنَّا لَنَرْجُوْا ذٰلِكَ، قَالَ اَبِيْ وَلٰكِنِّيْ اَنَا وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَّأْسًا بِرَأْسٍ، فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاكَ وَاللّٰهِ كَانَ خَيْرًامِّنْ اَبِيْ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

ترجمہ: حضرت ابوبردہ بن ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: تم جانتے ہو میرے والد نے تمہارے والد سے کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا: مجھ کو معلوم نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میرے والد نے تمہارے والد سے کہا تھا: اے ابوموسیٰ! کیا یہ بات تجھ کو خوش کرتی ہے کہ ہمارا اسلام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی بعثت) کے ساتھ تھا اور ہماری ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور ہمارا جہاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور ہمارے سارے اعمال جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے وہ ہمارے لیے ثابت وبرقرار رہیں اور آپ کی وفات کے بعد جو عمل ہم نے کیے ہیں ان سے اگر ہم برابر سرابر چھوٹ جاویں تو ہمارے لیے کافی ہے۔ تمہارے والد نے یہ سن کر میرے والد سے کہا: نہیں یوں نہیں ہے، اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے نماز پڑھی اور ہم نے روزے رکھے اور بہت سے نیک اعمال ہم نے کیے اور بہت سے لوگ ہمارے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے اور اُمید ہے کہ ہم کو ان اعمال کا ثواب ملے گا۔ میرے والد نے یہ سن کر کہا لیکن میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے! میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو اعمال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہیں وہی ثابت وبرقرار رہیں اور جو اعمال ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیے ہیں ان سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ میں نے یہ سن کر کہا تمہارے والد اللہ کی قسم! میرے والد سے بہتر تھے۔

تشریح: برابر سرابر کا مطلب ہے کہ نہ ان اعمال سے نفع پہنچے نہ ضرر، اور نہ ثواب ملے ان اعمال کا نہ ان کے سبب عذاب ہو۔

طاعتِ ناقصِ ما موجبِ غفراں نہ شود
راضییم گر مدد علتِ عصیاں نہ شود

ہماری ناقص عبادت باعثِ مغفرت نہیں ہوتی تو میں راضی ہوں کہ وہ عبادت عفو کر دی جائے اور سببِ زیادتی معاصی نہ بنے۔ عارفین حضرات نے فرمایا ہے کہ جو گناہ دل میں ندامت

وذلت اور شرمساری وحقارت پیدا کرے وہ بہتر ہے اس طاعت وعبادت سے جو دل میں ناز وبڑائی یعنی تکبر اور عجب پیدا کرے

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اولیائے کرام اس سبب سے فرشتوں سے بازی لے جاتے ہیں کہ اپنے کو خاتمہ اور انجام کے خوف سے کتوں سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔ اور وہ تواضع جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اس پر بلندی کا وعدہ ہے۔

171۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ: خَشْيَةِ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَنْ يَّكُوْنَ صَمْتِیْ فِكْرًا وَّنُطْقِیْ ذِكْرًا وَّنَظَرِیْ عِبْرَةً وَّاٰمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِيْلَ بِالْمَعْرُوْفِ۔ رَوَاهُ رَزِيْنٌ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھ کو نو باتوں کا حکم دیا ہے:

۱) ظاہر وباطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ ۲) سچی اور راست بات کہنا غصہ اور رضامندی کی حالت میں۔ یعنی جب آدمی کسی سے خوش ہوتا ہے تو اس کی تعریف کرتا ہے اور اس کا عیب چھپاتا ہے اور جب غصہ آتا ہے تو اس کے برعکس کرتا ہے۔ چاہیے کہ دونوں حالتوں میں یکساں رہے۔ ۳) فقر اور غنا میں میانہ روی۔ یعنی فقر اور غنا دونوں حالتوں میں اعتدال پر قائم رہے، حالتِ فقر میں غصہ اور بے صبری نہ کرے اور غنا میں تکبر اور سرکشی نہ اختیار کرے۔ ۴) میں اس سے قرابت داری کو قائم وبرقرار رکھوں جو مجھ سے قطع تعلق کرے یعنی جو رشتہ دار مجھ سے قطع رحمی وبدسلوکی کرے میں اس کے ساتھ سلوک واحسان ہی کروں اور یہ غایتِ حلم وتواضع ہے۔ ۵) میں اس شخص کو دوں جو مجھ کو محروم رکھے۔ ۶) جو شخص مجھ پر ظلم کرے میں (باوجود قدرتِ انتقام) اس کو معاف کردوں۔ ۷) میری خاموشی غور وفکر ہو۔ یعنی جب خاموش رہوں تو اسماء وصفات اور مصنوعاتِ الٰہیہ میں غور وفکر کروں۔ ۸) میری گویائی ذکرِ الٰہی ہو۔ یعنی جب بات کروں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں جیسے تسبیح وتحمید وتکبیر وتلاوت اور وعظ ونصیحت وغیرہ۔ ۹) اور میری نظر عبرت حاصل کرنے کے لیے ہو۔ اور میرے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ میں امر بالمعروف کروں۔

تشریح: نمبر ۹ میں نہی عن المنکر نہ ذکر کیا وہ اس لیے کہ امر بالمعروف دونوں کو شامل ہے اچھی بات کے کرنے کو اور بُری بات کے نہ کرنے کو۔

172۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ يَّخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَّاِنْ كَانَ مِثْلَ رَاسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِّنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مومن بندہ ایسا نہیں ہے جس کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنسو نکلے اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی ہو پھر وہ آنسو اس کے چہرے پر پہنچے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کردیتا ہے۔

تشریح: اسی حدیث کے پیشِ نظر ایک صحابی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے ہوئے آنسوؤں کو اپنے چہرے پر مل کر پھیلا لیتے تھے تاکہ دور تک یہ آنسو لگ جائے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو جائے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے آنسوؤں کو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی سے مل کر تمام چہرے پر مل لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: میں نے اپنے مرشد حضرتِ اقدس حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

لوگوں کی حالتوں میں تغیر وتبدل کا بیان

فصلِ اوّل

173۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا النَّاسُ كَالْاِبِلِ الْمِائَةِ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيْهَا رَاحِلَةً۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی مانند ان سو اونٹوں کے ہے جن میں سے تُو ایک ہی کو سواری کے قابل پائے گا۔

تشریح: مراد یہ ہے کہ آدمیوں کی تعداد مت دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ کام کے کتنے ہیں۔ کیوں کہ ایک آدمی جو کام کا ہو بہتر ہے ان لاکھ آدمیوں سے جو نااہل ہوں۔ سو کی تعداد سے کثرت مراد ہے یعنی تحدید مراد نہیں بلکہ تکثیر مراد ہے۔ پس عالم باعمل مخلص کا وجود اُمت کے لیے کیمیا ہے اور یہ مقولہ مشہور ہے کہ یہ زمانہ قحط الرجال کا ہے۔ زمانۂ نزولِ وحی کے وقت جب حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ بہت تھوڑے شکر گزار بندے ہیں، تو اب کیا حال ہو گا۔

174۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ۔ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ فَمَنْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ البتہ ان لوگوں کی تقلید وپیروی کرو گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ (یعنی ان کی پوری متابعت کرو گے) یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں بیٹھے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔ (حالاں کہ وہ سوراخ بہت تنگ ہوتا ہے۔) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! (کیا آپ کی مراد) یہود ونصاریٰ سے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ نہیں تو پھر) اور کون۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس اُمت کے اندر یہود ونصاریٰ کی بیماری پیدا ہو گی۔ چناں چہ آج یہ اُمت بھی ان علما کو جو وارثینِ انبیا ہیں یا تو قتل کرتی ہے یا ان کا مذاق اڑاتی ہے اور

اولیا کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ رزق اور اولاد اور دیگر حاجت روائی میں شریک سمجھتی ہے جیسا کہ اہل بدعت کر رہے ہیں۔

175۔وَعَنْ مِرْدَاسِ ِالْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

ترجمہ: حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک بخت لوگ یکے بعد دیگرے مرتے جاویں گے اور باقی رہیں گے ردی وبے کار (یعنی بُرے اور بدکار) مانند جو کی بھوسی یا کھجور کی بھوسی کے جن کی اللہ تعالیٰ کوئی پروا نہیں کرتا۔

فصلِ دوم

176۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشَتْ اُمَّتِي الْمُطَيْطِيَاءَ وَخَدَمَتْهُمْ اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ اَبْنَاءُ فَارِسَ وَالرُّوْمِ سَلَّطَ اللّٰهُ شِرَارَهَا عَلٰى خِيَارِهَا۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری اُمت کے لوگ تکبر سے چلیں گے اور فارس وروم کے بادشاہوں کی اولاد ان کی خدمت کرے گی تو اللہ تعالیٰ اُمت کے بُرے لوگوں کو بھلے لوگوں پر مسلط کر دے گا۔

تشریح: یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے یہ خبر آئندہ کی دی اور پھر اُمت نے اپنی آنکھوں سے یہ وقت دیکھا کہ شہر فارس اور روم فتح ہوئے اور ان کے اموال قبضے میں آئے اور ان کی اولاد کو خدمت گزار بنایا گیا پھر حق تعالیٰ نے مسلط کیا بنی امیہ کو بنی ہاشم پر اور انہوں نے پھر جو کچھ کرنا تھا سب کیا۔

177۔وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتُلُوْا اِمَامَكُمْ وَتَجْتَلِدُوْا بِاَسْيَافِكُمْ وَيَرِثُ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک تم اپنے امام خلیفہ یا سلطان کو قتل نہ کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کو اپنی تلواروں سے نہ مارو گے اور تمہاری دنیا کے مالک تمہارے شریر وبدکار لوگ نہ ہو جائیں گے یعنی ملک وسلطنت ظالموں کے ہاتھ آئے گی اور نافرمان وفاسق لوگ مخلوق پر حکمرانی کریں گے۔

178۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعٍ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ دنیا میں سب سے زیادہ نصیبہ ور (دولت مند اور جاہ ومنصب والا) وہ شخص نہ بن جائے گا جو لئیم اور احمق ہے اور احمق کا بیٹا ہے (یعنی بد اصل اور بد سیرت اشخاص دنیاوی جاہ وجلال اور دولت کے مالک ہو جائیں گے)۔

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

بقیہ: دل کا چین

اگر کسی سے اللہ کا نام سیکھا جائے اور پھر کوٹھڑی (خلوت) میں ذکر الٰہی کیا جائے تو وہ لذت آتی ہے جو بادشاہ کو سر پر تاج شاہی رکھوا کر اور لاکھوں فوج (جو اس کے ابرو کے اشارے پر کٹ مرنے کو تیار ہو) رکھ کر بھی نصیب نہ ہو گی۔

نفی آسان اور اثبات مشکل ہے۔ ہر چیز کا چین اس کے جمع کرنے سے ہوتا ہے، لیکن اللہ کا ذکر چاہتا ہے کہ کوئی نہ ہو۔ جس کمرے میں بیوی بچے سوئے ہوئے ہوں، وہاں آدھی رات کو اٹھ کر ذکر کرنے میں وہ لطف نہیں آسکتا جو تنہا کمرے میں کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کا مکان عالی شان ہے اور اس میں صوفہ سیٹ اور ہر قسم کا سامان آسائش وغیرہ بھی موجود ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان سب چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے اس شخص کو کتنی تگ ودو کرنی پڑی ہو گی؟

درد سر کے واسطے صندل لگانا چاہیے
اس کا گھسنا اور رگڑنا درد سر یہ بھی تو ہے

ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ کمرہ خوب سجا ہوا ہو، تاکہ چین نصیب ہو، اس کے لیے کم از کم دو ہزار روپیہ تو چاہیے[1]۔ روپیہ تب آئے گا جب کمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نام میں کسی چیز کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کے نام کا تقاضا یہ ہے کہ بے سر وسامانی میں ہی اس کو یاد کیا جائے۔ مثلاً ایک ایسا کمرہ جس میں نہ سورج چاند اور ستاروں کی روشنی، حتیٰ کہ فانوس بھی روشن نہ ہو، وہاں ذکر الٰہی میں چین سب سے زیادہ ہو گا۔ معلوم ہوا کہ ذکر اللہ ماسوا اللہ سے انقطاع چاہتا ہے۔ اگر کسی کی بچی نے روٹی پکادی جو آدھی کچی اور آدھی پکی تھی تو وہ شخص کھا تو جائے گا، مگر اس کو وہ مزہ نہ آئے گا جو ایک تجربہ کار عورت کی پکائی ہوئی روٹی میں آئے گا۔ بعض احباب کہتے ہیں کہ پہلے اللہ اللہ کرتے تھے، مگر لطف نہ آتا تھا۔ آپ نے جس طرح بتلایا اس طرح کرنے سے اب لطف آنے لگا ہے۔ اللہ کے پاک نام میں ہر مرد وزن کا حصہ ہے، لیکن اس میں لذت بھی سیکھنے سے آتی ہے۔ اطمینان قلب کے باقی سب نسخے غلط ہیں، صرف اللہ کا بتلایا ہوا نسخہ ٹھیک ہے۔

☆☆☆☆☆

[1] یہ دو ہزار روپے کا ذکر اس زمانے کی بات ہے جب بھینس کی قیمت بیس سے پچیس روپے کی تھی۔ (ادارہ)

حرصِ اِمارت کے نقصانات

جان لیجیے کہ امارت کی خواہش کرنا اور اس کا حریص ہونا بہت بڑا مفسدہ ہے جس کے بارے میں علمانے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ:

1. بندہ عدل سے محروم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم ہے 'جو شخص امارت حاصل کرنے کی غرض سے حرص کا شکار ہو جائے وہ کبھی بھی عدل پر قائم نہیں رہ سکتا'۔
2. اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے محروم ہو گا۔ جیسا کہ عبد الرحمٰن بن سمرہؓ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے، ابن حجر رحمہ اللہ عبد الرحمٰن بن سمرہؓ کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص مسئولیت کا طالب ہو یعنی اس کی خواہش رکھتا ہو اور اُسے مسئولیت مل جائے، تو اس مسئولیت میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال نہیں رہتی، کیونکہ اس نے یہ مسئولیت اپنی خواہش کے بل بوتے پر حاصل کی ہے، لہٰذا ہر اس امر کی خواہش کرنا جس کا تعلق امارت سے ہو مکروہ ہے، گویا امارت میں احتساب اور اس جیسے باقی امور بھی داخل ہو گئے، جس کو ایک فرد اپنی خواہش سے حاصل کرتا ہے اور اسے مل جائے، تو اللہ کی طرف سے ان امور میں اس کی مدد و نصرت نہیں ہوتی اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت نہ ہو وہ تن تنہا کوئی بھی کام سر انجام نہیں دے سکتا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ایسے شخص کو امارت نہ سونپی جائے جو امارت و مسئولیت کی خواہش رکھتا ہو۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہر کام کو پورا کرنا اور اس کی مسئولیت اپنے ذمے لینا ایک مشکل کام ہے اور اگر اس مشکل مرحلے میں ہم اللہ کی مدد سے محروم رہیں تو یہ ہمارے لیے مشکلات کو اور بڑھا دے گا، اور اس کی وجہ سے ہماری دنیا و آخرت خراب ہو جائے گی۔ لہٰذا عقل مند شخص کبھی بھی امارت کی خواہش نہیں کرتا، لیکن جو شخص امیر بننے کا مستحق ہو اور اس کی خواہش کے بغیر اس کو امیر بنا دیا جائے تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی مدد و نصرت کی بشارت دی ہے۔

3. جو شخص اپنی خواہش سے امیر بننے کا طالب ہو وہ یا تو اپنے ذاتی خواہشات یعنی مال و متاع، دولت و مرتبہ سے محبت کرتا ہو گا یا اپنے مخالف فریق سے انتقام لینے کی غرض سے امارت چاہتا ہو گا۔

حصولِ امارت کی خواہش نہ تو اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے جائز ہے اور نہ ہی اپنے مخالفین سے انتقام لینے کی غرض سے جائز ہے، کیونکہ مسئولیت اللہ تعالیٰ کی وہ امانت ہے، جس سے مسلمانوں کی بہت سی مصلحتیں وابستہ ہیں، لہٰذا اس کو اپنے ذاتی اہداف کو حاصل کرنے کی غرض سے نہ مانگا جائے۔

امیر کی اطاعت

شرعی امور میں اپنے امیر کی اطاعت کرنا واجب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (سورة النساء:۵۹)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار ہوں ان کی بھی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور رسول کے حوالے کر دو۔ یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو سب سے پہلے اپنے حکم کی تعمیل کا امر دیتا ہے اور اس کے بعد اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا اور اس کے بعد اولوالامر افراد کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر سلطانِ وقت ایک عالم کو یہ امر دیتا ہے کہ فتویٰ صادر نہ کریں، تو اس کے پاس حق نہیں کہ وہ فتویٰ دے اور اگر اس نے فتویٰ دے دیا تو وہ گناہ گار ہو گا، چاہے امیر ظالم ہی کیوں نہ ہو۔

امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

پھر اللہ تعالیٰ نے امر کیا کہ جن امور میں آپ سب کے مابین اختلاف ہو ان امور کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے سپرد کر دیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے سامنے اپنے امور کو کیسے حوالہ کیا جاتا ہے، یہ مسئلہ علما کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ لہٰذا یہ بات واضح ہو گئی کہ علما سے دینی و شرعی امور میں پوچھنا واجب اور ان کے امر کی اطاعت کرنا لازم ہے۔

(وما علينا إلّا البلاغ المبين!)

علاماتِ قیامت 8

آخری بات

مولانا مسعود کوثر

قیامت سے پہلے کچھ حالات و معاملات ایسے برپا ہونے ہیں جن سے اہلِ ایمان کی جنت و جہنم وابستہ ہے۔ مخبر صادق، نبیٔ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک کا مفہوم ہے کہ 'آخری زمانے میں دنیا دو خیموں میں بٹ جائے گی، ایک خیمہ اہلِ ایمان کا ہو گا جس میں نفاق نہ ہو گا اور ایک خیمہ اہلِ نفاق کا ہو گا جس میں ایمان نہ ہو گا'۔ مولانا مسعود کوثر صاحب مدّظلہٗ کے یہ دروس اسی کامیابی یا ناکامی سے متعلق ہیں اور ان میں اہلِ ایمان کو لائحۂ فکر و عمل فراہم کرنے کا سامان ہے۔ مولانا موصوف نے یہ دروس ایک عوامی مجلس میں ارشاد فرمائے تھے، جہاں برادرِ عزیز حافظ شہزاد (محب اللہ) شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے، برادر حافظ شہزاد شہید نے ہی بڑے اہتمام سے ان دروس کو ریکارڈ کیا تھا۔ بحمد اللہ، یہ دروس قسط وار، مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں نشر کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الكريم اما بعد

فأعوذ باالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمٰن الرحيم

آخری بات جو ہے وہ بہت توجہ کے ساتھ سن لیجیے کہ ہم ان فتنوں میں کیا کر سکتے ہیں، میں اور آپ کیا کریں؟ ان باتوں کو پڑھ کے رکھ دیں؟ ان کو سمجھ لیں؟ آپ کی اور میری ذمہ داری آج کے ان فتنوں کے زمانے میں کیا بنتی ہے؟ احادیث کو پڑھیں، بہت اچھی بات ہے؛ احادیث کو سمجھیں، بہت عمدہ؛ احادیث کو خود پڑھیں، آگے پہنچائیں، بہت ہی اچھا، لیکن ہماری ذمہ داری اس سے بھی آگے کی ہے اور ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ دیکھیے تکوینی طور پر اللہ نے جو فیصلے کیے ہیں وہ ہو کے رہنا ہیں اسلام نے غالب آنا ہے، انسان اگر اس مطلب و مقصد کے لیے میدان میں نہیں اترے گا تو اللہ اور قوم لے آئے گا، وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔ اگر ہم دین کی حفاظت نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں سے اپنے گھر کی حفاظت کا کام لیا تھا؛ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی اور مخلوق سے کام لے لیں گے۔ دیکھا یہ جائے گا کہ آپ نے اور میں نے ایمان اور کلمۂ ایمان، اخلاص اور رسول اقدس ﷺ کی محبت کے دل میں ہوتے ہوئے دین کے لیے کیا کیا ہے؟ دیکھا یہ جائے گا کہ آپ نے اور میں نے اپنی جوانیاں، اپنی صلاحیتیں، اپنا دماغ، اپنی مصروفیات کس طرف لگائیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں بڑے مواقع عطا کیے ہیں، اتنے بڑے مواقع، اتنے بڑے کہ صرف الفاظ نہیں بلکہ حقیقتاً شاید فتنوں کے زمانہ میں آپ کے اور میرے علاوہ کسی امت کو اللہ نے وہ نعمتیں عطا نہیں کی ہوں گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان والوں سے قرآن پاک میں تین غلبوں کے وعدے کیے ہیں۔ غور سے سننے والی بات ہے کہ ہم آپ کو تین غلبے دیں گے، یہ اللہ کا وعدہ ہے، قرآن شریف میں وعدہ ہے اور ایک آیت ایک ہی وعدے کے لیے آئی ہے۔ اسی آیت میں اللہ نے وعدہ کیا ہے اور تین وعدے ہیں تو تین ہی آیات ہیں، نہ چوتھی آیت ہے نہ چوتھا وعدہ ہے۔

پہلا وعدہ رسول اقدس ﷺ سے یہ کیا تھا کہ آپ مسلمانوں سے کہیں کہ حق پر قائم رہیں، ہجرت کے بعد جہاد کریں، ہم ان کو دنیا میں بہترین، مضبوط خلافت عطا کریں گے۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ...[1]، تو رسول اقدس ﷺ صلح حدیبیہ سے واپس آرہے تھے کہ سورۃ الفتح نازل ہوئی اور اللہ نے پہلے غلبہ کا وعدہ کیا، لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ، آگے ہے هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا[2]، کہ ہم اپنے رسول ﷺ سے وعدہ کرتے ہیں کہ جس دین حق کو اور ہدایت کو دے کر ہم نے ان کو بھیجا ہے، کیوں دے کے بھیجا ہے لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ تاکہ دین اسلام دنیا کے تمام دینوں پہ غالب آجائے اس کے پہلے غلبے کا ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم جزیرۃ العرب میں مسلمانوں کو غالب کر دیں گے۔ یہ پہلا غلبہ ہے اسلام کا جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پورا ہوا۔ جب مکہ فتح ہوا رمضان المبارک سنہ آٹھ ہجری میں رسول اقدس ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح کر کے جزیرۃ العرب میں اسلامی ریاست کا اعلان کر دیا اور خلافت قائم ہو گئی، رسول اقدس ﷺ نبی بھی تھے ریاست قائم ہو گئی اور آپ ﷺ اس علاقے کے بادشاہ مقرر ہوئے۔ حضور علیہ السلام ہی خلیفہ تھے، حضور علیہ السلام ہی بادشاہ تھے، حضور علیہ السلام ہی حاکم تھے، نبی کریم ﷺ ہی فیصل اور چیف جسٹس

---

[1] وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔـا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ ترجمہ: "تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں، ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا، اور ان کے لیے اس دین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے ان کے لیے پسند کیا ہے، اور ان کو جو خوف لاحق رہا ہے، اس کے بدلے انہیں ضرور امن عطا کرے گا۔ (بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔" (سورۃ النور:۵۵)

[2] سورۃ الفتح:۲۸

تھے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہی امیر لشکر تھے۔ تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی مبارک زندگی میں پہلے غلبے کا وعدہ پورا ہوا۔ آیت کون سی؟ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ۔[1]

دوسرا وعدہ اللہ ذوالجلال نے سورۂ توبہ میں، دسویں پارے میں کیا کہ ہم آپ کو دنیا کی بڑی اقوام پر غالب کریں گے۔ اس وقت دنیا میں دو سپر پاور تھیں؛ روم اور فارس؛ ایک کے حاکم کو قیصر کہتے تھے اور ایک کو کسریٰ کہتے تھے۔ قیصر و کسریٰ تباہ ہوئے اور ایران و فارس اور روم پر مسلمان غالب آئے۔ اللہ نے وعدہ کیا سورۂ توبہ میں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو ہم مغلوب کر دیں گے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ؛ یہ لوگ کیا کرتے ہیں اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ؛ اللہ کے علاوہ انہوں نے غیروں کو خدا بنا رکھا ہے۔ آگے يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ؛ آگے یہی آیت هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ؛ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مکہ فتح ہو جانے کے بعد عرب میں کوئی جنگ نہیں لڑی۔ کیوں؟ کیونکہ عرب تو سارا فتح ہو گیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کفر پر اگلے غلبے کے لیے، کہ دنیا کی دو سپر پاورز کو شکست دینی ہے، دنیا کی تہذیب یافتہ، متمدن اقوام کو اسلام کے در پہ جھکانا ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آٹھ ہجری سے لے کر وفات تک، حیاتِ مبارکہ کے تین سال میں تین بڑی ضربیں لگائیں دنیائے کفر کو۔ ایک ہے غزوۂ تبوک جو سن نو ہجری میں لڑا، جو دو ماہ کا طویل سفر گرمی میں طے کر کے رسول اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ روم کی سرحد تک پہنچے اور جا کر دنیائے عیسائیت کو للکارا کہ آؤ! مسلمانوں کو سرحد پر تنگ کرنے کے بجائے اسلام کا راستہ روکنے کے بجائے میدان میں آؤ! غزوۂ تبوک میں وہ مسلمانوں کے سامنے نہیں آئے۔ صلح کی کچھ شرائط طے کیں، معافی مانگی، تو رسول اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ واپس آ گئے۔ لیکن اس پہلے غلبے کے بعد اسلام کے کلی غلبے کی بنیاد حضور علیہ السلام نے سن نو ہجری میں غزوۂ تبوک میں رکھ دی تھی۔ غزوۂ تبوک عرب میں نہیں ہوا، عیسائیوں کے خلاف ہوا۔ اس سے جب حضور علیہ السلام واپس آئے تو آپ کی عمر ۶۱ برس سے زیادہ ہو چکی تھی اور اپنی عادت شریفہ کے مطابق سب سے پہلے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے، قریب ہی گھر تھا۔ دروازہ بجایا حضرت فاطمہؓ سامنے آئیں تو بجائے ملنے کی رک گئیں اور رک کر حضور علیہ السلام کے چہرۂ اقدس کو دیکھا اور زار و قطار رونے لگیں۔ تو رسولِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کہا کہ فاطمہ! تم کیوں روتی ہو؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ سوال کیا تو حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ ابا جان! آپ کی جدوجہد اور آپ کی دین کے لیے مشقت، ۶۱ برس کی عمر میں اس ڈھلتی ہوئی عمر میں اتنا طویل سفر، آپ کے چہرے پر گرد و غبار کے اثرات ہیں، اتنا طویل سفر۔ جب میں اتنی (چھوٹی) سی تھی تو آپ کو دیکھتی تھی، مکہ میں آپ پر ظلم و ستم ہوا، یہاں مدینہ میں چین نہیں ملا، اب کون سا دن آئے گا کہ جب میرے ابا جان کو گھر میں چین ملے گا؟ آپ بھی کبھی آرام کریں گے؟ تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی حالت کو، آپ کی جدوجہد کو، آپ کی مشقت کو آپ کی محنت کو دیکھ کر حضرت فاطمہؓ بہت روئیں، تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو جو جواب ارشاد فرمایا وہ آپ کے لیے اور میرے لیے نمونۂ عمل ہے۔ وہ جواب ہمارے رستے کا تعین کرتا ہے کہ ہمیں کس طرف جانا ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''اے فاطمہ! روؤ نہیں، ایک دن اس کائنات میں، روئے زمین پر ایسا آنے والا ہے کہ کوئی کچا پکا گھر باقی نہیں بچے گا مگر وہاں تک تیرے باپ کا کلمہ اور دین پہنچ کر رہے گا، کوئی عزت کے ساتھ تیرے باپ کا دین قبول کر لے گا تو اللہ اسے عزت دے گا اور جو تیرے باپ کے دین سے ٹکرائے گا تو اللہ اس کو ذلیل کر دے گا''۔ میں تو اس دین کی بنیاد رکھ رہا ہوں، آنے والی نسلوں تک کلمۂ اسلام پہنچا رہا ہوں، جو رکاوٹ بن رہے ہیں اللہ کے حکم کے مطابق ان کو جہاد کے ذریعے دور کر رہا ہوں۔

دوسری مثال، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مرض الوفات میں ہیں، بخار آتا ہے اور رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بے ہوش ہو جاتے ہیں، پانی ڈالتے ہیں، پانی پیتے ہیں، ہوش آ جاتا ہے۔ بلا رہے ہیں اسامہ بن زیدؓ کدھر ہیں؟ ان کو امیر لشکر بنا کر روم کے خلاف چڑھائی کرنے کے لیے لشکر دے کر روانہ کیا اور وہ رک رہے ہیں اور وہ وقت دیکھ رہے ہیں، حضور علیہ السلام کی طبیعت دیکھ رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میرا انتظار نہیں کرو میں ٹھیک ہوں۔ یہ مدینہ کی بستی سے لشکر باہر نکلا، ان کو خبر پہنچی کہ رسولِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا وصال ہو گیا ہے۔ یہ وہاں سے واپس آئے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مرض الوفات میں بھی غلبۂ اسلام کے لیے اور اس جہاد کو باقی رکھنے کے لیے اسلام کی بقا کے لیے لشکر روانہ کیا ہے اور اسی غلبے کے لیے روانہ کیا ہے اور مرض الوفات میں حضور علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا میں امن چاہتے ہو اور عرب کو اسلام کا مرکز دیکھنا چاہتے ہو تو جزیرۃ العرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو۔ جزیرۃ العرب میں جب تک عیسائی اور یہودی موجود ہیں تو اسلام کے خلاف سازش کرنے سے یہ لوگ کبھی بھی باز نہیں آئیں گے۔ یہ حضور علیہ السلام کے جتنے اعلان تھے یہ اسلام کے دوسرے غلبے کی بنیاد تھے جو حضرت عمرؓ کے دور میں مکمل ہوئے۔ یہود و نصاریٰ جزیرۃ العرب سے نکالے گئے اور حضرت عمرؓ نے قیصر و کسریٰ پہ وار کیا۔ مسلمان فوجیں قیصر و کسریٰ کے محلات میں گئیں، ان کے بیڈ رومز میں صحابہؓ نے گھوڑے جا کے باندھے اور ان کے دالانوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اذانیں دیں، اسلام کا جھنڈا لہرایا، اسلام کو وہاں

[1] هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ ترجمہ: ''وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کر دے، چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی ناپسند ہو۔'' (سورۃ التوبہ: ۳۳)

غالب اور نافذ اور فاتح کیا اور یہ دوسرے غلبے کا وعدہ جو اللہ نے سورۂ توبہ میں کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔

پھر بیچ میں ہزار بارہ سو سال کا ایک لمبا فاصلہ ہے۔ اللہ نے رسول اقدس ﷺ سے اسلام کے تیسرے غلبے کا وعدہ کیا ہے کہ تیسرا غلبہ ہو کے رہے گا اور وہ جو تیسرا غلبہ ہے وہ جزیرۃ العرب میں نہیں صرف متمدن اقوام میں نہیں، صرف کسی سپر پاور کی شکست نہیں وہ اسلام کا پورا غلبہ ہے، جو رسول اقدس ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو جواب دیا تھا کہ اسلام دنیا کے ہر کچے اور پکے گھر میں پہنچ کر رہے گا، کوئی اسلام کو مان لے اسلام قبول کر لے تو عزت پائے گا ورنہ اسلام کے سامنے اس کو گردن جھکانا ہی پڑے گی، اس کو جزیہ اور ٹیکس دے کر رہنا پڑے گا۔ اتھارٹی، ریاست و خلافت و حکومت اسلام کی قائم ہو گی اور وہ صورت ابھی اسلام میں آئی نہیں ہے اس کی طرف ہم جا رہے ہیں اور چوتھا دور ختم ہو رہا ہے (جو پہلے دروس میں ذکر ہوا یعنی نبوت، خلافت، ملوکیت، آمریت اور پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ) اور ہم پانچویں دور میں داخل ہو رہے ہیں جو حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ ہے، وہ اسلام کے کلی غلبے کا زمانہ ہے اور تیسرا وعدہ سورۂ صف میں ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ؛ اللہ بہت محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو اللہ کے رستے میں صفیں بنا کر جہاد کرتے ہیں اور جہاد کے ذریعے اسلام کو غالب کرنے کی فکر میں ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم کا، یہودیوں کا تذکرہ آ گیا ان کا نام لے کر؛ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ...، وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ...؛ عیسیٰؑ اپنی نبوت کا اعلان کر رہے ہیں کہ میری مدد کرو۔ اور نہیں اپنا نام ہی نہیں لیا کہا کہ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ لیکن آج میں تمہیں جو بات کر رہا ہوں، کون کہہ رہے ہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں کہ یا بنی اسرائیل ! اور بات کیا کر رہے ہیں: وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﷺ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ ○ رسول اللہ ﷺ کی بشارت ہے، آگے اللہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اسلام جس کی بشارت ہے ہم پوری دنیا میں اسلام کو نافذ اور غالب کرنے والے ہیں، قومِ موسیٰ پر بھی اور قومِ عیسیٰ پر بھی، جس کی بشارت عیسیٰ و موسیٰ نے دی ہے يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ پھر تیسری دفعہ آ رہا ہے هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ○[1] اللہ اپنے اس نور کو مکمل کر کے رہے گا اور یہ نور مکمل ہو گا اور پورا مکمل ہو گا؛ اگر کافروں کو ناپسند ہے تو ہوا کرے، مشرکوں کو ناپسند ہے تو ہو، اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا۔ یہ اسلام کا کلی غلبہ ہے اسلام پوری دنیا میں غالب آئے گا۔ یہ تین غلبے ہیں اور تین وعدے ہیں۔ نہ چوتھا غلبہ ہے اور نہ قرآن میں (غلبۂ دین کے حوالے سے) چوتھی آیت ہے۔

آپ کے لیے اور میرے لیے یہ اتنا بڑا موقع ہے کہ آپ اور میں اس زمانے میں سانس لے رہے ہیں جو اسلام کے کلی غلبے میں حصہ ڈال رہا ہے۔ ہمارا ایک قدم دین کے لیے، ہماری ایک بات دین کے لیے، ہمارا دین کے رستے میں چل کے جانا، ہمارا کفر کے غرور کو توڑنے کے لیے میدان میں اترنا، ہمارا دیا ہوا ایک روپیہ، ہمارا اٹھایا ہوا ایک قدم وہ کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ڈالے گا اسلام کے کلی غلبے کے لیے، جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ غلبہ تو ہو جانا ہے تکوینی طور پر اللہ نے طے کر دیا ہے رسول اقدس ﷺ نے خبر دے دی۔ گویا کہ سامنے دیکھ رہے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ آپ اور میں اس میں کتنا حصہ ڈالیں؟ یہ ایک بڑا موقع ہے۔

دوسرا بڑا موقع جو شاید، شاید دنیا کے کسی اور خطے کے مسلمانوں کو میسر نہ ہو وہ ہے ہمارا پاکستان میں رہنا، جہاں مدارس کا نظام، جہاں علما بتانے والے، جہاں افراد جو ہیں وہ موجود ہیں اور جہاں کفر کے غرور کو توڑنے کا موقع موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خراسان کی بات کی جو آپ کو حضرت مہدیؒ کے ضمن میں بتائی کہ حضرت مہدیؒ کے حامیوں میں سب سے بڑے حمایتی کون؟ اہل خراسان یا اہل افغانستان۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو دین کی عظمت کے لیے چنا ہے اور حضرت مہدیؒ کو سب سے بڑی جو طاقت میسر ہو گی وہ اہل خراسان کا ہونا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں اول تا آخر جن کو اللہ ذوالجلال نے اسلام کے دفاع کے لیے اور کفر کے غرور کو توڑنے کے لیے چنا ہے۔ جس کا حدیث میں تذکرہ ہو، ہمارے علاقے کا نام، ہماری بستی کا نام حدیث میں آ جائے تو ہم کتنے خوش ہوں گے، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ان لوگوں کو چن لیا ہے جنھوں نے ہر آنے والے کافر کے غرور کو خاک میں ملایا ہے۔ برطانیہ آیا وہ پہاڑوں میں دم توڑ گیا، اس کے بعد روس آیا وہ منہ کی کھا کے واپس گیا اور اب صرف امریکہ نہیں بلکہ پوری دنیائے کفر اڑتالیس سے زیادہ ممالک جو ہیں، پوری دنیا مل کر ان پر حملہ آور ہے لیکن اللہ اپنی مدد و نصرت وہاں دکھا رہے ہیں۔ اس ضمن میں ایک حدیث معجم البلدان میں علامہ حمویؒ نے نقل کی ہے، وہ اس خطے کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے میرے خیال میں کافی ہے۔ حضرت شریک ابن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ "خراسان کو بستی نہ سمجھنا، اس کو ایک شہر یا ملک نہ سمجھنا، خراسان اللہ تبارک و تعالیٰ کا ترکش ہے زمین میں بھیجا ہوا، جب کوئی دنیا میں مغرور اُٹھ کر اپنی خدائی کا دعویٰ کرتا ہے، اللہ یہاں سے اس پر تیر برساتا ہے"۔ جب کوئی دنیا میں اٹھ کر خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور غرور کرتا ہے اللہ اپنے اس ترکش سے تیر برساتا ہے اور اللہ اس کے غرور کو خاک میں ملاتا ہے۔ اس لیے یہ بہترین موقع ہے ہر حوالے سے۔

ہمیشہ دو نیتیں ضرور رکھیے: اپنے آپ کو رسول اقدس ﷺ کی محبت اور سنتوں سے مزین کر کے اپنے آپ کو جہاد کے لیے تیار رکھیے کہ اس دنیا میں جہاں بھی، جب بھی اسلام غالب آیا ہے وہ ہمیشہ جہاد کے ذریعے غالب آیا ہے، نہ مذاکرات کے ذریعے، نہ ڈائیلاگ کے ذریعے، نہ کسی اور محنت کے ذریعے آیا ہے۔ اسلام کا ہر شعبہ محفوظ ہے تو اس کے پیچھے حصار اور اس کی

---

[1] سورۃ الصف: ۹

حفاظت جہاد کے ذریعے ہے۔ جہاد اسلام کے دفاع کا نام ہے۔ جہاد اسلام کی عزت کا نام ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث گواہ ہیں، حضور علیہ السلام کی جہادی زندگی گواہ ہے، حضور علیہ السلام کی تلواریں گواہ ہیں، گھر میں جب رسول اقدس ﷺ کی وفات ہوئی حضور علیہ السلام کو حجرۂ اقدس میں رکھا گیا تو دیا جلانے کے لیے تیل مستعار لینا پڑا پڑوسیوں سے، دیا جب جلایا گیا تو رسول اکرم ﷺ کی دیوار پر نو تلواریں لٹک رہی ہیں اور امت کو دعوت دے رہی ہیں کہ تمہاری بقا اور اسلام کا دفاع جو ہے وہ اس جہاد میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ نے میری روزی میرے نیزے کے نیچے رکھی ہے اور مسلمان کے لیے سب سے بہترین مال (مال تجارت بھی نہیں بلکہ سب سے حلال مال) مالِ غنیمت ہے۔ اور رسول اقدس ﷺ نے اعلان کیا تھا کہ کافر کو مارو اور مالِ غنیمت لے آؤ، جو اس کو مار کے آئے گا وہ اس کے لیے ہے۔ تو یہ تو بہترین کمائی کا ذریعہ ہے اور حلال میں سے بھی سب سے بہترین حلال جو اللہ کو پسند ہے وہ مالِ غنیمت ہے تو ہم نے تو اس کا ایک نعرہ بھی بنایا ہوا ہے: کمائےگی دنیا اور کھائیں گے ہم، ان شاء اللہ! مسلمان اگر اپنے ایمان پر قائم رہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں ان کے لیے رکھی ہے، اللہ نے فرمایا کہ مت سمجھو کہ ہم نے دنیا اس کافر کے لیے بنائی ہے۔ کون کہتا ہے کہ اللہ نے زیب و زینت کی چیزیں، دنیا کی خوبصورتی کی چیزیں کافر کے لیے بنائی ہیں؟ کون کہتا ہے کہ یہ ایمان والوں کے لیے حرام ہیں؟ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝ (سورۃ الاعراف: ۳۲)

کہو کہ آخر کون ہے جس نے زینت کے اس سامان کو حرام قرار دیا جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے اور (اسی طرح) پاکیزہ رزق کی چیزوں کو؟ کہو کہ: جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، یہ نعمتیں جو دنیوی زندگی میں ملی ہوئی ہیں، قیامت کے دن خالص انہی کے لیے ہوں گی۔

تو جہاد کی نیت جو ہے وہ ہر حال میں رکھیے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''جو اس حال میں مرا اور اللہ کے ہاں گیا کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ اس نے جہاد کی نیت کی تو وہ نفاق کے ایک شعبے پر مرا (ایمان پر نہیں مرا)۔''

اور جس نے جہاد کی نیت سے گھوڑا بھی پالا تو قیامت کے دن جہاں اس کی نماز تولی جائے گی اس کا صدقہ اور اس کی زکوٰۃ تولی جائے گی، اس کا حج و عمرہ تولا جائے گا اسی حسنات کے پلڑے میں اسی نامۂ اعمال میں اسی ترازو میں اس گھوڑے کی گھاس، اس کی لید اس کا پیشاب بھی تولا جائے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں رکھا جائے گا۔ اس کا کھانا اس کا پینا اس کی لید اس کا پیشاب یہ چاروں چیزیں ترازو میں رکھی جائیں گی کہ ان کو نامۂ عمل میں نیکیوں کے ساتھ تولا جائے۔ تو ایک نیت جہاد کی ہمیشہ رکھیے اور دوسری نیت جہاد میں آپ کسی بھی انداز میں شریک ہوں اس کی نیت ضرور رکھیں۔

دوسری بات وہی جو اس سے پہلے عرض کی ہے کہ اسلام کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف، جہاد کرنے والوں کے خلاف جتنا پراپیگنڈا ہے اس سے متاثر مت ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ یہ ہے کہ امن و خوف کی صورت حال میں تم اہل ایمان سے رجوع کرو، اہل تحقیق سے رجوع کرو اور کسی بھی پراپیگنڈے سے متاثر ہونے کے بجائے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو دیکھو۔ آخر میں ایک آیت پڑھ کر پھر دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ؛ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رشتوں کی لمبی لائن گنوائی؛ کہہ دیجیے! تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں وَعَشِيرَتُكُمْ تمہارا خاندان وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وہ مال جس کو تم کما کما کے رکھتے ہو وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا وہ خوبصورت محل جو تمہیں بہت محبوب ہیں، اپنے گھر جن کو تم بہت شوق سے بناتے ہو أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ تمہیں اللہ کے رسول سے اور جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، اگر تمہیں زیادہ محبوب ہیں تو سن لو فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ پھر انتظار کرو اللہ کا عذاب تم پر اترا ہی چاہتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو دین کی فکر کی توفیق نصیب فرمائے اور اسلام کا کلی غلبہ جو ہے وہ کس طرح آئے گا؟ ذریعہ اس کا صرف اور صرف قتال، صرف اور صرف جہاد، صرف اور صرف مسلمان کا مضبوط ہونا، مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق ہے اور اس کے ذریعہ جو خلافت قائم ہو گی وہی تمام مسائل کا حل ہے۔ یاد رکھیے! یہ فقہی مسئلہ ہے کہ ہر مسلمان پر خلافت کا قیام فرض ہے۔ انفرادی طور پر تگ و دو میں لگا رہے، کوشش میں لگا رہے۔ اس وقت تمام امتِ مسلمہ اجتماعی طور پر اس گناہ کی مرتکب ہے، ہم سب گناہ گار ہیں اور اس پر ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں کہ ہمارے اپنے درمیان اتحاد و اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے اور جہاد کا رستہ چھوڑنے کی وجہ سے ہمارے سروں سے خلافت الٰہیہ، جو اللہ کے سائے کا نام ہے کہ خلیفہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے زمین پر، وہ ہم سے اٹھا ہے تو ہم تمام مسائل کا شکار ہیں؛ معیشت بھی، معاشرت بھی، خلافت بھی، عادات بھی، عبادات بھی ہر چیز ہم سے اسی وجہ سے چھین لی گئی کہ ہم اس گناہ کے مرتکب ہیں اور ہم استغفار کے ساتھ جب تک اس تگ و دو میں لگیں گے نہیں کسی بھی حوالے سے، جب تک ہم خلافت کے قیام کے لیے کسی نہ کسی کوشش میں لگیں گے نہیں ہم اس گناہ سے بری نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اس کی فکر کرنی چاہیے کہ ہم کسی نہ کسی حوالے سے اقامت دین و خلافت اسلامیہ اور خلافت الٰہیہ کے قیام کے لیے ہم کسی طرح کی محنت میں کسی تحریک میں ہم شامل ہوں اللہ تبارک و تعالیٰ دین کے لیے ہماری جوانیوں کو ہماری صلاحیتوں کو، ہماری عقلوں کو، ہمارے شعور کو، ہمارے جذبات کو قبول فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین

تمت بالخیر

شہدائے گیارہ ستمبر کا تعارف...... شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی

(محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ کے اشعار کا نثری ترجمہ)

آسمان پہ سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے

اور زہر میں بجھے تیروں کی بارش جاری تھی

خون کا سیلاب بام و در کو عبور کر چکا تھا

غاصبوں کا ستم اپنے عروج پر تھا

جب کہ ہماری طرف کے میدان تلوار کی جھنکار

اور گھوڑوں کی ٹاپ سے خالی تھے

یہاں صرف چیخیں تھیں

اور وہ بھی ڈھول باجوں کی آواز میں دب چکی تھیں

ایسے میں غیرت کی آندھیاں چلیں

اور ان کے قلعوں کو مٹّی کا ڈھیر بنا گئیں

اور جابروں کو یہ سمجھا گئیں

کہ ہم تم سے یونہی ٹکراتے رہیں گے

یہاں تک کہ اسلام کی ایک ایک زمین

تم سے واپس چھین نہ لیں!

جب بھی پنٹاگون اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے معرکوں کی بات ہو گی، ان نوجوانوں کا تذکرہ ضرور سامنے آئے گا جنھوں نے تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا۔ آج لوگ ان کے ناموں سے واقف ہوں یا نہ ہوں، تاریخ بہر حال یہ بات ثابت کرے گی کہ یہی وہ شہدا تھے جنھوں نے ملت فروش حکمرانوں اور ان کے آلۂ کاروں کے لگائے ہوئے داغ اپنے خون سے دھوئے۔ معاملہ صرف اتنا نہیں کہ انہوں نے پنٹاگون اور ٹریڈ سنٹر کے برج تباہ کر دیے، یہ تو ایک آسان سی بات تھی۔ نہیں! بلکہ ان نوجوانوں کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے وقت کے ایک جھوٹے خدا کا بت پاش پاش کر کے رکھ دیا، اس کی اقدار کو ملیامیٹ کر دیا، اور یوں طاغوتِ زمانہ کا اصل چہرہ لوگوں کے سامنے آگیا۔ کل اگر فرعونِ مصر کا دامن معصوم بچوں کے لہو سے داغ دار تھا تو آج کا فرعون کفر و سرکشی میں اس سے دو ہاتھ آگے ہے۔ یہی قاتل ہے جو ہمارے معصوم بچوں کو فلسطین، افغانستان، لبنان، عراق، کشمیر اور دیگر خطوں میں قتل کرنے کا ذمہ دار ہے۔

ان شہیدی جوانوں نے خوابیدہ امّت کے دلوں میں ایک بار پھر ایمان کی آگ بھڑکائی اور انہیں عقیدۂ ولاء و براء کا مطلب سمجھا دیا۔ صلیبیوں اور ان کے مقامی دُم چھلوں کی عشروں سے جاری سازشوں کا توڑ کیا اور مسلمانوں سے وفاداری اور کفار سے بیزاری کے عقیدے کو مٹانے کی مذموم کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ ان نوجوانوں کی عظمتِ کردار کا کما حقہٗ تذکرہ ممکن نہیں، قلم اس سے عاجز ہیں۔ اسی طرح ان مبارک معرکوں کے نتائج و برکات کا پوری طرح احاطہ کرنا بھی مشکل ہے، تاہم میں ان شہدا کا مختصر تعارف آپ کے سامنے پیش کروں گا، کیونکہ جس بھلائی کا سب کچھ سمیٹا نہ جا سکے، اُس کا بہت کچھ چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں!

(۱) محمد عطا:

ٹریڈ سنٹر کے پہلے برج کو نشانہ بنانے والے جاں باز تھے۔ یہ اس پورے سریّے کے امیر تھے۔ مصر سے تعلق رکھنے والے کنانہ کے اس سپوت کی زندگی کا ہر لمحہ سچائی کا نقیب تھا۔ جدوجہد اور انتھک محنت ان کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو تھا۔ امت کی حالتِ زار انہیں بے چین کیے رکھتی۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائے۔

(۲) زیاد سمیر الجراح:

سر زمینِ شام کے علاقے لبنان سے تعلق رکھنے والے سر فروش تھے۔ سچائی کے علم بردار، کھرے کردار کے مالک زیاد، ابو عبیدہ ابن الجراحؓ کے سچے پیروکار تھے۔

(۳) مروان الشحی:

دوسرے برج کو گرانے والے ہوا باز مجاہد، مروان الشحی کا تعلق امارات سے تھا۔ دنیا اپنی ساری رنگینیوں کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوئی، مگر یہ اس کے دام فریب میں آنے سے صاف بچ نکلے اور اپنے ربّ کی جنتوں اور اس کی رضا کی تلاش میں چل دیے۔

(۴) ہانی حنجور:

وادیٔ طائف کے بطل ہانی حنجور نے امریکی دفاعی مرکز پنٹاگون کو برباد کیا۔ یہ پاک دل و پاک باز نوجوان پختگیٔ کردار کی ایک مثال تھا، ہم انہیں ایسا ہی جانتے ہیں، اور حسیبِ اصلی تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

(۵) احمد بن عبد اللہ النعمی:

ابہاء کے رہنے والے احمد بن عبد اللہ النعمی ایک عبادت گزار مجاہد تھے۔ قیام اللیل کا والہانہ شوق رکھتے تھے۔ یہ خاندانِ قریش کے چشم و چراغ تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں ہونے کا شرف انہیں حاصل تھا، اخلاقِ حسنہ کی تصویر تھے۔ اس نوجوان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ خود بھی گھوڑے پر سوار ہیں اور آپؐ انہیں اتر کر دشمن سے قتال کرنے اور اپنی زمین کو ان سے چھڑانے کا حکم صادر فرما رہے ہیں۔

(۶)سطام السقامی:

ارضِ حرمین کے باسی سطام السقامی کا تعلق نجد سے تھا، عزم و شجاعت کے پیکر اس نوجوان کو جو بھی دیکھتا، اسے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد آ جاتی کہ

"هُمْ (بَنُوْ تَمِيْم) اَشَدُّ اُمَّتِيْ عَلَى الدَّجَّالِ."

(مسلم:باب من فضائل غفار و أسلم وجهينة وأشجع ومزينة وتميم ودوس وطئ)

"میری امت میں سے دجال کے لیے سب سے زیادہ سخت بنو تمیم کے لوگ ہوں گے۔"

(۷)ماجد بن موقد الحنف:

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ سے تعلق رکھنے والے ماجد بن موقد الحنف! رزم ہو یا بزم، یہ شہید دل و نگاہ کی پاکیزگی کا ایک چلتا پھرتا نمونہ، تواضع اور اعلیٰ اخلاق کی ایک روشن مثال تھے۔ یقیناً ایمان اور حیا دونوں باہم متلازم ہی ہوتے ہیں!

(۸)خالد المحضار:

حرم کعبہ کے پڑوسی خالد المحضار، مکّہ مکرمہ کے رہائشی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں ہونے کا شرف انہیں بھی حاصل تھا۔ خانوادۂ قریش کے اس مجاہد کی سب سے بڑی تمنا بس یہی تھی کہ اسے اللہ کے راستے میں شہادت مل جائے۔

(۹)ربیعہ نواف الحازمی:

ربیعہ نواف الحازمی بھی مکہ مکرمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ عزیمت و ہمت، اور صبر و استقامت اور حیا کی روشن مثال، اپنے گھوڑے کی لگام تھامے یہ نوجوان موت کے ٹھکانوں کی تلاش میں سرگرداں رہتا تھا۔

(۱۰)سالم الحازمی (بلال):

مکہ مکرمہ ہی کے سالم الحازمی (بلال)، نواف الحازمی کے سگے بھائی تھے۔ ایمان کی بہار آئی تو آپ نے ساری دنیا تج دی۔ "جنت تلواروں کے سائے تلے ہے"، یہی ان کا شعار تھا۔

(۱۱)فائز قاضی:

افغانستان میں احمد کے نام سے مشہور، فائز قاضی کا تعلق بنی حماد سے تھا۔ جُود و سخا، حیا اور تواضع ان کی خاص پہچان تھی۔

"بنی اسیر" کے تمام قبیلے، چاہے وہ قبیلۂ زھران ہو یا غامد یا بنی شہر، ان سب کا نیویارک اور واشنگٹن کے مبارک معرکوں میں وہی کردار ہے جو شیروں کا میدان میں ہوتا ہے!

(۱۲)احمد الحزنوی الغامدی:

احمد الحزنوی الغامدی، غیرت وحمیت اور بہادری و شجاعت کی صفات سے آراستہ تھے۔ بڑی سے بڑی آزمائش بھی ان کے قدم نہ ڈگمگا سکی۔ راہِ عزیمت کے یہ شہسوار، مجاہدین کے امام اور خطیب بھی تھے، ہمیشہ لوگوں کو جہاد پر ابھارتے رہتے تھے۔

(۱۳)حمزہ الغامدی:

حمزہ الغامدی کا دل شوقِ شہادت سے سرشار تھا۔ ان کے روز و شب اللہ کے ذکر سے پر نور رہتے۔ عبادت کا ذوق و شوق اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والے، ادب اتنا کہ گفتگو کریں تو منہ سے پھول جھڑیں۔

(۱۴)عکرمہ احمد الغامدی:

عِکرمہ احمد الغامدی، بے مثال عزیمت کے مالک اور صبر و استقامت کا پیکر تھے۔

(۱۵)معتز سعید الغامدی:

معتز سعید الغامدی، تعلق مع اللہ سے آراستہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا۔ قدم زمین پر مگر دل سبز پرندے کے ساتھ رحمٰن کے عرش تلے۔ ہمارا گمان یہی ہے، دلوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔

(۱۶،۱۷)وائل اور ولید الشہری:

وائل اور ولید الشہری، دونوں بھائی یکساں خوبیوں کے مالک، عبادت کے شوقین اور اپنے ربّ کے حضور قیام و سجود میں راتیں گزارنے والے، جد وجہد اور انتھک محنت کے خوگر، ادب اور حیا کی ایک روشن مثال تھے۔ ان دونوں شہیدی جوانوں کے والد حجاز کے ایک بڑے تاجر اور اپنے قبیلہ کے سردار ہیں۔ دنیا دھوکے کا سامان لیے ان کی طرف بڑھی مگر یہ اپنا دامن صاف بچا گئے اور افغانستان کے چٹیل پہاڑوں میں جنت کی خوشبو ڈھونڈنے نکل آئے۔

(۱۸)مہند الشہری:

مہند الشہری، بلند اخلاق اور صبر و عزیمت کے کوہِ گراں، فی سبیل اللہ شہادت ہی اس نوجوان کی سچی آرزو تھی، جو پوری ہوئی۔ ہم انہیں ایسا ہی جانتے ہیں اور اصل حسیب تو اللہ ہی ہے۔

(۱۹)شیخ ابو العباس عبد العزیز الزہرانی:

ابو العباس عبد العزیز الزہرانی، علمائے عصرِ حاضر کے لیے ایک بے مثال نمونہ۔ اسلاف کی یادگاروں میں سے ایک! ایک ایسا عالمِ باعمل، جس نے طاغوت کا تنخواہ دار بن کر اپنے علم کو آلودہ نہیں کیا، اور نہ ہی اسے باطل کی خواہشات کا غلام بنایا۔

☆☆☆☆☆

یوم تفریق

معرکۂ گیارہ ستمبر کے فدائیوں کے نام امرائے جہاد کا ہدایت نامہ

ترجمہ: شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق علیہ الرحمہ

امیر محترم، صاحب سیف و قلم، شیخ ایمن الظواہری (حفظہ اللہ ورعاہ) نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب فرسان تحت رایۃ النبی میں بہت سی قیمتی ایمانی و عسکری نصیحتوں پر مشتمل اس تاریخی ہدایت نامے کے منتخب حصے نقل کیے ہیں جو ستمبر کی مبارک کارروائی سے پچھلی رات کو کارروائی میں شریک فدائی ساتھیوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ذیل میں اس ہدایت نامے کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ (احمد فاروق)

اس ہدایت نامے کا ہر ہر لفظ ایمان کو جلا بخشتا ہے اور دلوں کا زنگ دھو ڈالنے کا ذریعہ ہے۔ جس بندۂ خدا نے بھی یہ تحریر لکھی ہے، ایسی غیر معمولی ایمانی کیفیات میں ڈوب کر لکھی ہے جس کو سمجھنا بھی ہم جیسے زنگ آلود قلوب والوں کے لیے سہل نہیں۔ اس تحریر کو پڑھ کر اس بات کا فیصلہ بھی بآسانی کیا جاسکتا ہے کہ گیارہ ستمبر کا معرکہ نعوذ باللہ یہود کی سازش تھی یا کچھ اولیاء اللہ کی غیرتِ ایمانی سے لبریز جہد جسے محض توفیقِ الٰہی نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا؟ اس تحریر کو پڑھ کر یہ سمجھنا بھی آسان ہو جاتا ہے کہ فدائی کارروائیوں میں شریک بھائی کیسے عالی ایمان اور پاکیزہ کیفیات کے حامل، توحید کی حقیقت کا ادراک رکھنے والے اور رب کی معیّت سے لطف اندوز ہونے والے مجاہدین ہوتے ہیں۔ فدائی حملوں کے خلاف فتاویٰ دینے والے سرکاری مولوی صاحبان بھی کچھ لمحے توقف کرکے اس تحریر کو پڑھ لیں؛ شاید کہ انہیں احساس ہو جائے کہ وہ ایمان کی کیسی بلندیوں پر فائز ان عجیب بندگانِ خدا پر زبان کھولنے کی جرات کرتے ہیں!

یہ ہدایات شہیدی کارروائیوں پر روانہ ہونے والے ہر بھائی کی خدمت میں بندہ فقیر کی جانب سے ایک چھوٹا سا تحفہ ہے جو رب کی جنتوں کی جانب سفر کے آخری مراحل میں اس کے لیے زادِ راہ بھی ثابت ہو گا اور ان شاء اللہ اس کے قدم جمانے کا ذریعہ بھی بنے گا۔ اس تحفے کے بدلے مجھے اپنے فدائی بھائیوں سے کچھ نہیں درکار سوائے دل کی گہرائی سے نکلی دعاؤں کے جو میری مغفرت کا باعث بھی بن جائیں۔ آیئے اب دل کی آنکھوں سے اس ہدایت نامے کو پڑھیے اللہ ہمارے قلوب کو بھی ایمان سے لبریز کر دے، شہادت کا شوق دل میں جگا دے اور خاتمہ بالخیر نصیب فرما دے!

پہلا مرحلہ:

۱۔ موت پر بیعت کریں اور اپنے دل میں اس بیعت کی تجدید کرتے رہیں۔

۲۔ کارروائی کے منصوبے کو ہر پہلو سے اچھی طرح سمجھ لیں اور دشمن کی جانب سے ردعمل اور مزاحمت کی توقع بھی رکھیں۔

۳۔ سورۂ توبہ و انفال کو پڑھیں اور ان کے معانی پر غور و تدبر کریں۔ اور بالخصوص اس بات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے شہدا کے لیے کیسی دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔

۴۔ اس رات میں اپنے آپ کو یاد دہانی کراتے رہیں کہ آپ نے اس کارروائی کے تمام مراحل کے دوران سمع و طاعت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا ہے کیونکہ عن قریب آپ ایسے فیصلہ کن مراحل کا سامنا کرنے لگے ہیں جن میں سو فیصد سمع و طاعت لازم ہے۔ پس اپنے آپ کو امیر کی بات سننے اور ماننے کے لیے تیار کریں اور اس اہم فریضے کی ادائیگی کا جذبہ خود میں بیدار کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَنَٰزَعُواْ فَتَفۡشَلُواْ وَتَذۡهَبَ رِيحُكُمۡ وَٱصۡبِرُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ○ (سورۃ الانفال: ۴۶)

"اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ (متفرق اور کمزور ہو کر) بزدل ہو جاؤ گے اور (دشمنوں کے سامنے) تمہاری ہوا (یعنی قوت) اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

۵۔ قیام اللیل کا اہتمام کریں اور خوب گڑگڑا کر گریہ و زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد و تمکین مانگیں، فتحِ مبین مانگیں، کاموں میں آسانی طلب کریں اور یہ دعا کریں کہ اللہ ہم پہ پردے ڈالے رکھے۔

۶۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کریں اور جان لیں کہ بہترین ذکر قرآن کی تلاوت ہے۔ میرے علم کی حد تک اس بات پر علماء کا اجماع ہے اور ہمارے لیے تو بس یہی بات بہت ہے کہ یہ زمین و آسمان کے خالق کا کلام ہے، وہ خالق جس سے ملاقات کے لیے آپ رواں دواں ہیں۔

۷۔ اپنے دل کو صاف کرلیں، ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک کرلیں اور دنیا نامی کسی بھی چیز کو بھول جائیں، بھلا دیں! کھیل کا وقت گزر گیا۔ وہ وعدہ جو برحق تھا آپہنچا۔ ہم نے زندگی کے کتنے ہی اوقات ضائع کر دیے... کیوں نہ اب یہ چند لمحات اللہ کا قرب پانے اور اس کی اطاعت کرنے میں ہی صرف کریں؟

۸۔ پورے شرحِ صدر کے ساتھ اس کام کی طرف بڑھیں کیونکہ اب آپ کے اور آپ کے اگلے نکاح کے درمیان محض چند لمحات کا فاصلہ ہے۔ ایک پاکیزہ و دل پسند زندگی کا آغاز ہوا چاہتا ہے، ہمیشہ کی نعمتیں اور انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کی صحبت سامنے ہی کھڑی ہے اور یقیناً ان سے بہتر ساتھی و رفیق کوئی نہیں۔ ہم اللہ سے اس کے اس فضل کا سوال کرتے ہیں۔ پس آپ اچھے امور سے نیک شگون لیں کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر کام میں نیک شگون لینا پسند فرماتے تھے۔

۹۔ پھر یہ بات بھی اچھی طرح ذہن میں جما لیجیے کہ اگر آپ کسی آزمائش میں مبتلا ہو گئے تو آپ کیا کریں گے؟ کیسے ثابت قدم رہیں گے؟ اور کیسے اللہ کی طرف رجوع کریں گے؟ جان لیجیے!

کہ جو کچھ آپ کو پہنچا ہے آپ اس سے بچ نہیں سکتے تھے اور جس سے بچ گئے وہ کبھی پہنچنے والا نہیں تھا اور یہ یقین رکھیے کہ آزمائش اللہ کی طرف سے ہی ہوتی ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کے گناہوں کو مٹائے۔ پھر یہ یقین بھی رکھیے کہ یہ بس چند لمحات ہیں، پھر اس تکلیف نے اللہ کے اذن سے چھَٹ جانا ہے۔ پس خوش بخت ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کے یہاں اجرِ عظیم کا مستحق بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ○(سورۃ آل عمران:۱۴۲)

”کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔“

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی یاد رکھیے:

وَلَقَدْ كُنتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِن قَبْلِ أَن تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ...(سورۃ آل عمران:۱۴۳)

”اور تم تو موت کے سامنے آنے سے پہلے (راہ حق میں) مرنے کی تمنا کر رہے تھے سو (وہ اب تمہارے سامنے آگئی اور) تم نے اس کو (کھلی آنکھوں) دیکھ لیا۔“

اور یہ فرمان بھی کہ

كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ...(سورۃ البقرۃ:۲۴۹)

”بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آگیا ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔“

اور یہ مبارک فرمان بھی کہ:

إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ○(سورۃ آل عمران:۱۶۰)

”اگر اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور وہ تمہیں چھوڑ دے، تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو؟ پس جو سچے مومن ہیں ان کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔“

۱۱۔ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو مسنون دعاؤں کی پابندی کی یاد دہانی کرواتے رہیں اور ان دعاؤں کے معانی پر غور و فکر کا اہتمام کریں (یعنی صبح و شام کے اذکار، کسی نئے شہر میں داخل ہونے کے اذکار، کسی نئی جگہ پر اترنے کے اذکار، دشمن سے ٹکراؤ کے وقت کے اذکار وغیرہ)

۱۲۔ دم کرنے کا اہتمام کریں (اپنے آپ پر، اپنے سامان پر، اپنے کپڑوں پر، اپنی چھری پر، اپنے آلات پر، اپنے شناختی کارڈ پر، اپنے پاسپورٹ اور ویزا پر اور اپنی تمام دستاویزات پر)۔

۱۳۔ روانگی سے قبل اپنے اسلحے کو اچھی طرح دیکھ لیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: تم میں سے جو شخص ذبح کرنے لگے وہ اپنی چھری تیز کر لے اور اپنے ذبیحے کو راحت پہنچائے۔

۱۴۔ اپنا لباس اچھی طرح کس لیں کیونکہ یہ ہمارے صالح اسلاف کا طریقہ ہے (اللہ ان سے راضی ہو)۔ وہ معرکے سے قبل اپنا لباس اچھی طرح کس لیتے تھے۔

۱۵۔ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں اور اس کے اجر پہ غور و فکر بھی کریں۔ اس کے بعد اذکار کا اہتمام کریں اور اپنے کمرے سے باہر نکلیں تو وضو ہی کی حالت میں۔

دوسرا مرحلہ:

جب ٹیکسی آپ کو ائیر پورٹ تک لے جا رہی ہو تو گاڑی میں کثرت سے اللہ کا ذکر کریں (سواری کی دعا، نئے علاقے کی دعا، نئی جگہ کی دعا اور دیگر اذکار)۔

جب آپ ایئر پورٹ پر پہنچ جائیں اور ٹیکسی سے اتریں تو نئی جگہ اترنے کی دعا پڑھیں اور اس کے بعد بھی جہاں جہاں جائیں وہاں یہ دعا پڑھنے کا اہتمام کریں۔ مسکرائیے اور مطمئن ہو جائیے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے ساتھ ہے اور ملائکہ آپ کی حفاظت کر رہے ہیں بغیر اس کے کہ آپ کو اس کا شعور ہو۔ پھر یہ دعا پڑھئے (اللّٰهُ اَعزُّ مِن خَلقِهِ جَمِيعاً) اور یہ دعا کہ (اللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِم بِمَا شِئتَ) اور یہ دعا (اللّٰهُمَّ اِنّا نَدْرَأُ بِکَ فِي نُحُورِهِم وَنَعُوذُبِکَ مِنْ شُرُورِهِم) اور یہ دعا کہ (اَللّٰهُمَّ اجْعَل لَّنَا مِن بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِم سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُم فَهُمْ لَا يُبْصِرُون) اور یہ ذکر بھی پڑھیں (حَسبُنا اللهُ وَنِعمَ الْوَكِيل)۔ اور اسے پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذہن میں رکھیں:

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ○(سورۃ آل عمران:۱۷۳)

”جن سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں ان سے ڈرو تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔“

پس یہ ذکر پڑھ لینے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ آپ کے کام آپ کی کسی قسم کی قوت اور طاقت کے بغیر ہی کس طرح سے آسان ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کے جو بندے یہ ذکر کہہ دیں اللہ ان کو یہ تین چیزیں دیں گے:

۱۔ وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس لوٹیں گے۔

۲۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

۳۔ وہ اللہ کی رضا والے رستے پہ چلیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَانقَلَبُواْ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُواْ رِضْوَانَ اللّهِ وَاللّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ○(سورۃ آل عمران:۱۷۴)

''سو اس (ایمان و یقین اور صدق و اخلاص) کے نتیجے میں وہ اللہ (کی طرف) سے ملنے والی بڑی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے، اس حال میں کہ کسی (تکلیف اور) برائی نے ان کو چھوا تک نہیں، اور انہیں اللہ کی رضا کی پیروی کا شرف بھی حاصل ہو گیا، اور اللہ بڑا ہی فضل فرمانے والا (اور نوازنے والا) ہے۔''

یاد رکھیے! کہ دشمن کی مشینیں، ان کے حفاظتی دروازے اور ان کی ٹیکنالوجی یہ سب کی سب اللہ کے اذن کے بغیر نہ نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان۔ اسی لیے اہلِ ایمان ان سے خوف نہیں کھاتے۔ ان چیزوں سے خوف تو صرف شیطان کے ساتھی کھاتے ہیں جو درحقیقت شیطان سے ڈرتے ہیں اور اللہ ہی ہمیں شیطان کا ساتھی بننے سے اپنی پناہ میں رکھے!

یاد رکھیے! خوف ایک عظیم عبادت ہے اور یہ عبادت اللہ ہی کے لیے خالص ہونی چاہیے کیونکہ وہی اس کا اصل مستحق ہے۔ مذکورہ بالا آیات کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءهُ(سورۃ آل عمران:۱۷۵)

''(اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ) وہ دراصل شیطان تھا جو اپنے دوستوں سے تمہیں ڈرا رہا تھا۔''

شیطان کے اولیا درحقیقت مغربی تہذیب کے گرویدہ وہ لوگ ہیں جن کے سینوں میں اس گندی تہذیب کی محبت و عظمت انڈیل دی گئی ہے اور جن کے دل و دماغ پر اس تہذیب کے کمزور و بے حقیقت ساز و سامان کا خوف چھا چکا ہے۔ اللہ رب العزت تو یہ فرماتے ہیں کہ:

فَلاَ تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○(سورۃ آل عمران:۱۷۵)

''سو (آئندہ) تم ان سے ذرا بھی نہ ڈرنا اور ہم سے ڈرتے رہنا اگر تم (واقعی) مومن ہو۔''

پس ذہن نشین کر لیجیے کہ خوف ایک عظیم عبادت ہے اور اللہ کے اولیا اور اس کے مومن بندے اپنے واحد اور احد رب کے سوا، جس کے ہاتھ میں ہر شے کے خزانے ہیں، کسی کو اس عبادت کا مستحق نہیں سمجھتے۔ اہلِ ایمان اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی تمام چالیں ناکام فرما دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذَلِكُمْ وَأَنَّ اللّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ (سورۃ الانفال:۱۸)

''یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ ہے اور کافروں کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ اللہ ان کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے۔''

اسی طرح آپ پر لازم ہے کہ آپ اس عظیم ذکر کا اہتمام کریں جس کا شمار افضل ترین اذکار میں ہوتا ہے، یعنی لا الہ الا اللہ۔ لیکن اس بات کا بھی پورا اہتمام کریں کہ آپ پر نگاہ رکھنے والے کسی بھی شخص کو یہ محسوس نہ ہو کہ آپ ذکر کرنے میں مصروف ہیں۔ اس ذکر کی فضیلت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے واضح ہوتی ہے کہ جس نے دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

نیز اس کی فضیلت سمجھنے کے لیے یہ جاننا بھی کافی ہے کہ یہ ایک جملہ، عقیدہء توحید کا خلاصہ ہے، وہ توحید جس کی دعوت کو بلند کرنے اور جس کے جھنڈے تلے قتال کرنے کے لیے آپ اپنے گھروں سے نکلے ہیں، وہ توحید جس کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ اور آپ کی اتباع کرنے والوں نے جہاد کیا اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔

اور ہاں! اس بات کا بھی اہتمام کیجیے کہ آپ پر پریشانی یا اعصابی تناؤ کے اثرات نظر نہ آئیں، شاداں و فرحاں رہیں، شرحِ صدر اور اطمینانِ قلب کے ساتھ ہر قدم اٹھائیں کیونکہ آپ ایک ایسے کام میں مصروف ہیں جو اللہ کو محبوب ہے اور اللہ کی رضا پانے کا ذریعہ ہے اور اسی لیے اللہ سے امید ہے کہ یہ وہ مبارک دن ہے جس کی شام آپ جنت میں حور عین کے ساتھ کریں گے۔

اے نوجوان! موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراؤ کیونکہ تم ہمیشہ باقی رہنے والی جنت کی طرف بڑھ رہے ہو!

تیسرا مرحلہ:

جب آپ ہوائی جہاز پر سوار ہوں تو اپنا پہلا قدم رکھتے وقت، جہاز میں عملاً داخل ہونے سے قبل، اذکار اور دعاؤں کا اہتمام کریں اور ذہن میں یہ بات تازہ کر لیں کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ کے ایک معرکے میں داخل ہو رہے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام نکلنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سب سے بہتر ہے۔

جب آپ جہاز کے اندر چلے جائیں اور اپنی کرسی پر بیٹھ جائیں تو وہاں بیٹھ کر بھی اذکار کہیں اور وہ معروف دعائیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا، اہتمام سے پڑھیں۔

پھر جب جہاز دھیرے دھیرے چلنے کا آغاز کرے تو آپ سفر کی دعا پڑھیں کیونکہ آپ کا اپنے مالک کی طرف سفر شروع ہو چکا ہے اور کیا ہی کہنے اس مبارک سفر کے!

پھر جب جہاز اڑان بھرے اور اپنی پرواز شروع کر دے تو آپ سمجھ لیں کہ اب صفوں کے ٹکرانے کا وقت آ گیا ہے۔ پس اللہ کی کتاب میں مذکور یہ دعا پڑھیں:

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ○

(سورۃ البقرۃ:۲۵۰)

''اے ہمارے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر، ہمارے قدم جما دے اور اس کافر گروہ پر ہمیں فتح نصیب کر۔''

اور اس آیتِ مبارکہ میں مذکور دعا بھی لبوں پر جاری رکھیں:

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلاَّ أَن قَالُواْ ربَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ○(سورۃ آل عمران:۱۴۷)

”اُن کی دعا بس یہ تھی کہ اے ہمارے رب! ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما، ہمارے کام میں تیری حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہو اُسے معاف کردے، ہمارے قدم جمادے اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔“

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھلائی ہوئی یہ دعا بھی پڑھیں کہ:

اَللّٰهُمَّ مُنزِلَ الْكِتَاب، مُجْرِيَ السَّحَاب، هَازِمِ الْاَحْزَاب، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِم، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُم۔

اے اللہ! اے کتاب کو نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، لشکروں کو شکست دینے والے، ان کو شکست دے اور ہمیں ان پر فتح دے۔ اے اللہ ان کو شکست دے اور ان کو ہلا مار۔

اس موقع پر اپنے لیے اور اپنے سب ساتھیوں کے لیے فتح، نصرت اور تمکین کی دعا کریں۔ یہ دعا کریں کہ آپ کے نشانے ٹھیک ہدف پر بیٹھیں اور دشمن کو نہایت کاری ضرب لگے اور اللہ سے ایسی شہادت طلب کریں کہ وقتِ شہادت آپ آگے بڑھ رہے ہوں، پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہ ہوں اور صبر کے ساتھ اجر کی نیت لیے شہادت کی طرف لپک رہے ہوں۔

اس کے بعد آپ میں سے ہر ایک کارروائی میں اپنا اپنا کردار سنبھالنے کے لیے تیار ہو جائے اور اس کردار کو ایسے عمدہ طریقے سے ادا کرنے کا عزم کرے کہ اللہ آپ سے راضی ہو جائیں۔

اس موقع پر آپ زور سے اپنے دانت پیسیں جیسا کہ ہمارے اسلاف معرکے کے آغاز سے عین قبل کیا کرتے تھے۔ پھر جب لڑائی کا آغاز ہو تو مردوں والی ضرب لگائیں۔ ان ابطال کی طرح آگے بڑھیں جو دنیا کی طرف واپس پلٹنا نہ چاہتے ہوں اور تکبیر بلند کریں کیونکہ تکبیر سے کافروں کے دلوں پر رعب پڑ جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کریں:

فَاضۡرِبُواْ فَوۡقَ الۡأَعۡنَاقِ وَاضۡرِبُواْ مِنۡهُمۡ كُلَّ بَنَانٍ (سورۃ الانفال:۱۲)

”پس تم (کس کس کر) ضربیں لگاؤ ان کی گردنوں پر، اور کاٹ ڈالو ان کے پور پور (اور جوڑ جوڑ) کو۔“

جب آپ ذبح کریں تو جس کافر کو بھی قتل کریں اس کا مال اٹھا لیں کیونکہ یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ ہاں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ مقتول کا مال سلب کرنا آپ کو دشمن کی خیانت یا اس کے کسی حملے سے غافل نہ کر دے۔

اور اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لیں بلکہ اپنی ہر ضرب اور ہر ہر قدم اللہ ہی کے لیے خالص کر لیں۔ پھر کافروں کو قید کرنے کی سنت پر عمل کریں اور انہیں قید بھی کریں اور قتل بھی کریں جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسۡرَىٰ حَتَّىٰ يُثۡخِنَ فِي الۡأَرۡضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنۡيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الۡآخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ (سورۃ الانفال:٦٧)

”کسی نبی کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے۔ تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیشِ نظر آخرت ہے، اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔“

غنیمت لینا ہر گز نہ بھولیں، چاہے پانی پلانے کا ایک کپ ہی کیوں نہ ہو جس میں موقع ملنے پر آپ خود بھی پانی پئیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی پانی پلائیں۔

پھر جب وعدۂ برحق کا وقت آ پہنچے اور وہ لمحہ آ جائے جس کا انتظار تھا تو اپنی قمیض پھاڑ کر اس فی سبیل اللہ موت کے استقبال میں سینہ کھول دیں اور زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھیں۔ اور اگر آپ کے بس میں ہو کہ ہدف سے ٹکرانے سے چند لمحے قبل آپ نماز شروع کر دیں اور آپ کا خاتمہ اسی حالت میں ہو تو کیا ہی کہنے! اور کم از کم اتنا اہتمام تو ضرور کریں کہ آپ کے آخری کلمات لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہوں۔

اور اس کے بعد ان شاء اللہ، اللہ کی رحمت کے سائے میں جنتِ فردوس میں ملاقات ہو گی!

’سمارٹ‘ مارشل لاء (عمران و باجوہ) حکومت میں معیشت کی ہلکی سی جھلک

- آٹا 12 فیصد مہنگا
- چینی 37 فیصد مہنگی
- سبزیوں کی قیمت میں 11 سے 36 فیصد اضافہ
- خوردنی مرغ (چکن) 17.5، انڈے 14 اور دالیں 10 فیصد مہنگی
- خوردنی مصالحہ جات 7 فیصد مہنگے
- کپڑے، جوتے 10.5 فیصد مہنگے
- ملک میں بے روزگار افراد کی تعداد (20-2019ء): اٹھاون (58) لاکھ
- مہنگائی کی بارہ (12) سال میں بلند ترین شرح: 14.6 فیصد
- روپے کی قدر میں تقریباً 60 فیصد کمی

مصدر: روزنامہ اخبار ’ڈان‘ و صحافی ’طلعت حسین‘

بنگلہ دیش میں ہندوتوا کا خطرناک مرحلہ

بنگلہ دیش میں القاعدہ برصغیر سے وابستہ مجاہدین کی ارسال کردہ رپورٹ

یوں تو یہ رپورٹ بنگلہ دیشی حضرات نے بنگلہ دیش ہی کے حوالے سے تیار کی ہے، لیکن یہ رپورٹ پورے برصغیر (پاکستان، کشمیر وہندوستان) کے اہل ایمان کے لیے بھی نہایت اہم اسباق لیے ہوئے ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (سورۃ المائدۃ:۸۲)

”تم ایمان والوں کی دشمنی میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے۔“

کئی مرتبہ اس آیتِ مبارکہ کی گہری حقیقت کو امت کے سامنے واضح کیا گیا اور اتنی ہی مرتبہ امت نے اس کی حقیقت کو بھلا دیا۔ موجودہ حقائق، جن کا تعلق بنگلہ دیش کے ساتھ بالخصوص جبکہ بالعموم پورے برصغیر کے ساتھ ہے، ایک بار پھر اس حقیقت کو واضح کر رہے ہیں جو اس آیت مبارکہ میں بتائی گئی ہے۔ بنگلہ دیش میں ہندوتوا[1] کا نظریہ اور تحریک ہماری آنکھوں کے سامنے تیزی سے آگے بڑھتے نظر آ رہے ہیں اور اب تک یہ تحریک کامیابی سے بہت سے مراحل طے کر چکی ہے۔ ہندوتوا کا یہ عروج کسی ڈھکے چھپے انداز میں اور کسی خفیہ سازش کے طور پر نہیں بلکہ کھلم کھلا اور آزادانہ ہو رہا ہے، اور (خدانخواستہ) شاید وہ دن دور نہیں جب ہمیں بنگلہ دیشی مسلمانوں کی دشمنی اور ان کے خلاف جنگ کی قیادت میں کھلے عام متشدد ہندو، عوامی لیگ اور طاغوتی فوجوں کی جگہ لیتے نظر آئیں گے۔

پس منظر

برصغیر کے ہندو، بنگال کے خلاف پچھلی آٹھ دہائیوں سے سازش میں مصروف ہیں۔ اس سازش کا تازہ ترین مرحلہ، جس کا آغاز حسینہ واجد کے حکومت میں آنے کے بعد سے شروع ہوا، تقریباً بارہ سال سے جاری ہے۔ اس عرصے کے دوران ہندو اپنے منصوبوں کے بہت سے پہلوؤں پر بہت آسانی سے عمل پیرا ہوئے اور ریاست کے کئی شعبوں میں بھارتی تسلط مستحکم ہوا۔ بہت سے ہندو اور بھارت کے وفادار نام نہاد مسلمان، عدلیہ، وزارت دفاع اور فوج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیے گئے۔ ہندوؤں کو بڑی تعداد میں بیوروکریسی کے عہدوں پر بھرتی کیا گیا۔ ہندوؤں کو کھلی اجازت دے دی گئی کہ وہ جہاں چاہیں اپنے بتوں کی پوجا کے تہوار منعقد کروائیں۔ ریاست نے ہر پوجا ستھان (عبادت کی جگہ) کے لیے پانچ سو (۵۰۰) کلو دھان کی فصل سالانہ مختص کر رکھی ہے۔ کروڑوں کی ٹیکس رقوم جنہیں مسلمانوں کی آمدنیوں سے حاصل کیا جاتا ہے انہیں بے دریغ بتوں کی پوجا کے ان تہواروں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے مشرکانہ تہوار، جیسے ”سرسوتی پوجا“ اور ”ہولی“ اب پورے ملک کے تعلیمی اداروں میں منائے جاتے ہیں۔ اسکول اور کالج کے نصاب میں بڑی تعداد میں ایسے مضامین، کہانیاں اور نظمیں شامل کی گئی ہیں جو اسلام دشمن ہندوؤں نے لکھی ہیں۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی املاک کو ”Vested Property Release Rules“ کے نام پر ہندوؤں کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ سیکریٹیریٹ، بیوروکریسی اور ریاستی مشینری مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ معاشی، دفاعی، فوجی اور راہداری وغیرہ سے متعلق معاہدوں کے وسیلوں سے بھارتی تسلط بہت مستحکم ہو چکا ہے۔ جبکہ اس سب کے دوران بنگلہ دیشی میڈیا پوری بے شرمی کے ساتھ بھارت کی جدید استعماریت کے لیے پراپیگنڈا کا ہتھیار بنا ہوا ہے۔ وہ گنے چنے میڈیا کے ادارے جو امریکی جانب کے پراپیگنڈے کو بڑھانا چاہتے ہیں، ان کو بھی بھارتی اربابِ اختیار کے طے کیے گئے خطوط پر ہی کام کرنا پڑتا ہے۔ بنگلہ دیش کے سرمایہ پر، اس کی تجارتی منڈیوں پر غرض پوری معیشت پر بھارتی تجارتی ادارے اپنا تسلط قائم کر چکے ہیں۔

مختصراً، پچھلے گیارہ سالوں میں بھارت نے بنگلہ دیش کو اپنی کالونی بنانے کے منصوبے میں بہت زیادہ پیش قدمی کی ہے۔ ریاستی مشینری پر اپنا قبضہ مستحکم کرنے کے بعد، بنگلہ دیش پر ہندوؤں کا حملہ ایک نئے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔ بنگلہ دیش میں ہندوتوا قوتوں نے اب اپنی وفادار اور آزمودہ عوامی لیگ کو بھی نظر انداز کرنا شروع کر دیا ہے۔ سالوں کی تیاری کے بعد، ہندو اب اتنے پر اعتماد ہو چکے ہیں کہ وہ کھل کر اپنے تکبر کا اظہار کرتے ہیں اور مسلمانوں کو کھلے عام چیلنج کرتے ہیں۔

ریاستی امور میں ہندوؤں کی بالادستی

شماریات کے ادارے (Bureau of Statistics) کے مطابق ہندو بنگلہ دیش کی آبادی کا 10.7 فیصد ہیں۔ وزیر خارجہ عبد المومن نے دعویٰ کیا ہے کہ حکومت کے کل ملازمین کا پچیس فیصد اقلیتوں پر مشتمل ہے۔ لیکن بنگلہ دیشی حکومت میں ہندوؤں کی اصل تعداد اس سے کہیں

[1] ہندوتوا، ہندو قوم پرستی پر مبنی ایک نظریہ ہے جسے 'ونایک دامودر ساورکر' نے ۱۹۲۳ء میں متعارف کروایا۔ اس نظریے کے مطابق صحیح معنوں میں ایک ہندو بلکہ ایک ہندوستانی وہ شخص ہے جو ہندو ماں باپ کے ہاں پیدا ہوا ہو اور ہندوستان کو اپنی مادر وطن اور ایک مقدس زمین تصور کرتا ہو۔ اس نظریے کے مطابق ہندومت کے علاوہ دیگر ہندوستانی مذاہب (بدھ، سکھ اور جین) ہندو قومیت میں شامل ہیں جبکہ اسلام، عیسائیت اور یہودیت باہر سے آئے ہوئے مذاہب ہیں اور ان کا ہندو قومیت سے کوئی تعلق نہیں۔ بھارتیا جنتا پارٹی (بی جے پی) نے اس نظریے کو اپنی پارٹی کا سرکاری نظریہ قرار دیا ہے۔

زیادہ ہے۔ ۲۰۱۶ء میں کابینہ کے ایک سیکریٹری نے بتایا کہ کم از کم ۲۹ فیصد حکومتی ملازمتوں پر ہندو بیٹھے ہیں۔ پچھلے تین سالوں میں اس تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت ۳۵ فیصد حکومتی ملازمتیں ہندوؤں کے پاس ہیں۔

یہ ہندو جنہوں نے حسینہ واجد کی حکومت کی مکمل مدد کے ذریعے ریاستی اداروں میں ملازمتیں حاصل کی ہیں اب پوری کوشش میں لگے ہیں کہ اپنے مزید بھائی بندوں کو حکومتی ملازمتیں دلوائیں۔ ہندو ممتحن، نگران اور بورڈ کے ارکان خاص طور پر زیادہ سے زیادہ ہندوؤں کو حکومتی اداروں میں داخل کرنے کے ہدف پر کام کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے قومی اخباروں میں متعدد واقعات شائع ہوئے ہیں۔ مزید برآں ملازمتوں میں ترقی کے معاملے میں بھی ہندوؤں کو فوقیت دی جا رہی ہے۔ کچھ سال قبل سیکریٹیریٹ میں ۱۶۵ افسروں کو نئے عہدوں پر ترقی دی گئی جن میں سے ۴۵ افسران ہندو تھے۔ اسی طرح ملک سے باہر تربیت کے لیے بھیجنے کے معاملے میں بھی ہندو افسران کو فوقیت دی جاتی ہے۔ اس طرح کے اقدامات کے ذریعے مستقبل میں بیوروکریسی کے عہدوں پر ہندوؤں کی ترقی کو بہت منظم طریقے سے یقینی بنایا جا رہا ہے، اور یہ عمل بلا روک ٹوک پچھلے دس سال سے جاری ہے۔ اس عرصے میں ہندوؤں نے ریاستی ڈھانچے میں اہم اور حسّاس عہدوں تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ بیوروکریسی اور انتظامیہ میں کام کرنے والے یہ ہندو، ملک میں ہندوتوا منصوبے کی معاونت اور اس کی پیش رفت کو یقینی بنانے میں بہت اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

ہندو، ریاستی اداروں میں کس حد تک نفوذ حاصل کر چکے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حسینہ واجد کے سیاسی مشیر کا پرائیوٹ سیکریٹری ایک ہندو ہے، اسی طرح اس کے معاشی مشیر کا پرائیوٹ سیکریٹری بھی ہندو ہے، حتیٰ کہ حسینہ واجد کا معاون خصوصی بھی ہندو ہے۔ وزیر اعظم کے تحت آنے والی تمام ہی وزارتوں کے اندر اعلیٰ عہدوں پر اب ہندو قابض ہو چکے ہیں۔

ہندوؤں کو باقاعدہ نپے تلے انداز میں ریاستی مشینری کی ہر سطح پر بٹھایا جا رہا ہے۔ راج شاہی، سلہٹ، ڈھاکہ، چٹاگانگ، کھلنا، میمن سنگھ، تقریباً تمام ضلعی کمشنروں کے دفاتر میں اعلیٰ عہدوں پر ہندو فائز ہیں۔ ہندو تعلیمی نظام پر بھی خاص توجہ دے رہے ہیں اور اس میں بھی مکمل نفوذ حاصل کر چکے ہیں۔ ثانوی اور اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ کا موجودہ چیئرمین بھی ایک ہندو ہے اور اس نے نصاب کو بتدریج 'ہندوانے' میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

ہندو تھانیدار اور ایس پی ملک کے تمام اہم تھانوں اور اضلاع میں تعینات کیے جا چکے ہیں۔ بنگلہ دیش کی آزادی کے تینتیس سالوں میں پولیس کی سپیشل برانچ میں کوئی غیر مسلم بھرتی نہیں کیا گیا لیکن ۲۰۱۴ء کے بعد سے سپیشل برانچ میں بھی ہندو بھرتی کیے جا رہے ہیں۔ حال ہی میں ایک ہندو کو ترقی دے کر پولیس کی خفیہ برانچ کا سربراہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ ہندو افسران بالعموم اپنے ساتھ موجود نام نہاد مسلمان افسران پر اپنا غلبہ قائم کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور اگر کوئی بھی ان ہندو افسران کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کرتا ہے تو وزیر اعظم کے دفتر یا بھارتی ہائی کمیشن سے براہ راست فون کال کے ذریعے سے ایسے افراد کی گوشمالی کی جاتی ہے۔

مزید برآں، اس وقت بنگلہ دیش میں قانونی اور غیر قانونی طور پر پندرہ سے بیس لاکھ بھارتی شہری کام کر رہے ہیں۔ ان ہندوؤں نے کپڑے کی صنعت اور دیگر صنعتوں میں بھی اعلیٰ سطحوں پر اپنا تسلط قائم کر رکھا ہے۔

یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ بنگلہ دیش میں موجود ہندوؤں کی پچاس فیصد سے زیادہ تعداد کا تعلق نچلی ذاتوں (دلت[1] یا ہریجن[2]) سے ہے۔ ان میں سے زیادہ تر ہندوؤں کا تعلق کم آمدنی والے گھرانوں سے ہے اور معاشرے میں اور نوکریوں کے حصول کے اعتبار سے بھی ان کی کوئی مضبوط حیثیت نہیں ہے۔ نام نہاد اونچی ذات کے ہندو خود کو ان نچلی ذات کے ہندوؤں سے ممتاز تصور کرتے ہیں اور خود کو ان سے جدا رکھتے ہیں۔ حکومتی ملازمتوں میں اس نچلی ذات کے ہندوؤں کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جن ہندوؤں نے انتظامیہ کے اندر اعلیٰ عہدے حاصل کر رکھے ہیں ان کا تعلق نام نہاد اونچی ذاتوں سے ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک ایسا گروہ جو آبادی کا پانچ فیصد بھی نہیں وہ سول انتظامیہ کے ۳۵ فیصد حصے پر قابض ہے۔ یہ نام نہاد اونچی ذات کے ہندو ہمیشہ بھارت کے ایجنٹ رہے ہیں اور یہ ہمیشہ ہندو ایجنڈے کو آگے بڑھانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ سابق چیف جسٹس بھی ایک ہندو سریندر سنہا ہے۔ اس کے اثر و رسوخ اور اس عہدے تک پہنچنے کا اصل راز اس کا بھارتی ہائی کمیشن کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کے دور میں ہائی کورٹ سے جاری ہونے والے بہت سے فیصلے براہ راست بھارتی ہائی کمیشن کی ہدایات پر جاری ہوئے۔

حال ہی میں ایک صحافی نے ایک ایسے خط کا ذکر کیا ہے جو حکومتی اداروں میں ملازم ہندوؤں کو بھیجا گیا ہے۔ اس خط کے ذریعے انہیں یہ پیشکش کی گئی ہے کہ ''اسکون'' (ISKCON) کے احکامات کے مطابق کام کرو تو تمہاری ترقی کے معاملات کو ہم دیکھ لیں گے، اس کے علاوہ ہر ماہ تمہاری سرکاری تنخواہ کے ساٹھ فیصد تک کی اضافی رقم بھی ہم دیا کریں گے۔ ('اسکون' کیا ہے اس کے بارے میں آگے آئے گا۔)

---

[1] ماضی میں انہیں شودر کہا جاتا تھا پھر یہ اصطلاح استعمال میں لائی گئی تاکہ شودر کے نام میں جو توہین موجود ہے اس کی جگہ کوئی اور نام استعمال کیا جائے، جس کے سنسکرت میں معنیٰ 'مظلوم' کے ہیں۔ لیکن اب یہ اصطلاح بھی ہندو معاشرے میں توہین آمیز بن چکی ہے۔

[2] یہ نام شودروں کو گاندھی نے دیا تھا جس کا معنیٰ تھا ''خدا کے بیٹے''۔ گاندھی نے یہ اصطلاح بھی شودر کی توہین آمیز اصطلاح تبدیل کرنے کے لیے استعمال میں لائی تھی لیکن اب یہ اصطلاح بھی معاشرے میں توہین آمیز بن چکی ہے۔

سادہ لفظوں میں ہندو نفوذ کے اسی طریقۂ کار کی پیروی کر رہے ہیں جو پہلے صہیونی استعمال کر چکے ہیں۔ اس طریقۂ کار کے ذریعے اور حسینہ واجد کی حکومت کی مدد سے، انہوں نے اب بنگلہ دیش کی بیوروکریسی اور سول انتظامیہ پر مکمل تسلط حاصل کر لیا ہے۔

متحارب ہندو

پچھلے دس سالوں میں ہندوؤں نے اپنے برابر نفوذ کے ذریعے جو طاقت اور اثر و رسوخ حاصل کیا ہے وہ اب نظر آنا شروع ہو گیا ہے۔ پچھلے عرصے میں پیش آنے والے متعدد واقعات اس چیز کی گواہی دیتے ہیں۔

شامپریتی[1] بنگلہ دیش

مئی ۲۰۱۹ء میں، تمام بڑے قومی اخباروں نے اپنے صفحۂ اوّل پر ایک بڑا اشتہار شائع کیا۔ جس کا عنوان تھا ''ممکنہ دہشت گرد کی شناخت کے لیے بنیادی نشانیاں''۔ اس کی فہرست میں بعض بنیادی اسلامی عقائد اور شعائر کو شدت پسندی اور دہشت گردی کی علامات ظاہر کیا گیا۔ جن چیزوں کو شدت پسندی کی نشانیاں قرار دیا گیا ان میں درج ذیل چیزیں شامل ہیں:

- جمہوریت کو اسلام کے منافی تصور کرنا
- اسلامی نظام، شریعت یا خلافت کے قیام میں دلچسپی
- اسلام میں اچانک سے دلچسپی لینا شروع کرنا
- داڑھی رکھنا
- شلوار ٹخنوں سے اونچی کرنا
- شرک و بدعت کے خلاف بات کرنا
- قومی تہواروں کو شرکیہ کہنا اور ان کی مخالفت کرنا
- غزوۂ ہند، ظہورِ مہدی و دجال کے موضوعات میں دلچسپی لینا
- عالمی طور پر مسلمانوں پر ہونے والے ظلم سے متعلق آگاہ رہنا
- شیخ انور العولقی، مولانا عاصم عمر، شیخ جاسم الدین رحمانی اور استاد تمیم العدنانی کے دروس سننا
- دینی حلقے منعقد کرنا
- میلاد النبی اور شب برأت کی مخالفت کرنا
- جسمانی صحت پر توجہ دینا

یہ اشتہار شامپریتی بنگلہ دیش نامی تنظیم کی جانب سے نشر کیا گیا۔ اس تنظیم کا قیام تین سال پہلے ہوا اور اس کا سربراہ پجوش بوندوپاڈھے ایک اسلام دشمن ہندو ہے۔ اس نے نام نہاد شاہ باغ تحریک کے دوران مجمع میں اسلام مخالف نظم پڑھ کر سنائی تھی۔ ۲۰۱۶ء میں بھارت گیا اور مودی سے ملاقات کی اور بنگلہ دیش میں ''ہندوؤں پر ڈھائے جانے والے مظالم'' کی شکایت کی۔ اس کا تعلق ''اسکون'' (ISKCON) نامی تنظیم کے ساتھ بھی ہے۔ شامپریتی بنگلہ دیش کی صفوں میں اور بھی بہت سے مشہور بھارتی ایجنٹ اور نام نہاد دانشور شامل ہیں۔ بہت سے عیسائی پادری اور بدھ راہب بھی اس تنظیم کے رکن ہیں۔

اس اشتہار کو شدید ردعمل کا سامنا کرنا پڑا۔ عام مسلمانوں نے سوشل میڈیا پر بھی اس اشتہار کے خلاف احتجاج کیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد شامپریتی بنگلہ دیش نے اخباروں میں ایک اور اشتہار شائع کیا جس میں دعویٰ کیا گیا کہ ان کا پہلے اشتہار سے کوئی تعلق نہیں۔

'بنگلہ دیش کونسل برائے ہندو، بدھ، عیسائی اتحاد' اور پریا ساہا

۱۷ جولائی ۲۰۱۹ء کو ایک بنگلہ دیشی ہندو عورت پریا ساہا نے وائٹ ہاؤس میں عوامی ملاقات کے دوران ڈانلڈ ٹرمپ کو بنگلہ دیش میں ''ہندوؤں کے خلاف مظالم'' کی شکایت کی۔ اس عورت نے دعویٰ کیا کہ بنگلہ دیش سے تین کروڑ ستّر لاکھ ہندوؤں کو غائب کر دیا گیا ہے۔ انہیں بنگلہ دیشی حکومت کی مدد سے بنیاد پرست مسلمانوں نے ملک سے باہر دھکیل دیا ہے۔ یہ پریا ساہا ایک تنظیم 'بنگلہ دیش کونسل برائے ہندو، بدھ، عیسائی اتحاد' کی جنرل سیکریٹری ہے۔ اس کا شوہر اعلیٰ عہدے پر فائز ایک سرکاری ملازم ہے۔ اس کے بیان پر ملک میں شدید غصے کا اظہار کیا گیا۔ چونکہ ساہا کا یہ دعویٰ خود حکومت کے خلاف بھی جا رہا تھا اس لیے عوامی لیگ کے حامی اور اراکین نے بھی اس کے خلاف اپنے غصے کا اظہار کیا۔ عوامی لیگ سے تعلق رکھنے والے ایک سیاست دان، جو سوشل میڈیا پر بہت معروف ہے، نے ساہا کے خلاف ایک کیس کی درخواست بھی داخل کروانے کی کوشش کی۔ لیکن ہندوؤں کے تسلط میں چلنے والی عدالت نے نہ صرف درخواست مسترد کر دی بلکہ اس سیاست دان کے خلاف کیس داخل کر لیا۔ ساہا کے بیان کے بعد پہلے دن بہت سے وزراء نے میڈیا پر بڑے بڑے اور غصیلے بیانات دیے اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ اسے انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا اور اس کے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلایا جائے گا وغیرہ۔ لیکن جلد ہی ان بیانات نے 'یوٹرن' لے لیا۔ وزراء نے کہنا شروع کیا کہ جو کچھ ساہا نے کہا وہ بغاوت کے زمرے میں نہیں آتا اس لیے اس کے خلاف کوئی مقدمہ دائر نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اگر وہ چاہے تو اسے حکومت کی طرف سے تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

'بنگلہ دیش کونسل برائے ہندو، بدھ، عیسائی اتحاد' نے دعویٰ کیا کہ ساہا کا یہ بیان اس کی ذاتی رائے ہے اور اس رائے کا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اسی تنظیم کی امریکی شاخ نے ساہا کو اس کے بیان پر مبارکباد پیش کی اور مکمل طور پر بیان کی حمایت کی۔ اس تنظیم کا قیام ۱۹۸۸ء میں ہوا۔ اگرچہ اس تنظیم کے نام میں بدھ اور عیسائی بھی شامل ہے، لیکن حقیقت میں یہ ایک خالص ہندو تنظیم ہے۔ اس کے قیام سے ہی اس تنظیم کو عوامی لیگ اور بھارت دونوں کی حمایت حاصل تھی۔ (باقی صفحہ نمبر 66 پر)

[1] ہم آہنگی

ایمان ہی ایک مومن کا اصل سرمایۂ حیات ہے!

(خطوط از ارضِ رباط)

مولانا قاری عبد العزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

خطوط کا انسانی زندگی، زبان و ادب اور تاریخ پر گہرا اثر ہے۔ یہ سلسلہ ہائے خطوط اپنے انداز میں جدا اور نرالے ہیں۔ ان کو لکھنے والے القاعدہ برِّ صغیر کی لجنہ مالیہ کے ایک رکن، عالم و مجاہد بزرگ مولانا قاری ابو حفصہ عبد الحلیم ہیں، جنہیں میادین جہاد 'قاری عبد العزیز' کے نام سے جانتے ہیں۔ قاری صاحب سفید داڑھی کے ساتھ کبر سنی میں مصروفِ جہاد رہے اور سنہ ۲۰۱۵ء میں ایک صلیبی امریکی چھاپے کے نتیجے میں، قندھار میں مقامِ شہادت پر فائز ہو گئے، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ قاری صاحب نے میدانِ جہاد سے وقتاً فوقتاً اپنے بہت سے محبین و متعلقین (بشمول اولاد و خاندان) کو خطوط لکھے اور آپ رحمہ اللہ نے خود ہی ان کو مرتب بھی فرمایا۔ ادارہ 'نوائے غزوۂ ہند' ان خطوط کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ پاک ان خطوط کو لکھنے والے، پڑھنے والوں اور شائع کرنے والوں کے لیے توشۂ آخرت بنائے، آمین۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

میں آپ کو (قید و بند کے) امتحان میں آپ کی کامیابی پر اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ رب العالمین سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کی کامیابی پر آپ کے بچوں، گھر والوں، والدین، بھائی بہنوں اور دوست احباب کی آنکھیں ٹھنڈی کرے اور آپ کے دین و ایمان میں نکھار پیدا کرے اور سب سے بڑھ کر آپ کو حاسدین کے حسد اور شیاطین کی نظر سے محفوظ فرمائے آمین! ثم آمین!! دل بہت چاہتا ہے کہ آپ سے ایک بار ملاقات ہو اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا ہوں کہ وہ اپنی مہربانی سے کوئی سبیل پیدا کرے۔ آپ کی طرف سے بھیجے ہوئے تمام تحفے تحائف عین عید الفطر کے دن مجھے موصول ہوئے، اگر اس کے ساتھ آپ کے حال احوال پر مشتمل خط بھی مل جاتا تو عید کی خوشیاں دوبالا ہو جاتیں۔

میرے پیارے بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں سرخرو کرے۔ میں قرطاس ابیض پہ کیا درج کروں، دل کے نہاں خانے میں بہت ساری امیدیں اور بہت ساری باتیں چھپائی ہوئی ہیں۔ یہ ساری امیدیں اور باتیں اس معمولی پرچی میں لکھنے کے لیے الفاظ بھی نہیں، جگہ بھی نہیں اور وقت بھی نہیں!

یہ بات قابلِ غور ہے کہ وہی لوگ دنیا و آخرت میں کامیاب ہیں جو دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے ہر معاملے میں اعلیٰ و ارفع مقاصد پیشِ نظر رکھتے ہیں اور انہی مقاصد کے حصول کے لیے تگ و دو کرتے ہیں۔ انہی دو طرح کے لوگوں سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىهَاۖ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا[1] کہ "جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اس نے کامیابی حاصل کی۔ اور جس نے اُسے (دنیاوی حقیر چیزوں کے حصول میں) اُلجھا دیا وہ ناکام ہو گیا"۔ میری دعا ہے کہ آپ کا یہ امتحان آخری امتحان (آزمائش) ثابت ہو اور آپ کے پیشِ نظر زندگی کے بلند مقاصد ہوں۔

میرے پیارے بھائی! امتحان کے بعد اب آپ نے کیا سوچا ہے؟ کیا دنیاوی دھندے میں لگنا ہے یا زندگی کے بلند مقاصد کے حصول کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنا ہے؟ مجھے امیدِ واثق ہے کہ آپ میری توقع کے عین مطابق ہی سوچ رہے ہوں گے۔ میری بھی اولین خواہش یہی ہے کہ آپ زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے عملی میدان کا انتخاب کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرے بغیر اس راستے کا انتخاب کریں۔

اصل مسئلہ ایمان کو محفوظ کرنا ہے کہ ایمان ہی ایک مومن کا اصل سرمایہ ہے۔ یہ وہ وقت ہے جس کے بارے میں نبی کریم (ﷺ) نے اپنی پیش گوئیوں میں بتایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ(ﷺ): یُوْشِکُ اَنْ یَکُوْنَ خَیْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ، یَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الجِبَالِ وَمَوَاقِعِ الْقَطَرِ یَفِرُّ بِدِیْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ۔(بخاری، عن ابی سعید الخدریؓ، باب التعرب فی الفتنۃ)

"وہ دن دور نہیں کہ مسلمان کا بہترین مال چند بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں یا بارانی علاقوں میں جائے گا (تو اس طرح اس کا جانا) دین کو لے کر فتنوں سے بھاگنے کے مترادف ہو گا"۔

صحابہ کرام میں بہت سے حضرات تاجر تھے، بعض زمینداری کرتے تھے، دیگر بھی کسی نہ کسی پیشے سے منسلک تھے، مگر ان ہستیوں نے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے دنیا کی تمام تر آسائشوں کی قربانیاں دیں، یہاں تک کہ اپنا گھر بار، رشتے ناتے اور وطن، سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کی اور ہجرت کے بعد بھی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھے بلکہ دین کی سربلندی کے لیے تن من دھن ایک کر دیا، تبھی اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں فرمایا: رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ[2] "اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش"۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میری عمر کا کچھ حصہ سیر و سیاحت میں گزرا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ ایک ایک آدمی کے پاس سیکڑوں بکریاں ہیں، وہ اسی میں خوش ہے، اُسے نہ کوئی غم ہے، نہ کوئی فکر ہے اور نہ ہی اسے اللہ تعالیٰ کے ڈر کے علاوہ کوئی ڈر ہے۔ ہاں! اس کا ایمان بہت مضبوط ہے۔ وہ کہتا ہے: یارو! تم شہری بابو ہو، تم لوگوں کا ایمان اللہ پر کیسے مضبوط ہو گا جبکہ تم شہر کی کثافتوں میں رہتے ہو اور روزانہ فتنوں کا شکار ہوتے ہو؟ تم شہر میں بڑی بڑی عمارتیں دیکھتے ہو اور فلاں فلاں انجینئر کی تعریف سے زبان تر کرتے ہو، تمہیں بڑی بڑی گاڑیاں، ہوائی جہاز نظر آتے ہیں تو تم فلاں فلاں ملکوں کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہو، اسی طرح جب تم لوگ

[1] سورۃ الشمس: ۹، ۱۰

[2] سورۃ المجادلۃ: ۲۲

بیمار ہوتے ہو تو بڑے بڑے ہسپتالوں کا رخ کرتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفایاب ہوتے ہو تو وہاں بھی تمہیں اللہ تعالیٰ نظر نہیں آتا، وہاں پر بھی ڈاکٹر صاحب کا کمال ہی گردانتے ہو۔ جب کہ ہم کو یہاں بڑے بڑے پہاڑ، نالے اور چوٹیاں نظر آتی ہیں تو ہمارا دھیان فوراً اللہ جل جلالہ کی طرف جاتا ہے اور ہم پکار اُٹھتے ہیں کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ [1]۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اہلِ بصیرت کی یہی صفت بیان فرمائی ہے۔

ایک طرف پہاڑوں میں رہنے والوں کی بے فکری اور ایمان کی یہ کیفیت، دوسری طرف شہروں میں رہنے والوں کا یہ حال کہ نگاہوں کو چکاچوند کر دینے والے بڑے بڑے شہروں میں رہنے والے کروڑپتی آدمی کے پاس دنیا کی تمام آسائشیں ہونے کے باوجود اس کی رات کی نیند حرام، وہ بیسیوں بیماریوں کا مرکب، اگر اس کے پاس ایک مہمان آجائے تو اس کی جان نکل جاتی ہے اور اسے جلد سے جلد فارغ کرنے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اس سے پوچھا جاتا ہے کہ گرم پیو گے یا ٹھنڈا؟ جبکہ ان دیہاتیوں کا حال یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی اجنبی مسافر آجاتا ہے تو اگر ان کے پاس کچھ بھی نہ ہو تب بھی وہ اس سے ضرور کہیں گے کہ کھانا کھالو۔ ایک مرتبہ ایک دو دوستوں کے ساتھ ایک غریب بستی سے ہمارا گزر ہوا اور ہم روزے سے تھے۔ افطار کا وقت نکل چکا تھا، اندھیرا چھیل رہا تھا کہ اسی دوران ہمیں گاؤں کا ایک آدمی ملا، اس سے ہم نے پوچھا کہ کیا ہمیں پانی مل سکتا ہے؟ اس نے ہماری طرف دیکھا اور وہ سمجھ گیا کہ یہ لوگ روزے سے ہیں، وہ فوراً آس پاس کے گھروں میں گیا۔ اس کے بعد جس کے پاس جو کچھ بچا کچھا تھا وہ سب لے آئے۔ کسی کے پاس ایک آدھ روٹی تھی وہ اسی کو لے آیا، کسی کے پاس تھوڑا سا سالن تھا وہ اسی کو لے کر آیا، تو کسی کے پاس صرف چائے بچی تھی وہ اسی کو لے آیا۔

اہلِ ایمان کے لیے یہ دنیا قید خانہ ہے: اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ [2] "دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے"۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا دنیا والوں ہی کے لیے ہے اور آخرت آخرت والوں کے لیے ہے۔ بیچ والوں کے لیے نہ یہ ہے اور نہ وہ ہے، کیونکہ وہ یہاں نہ مسلمان بن کر رہے اور نہ کافر۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا: مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ [3] "بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں، نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ اُن کی طرف"۔ یہ لوگ یہاں کفار و مرتدین کی ہاں میں ہاں ملا کر ذلت سمیٹ رہے ہیں، اس کے باوجود اپنے رویے میں تبدیلی لانے کے بجائے اُلٹا اللہ تعالیٰ کے کلام کی خود ساختہ توضیح کے ذریعے لاکھوں لوگوں کو اپنے اِرد گرد جمع کر کے کاروبارِ دین چمکا رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول (ﷺ) نے ہمیں دعا سکھائی ہے جس میں حضور (ﷺ) نے ہمیں دنیا و آخرت دونوں کے حصول کی تعلیم دی کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، "اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرمانا اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا"۔

یہ دعا نبی کریم (ﷺ) کی محبوب دعاؤں میں سے ایک محبوب دعا ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس دعا میں حَسَنَةً کا مطلب حضور نبی کریم (ﷺ) کو پتہ نہیں تھا حالانکہ آپ (ﷺ) ہی نے امت کو یہ دعا سکھائی اور خود بھی کثرت سے پڑھی ہے؟ جب ہم نبی کریم (ﷺ) کی عملی زندگی کو دیکھتے ہیں تو ان کی زندگی کو دنیا جہاں سے الگ تھلگ پاتے ہیں۔ وہ دنیا کے پیچھے کبھی نہیں بھاگے بلکہ ان کے شب و روز کا یہ عالم تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ہجرت کے بعد مدینہ آکر نبی کریم (ﷺ) نے مسلسل تین دن تک گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی [4]۔ آپ (ﷺ) کے گھر میں بعض اوقات مہینہ مہینہ بھر چولہا جلانے کی نوبت نہ آتی تھی، کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔ آپ اپنے لیے دعا مانگتے تھے کہ اے میرے رب! مجھے ایک دن کھانے کو ملے اور ایک دن بھوکا رہوں اور بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑاؤں اور تجھے یاد کروں اور جس دن کھاؤں تو تیرا شکر ادا کروں"۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: "مجھے اس دنیا سے کیا کام؟ میں تو اُس مسافر کی طرح ہوں جو راستے میں چلتے چلتے کسی درخت کے سائے میں آرام کرلے اور آگے بڑھ جائے"۔ [5]

کیا یہ سب کچھ نبی کریم (ﷺ) نے کسی مجبوری میں اختیار فرمایا تھا؟ ہرگز نہیں۔ جبکہ آپ (ﷺ) کو یہ پیشکش بھی کی گئی تھی کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے احد پہاڑ کو سونے کا بنا دیا جائے لیکن آپ (ﷺ) نے یہ پیشکش قبول نہیں فرمائی۔ آپ (ﷺ) کا یہ عملی نمونہ صرف اپنی ذات کے لیے نہیں تھا بلکہ ہر اُس شخص کے لیے ہے جو آپ (ﷺ) سے محبت رکھتا ہے۔ جہاں تک دنیا و آخرت ساتھ لے کر چلنے، ہمہ تن اُسی کے لیے کوشاں رہنے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے حصول کے لیے دعا کرتے رہنے کی بات ہے تو اگرچہ یہ صورت بھی جائز ہے مگر یہ بندۂ مومن کے لیے انتہائی مشکل کام ہے (الّا ما رحم ربی)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم (ﷺ) کے عملی نمونے کی پیروی کرنے اور اس پر صبر و ثبات کے ساتھ جمے رہنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین!

اہلِ ایمان سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے دنیا میں عملِ صالح کے ساتھ اُسی کے ہو کر رہیں گے ان کی دنیا تو بہتر ہوگی ہی اور آخرت تو ہے ہی متقین و مخبتین کے لیے جیسا کہ درج ذیل آیت سے واضح ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

---

[1] ترجمہ: "ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا"۔ (سورۃ آل عمران: ۱۹۱)

[2] مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، عن ابی ہریرہ

[3] سورۃ النساء: ۱۴۳

[4] مَاشَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ خُبْزِ بِرٍّ مَأْدُوْمَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ حَتّٰى لَحِقَ اللّٰهَ (بخاری)

[5] مَا لِیْ وَمَا لِلدُّ نْیَا مَا اَ نَا فِی الدُّ نْیَا اِلَّا كَرَاكِبٍ سَنَظَلّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَ تَرَكَهَا (ترمذی)

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ○ (سورۃ ہود: ۲۳)

”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور اپنے رب ہی کے ہو کر رہے، تو یقیناً وہ جنتی لوگ ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“

دنیا میں رزق کا معاملہ ہو یا اچھی زندگی کی بات ہو، اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزوں کو تقویٰ و پرہیز گاری اور عملِ صالح کے ساتھ ہی منسلک کر رکھا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ○ (الطلاق: ۲، ۳)

”جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا (اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی نہ کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اُسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اس کے لیے وہ کافی ہے۔“

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (سورۃ النور: ۵۵)

”اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا۔“

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ (سورۃ النحل: ۹۷)

”جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے۔“

ان سب باتوں سے میرا مدعا ہرگز یہ نہیں کہ میں بڑا ناصح ہو گیا ہوں اور آپ کو دنیا سے بے زار کرنا چاہتا ہوں۔ میرا مدعا صرف یہ ہے کہ ہمارا جو بھی قدم اُٹھے، صحیح سمت اُٹھے اور بہت سوچ و فکر کے ساتھ اُٹھے۔ آپ کے ساتھ میرا ایک خاص تعلق ہے جو مضبوط ایمانی بنیاد رکھتا ہے جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز نہ کرے کہ ہمارے قدم متزلزل ہوں اور ہم کوئی مصیبت اُٹھائیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھے اور دین کی صحیح راہ پر جمائے رکھے آمین!

سب بچوں کو میری طرف سے بہت بہت دعا اور پیار ہو۔ یہ سب ننھے منے اب بڑے ہو رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو آپ سب کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے آمین! سب احباب اور آپ کے والدین کو میرا اسلام عرض ہو۔ ہمیں آپ کی دختران کی شادی کی خبر سن کر بڑی خوشی ہوئی، ان کو ہماری طرف سے مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں کو خوش گوار بنائے آمین!

آخر میں ہم ان تمام شیطان نما کالے بھیڑیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جو ہمارے دین کے راستے میں گھات لگائے بیٹھے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری تمام خطاؤں سے در گزر کرے اور تمام کوتاہیوں کو معاف کرے اور ہم پر رحم کرے آمین! ثم آمین!!

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ○

(سورۃ البقرۃ: ۲۸۶)

”اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے چوک ہو جائے تو اس پر نہ پکڑیو، اے ہمارے رب! اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے، اے ہمارے رب! اور وہ بوجھ نہ ڈال جس کے ہم متحمل نہیں، ہم سے در گزر فرما، ہمیں معاف فرما، اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مولیٰ ہے، پس کافر قوموں کے مقابلے ہماری نصرت فرما۔“

ہمارے لیے بھی دعاؤں کا ضرور اہتمام کریں۔

والسلام علیکم،

آپ کا خیر اندیش، آپ کا بھائی

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

امامِ برحق

شہید اسلام، امام برحق حضرت مولانا عبد الرشید غازیؒ کی مختصر سوانح حیات

معین الدین شامی

آپریشن سائلنس

طاغوتی ایوانوں میں یہ امر پہلے ہی طے ہو چکا تھا کہ دینِ اسلام کو اس کی اصل تعبیر کے ساتھ بیان کرنے والوں اور اس کے نفاذ کا مطالبہ و کوشش کرنے والوں کو بزورِ قوت کچلا اور دبایا جائے گا۔

اپنے دریدہ دامن کے چھیدوں کو چھپانے اور بدنما و داغ دار چہروں پر پڑے نقاب کو قائم رکھنے کے لیے مذاکرات کا ڈھونگ رچایا گیا۔ حکومتی ایوانوں میں دین کا نفاذ تو کجا مسجدوں میں اذان و نماز جسے جدید نظام کے عَلَم بردار اپنے دینِ سیکولرازم میں روا جانتے ہیں پر بھی پابندیاں لگا دینے کی خاطر امریکہ و امریکہ نواز مقتدر طبقوں نے لال مسجد کو 'لال خون' میں نہلانے کا فیصلہ کر لیا۔

۷ جولائی ۲۰۰۷ء کی ایک خون آشام شام کو ابرہہٗ زماں اور اس کے ہاتھیوں کے لشکر نے اللہ کے گھر پر چڑھائی کر دی۔ اہلِ کفر چاہتے تھے کہ قوت کے استعمال کے ساتھ اہلِ حق کو دبا ڈالیں۔ جب اہلِ حق، اظہارِ حق کے بعد نفاذِ حق کی محنت سے باز آجائیں گے تو اہلِ باطل دنیا بھر میں یہ دکھائیں گے اور اترائیں گے کہ ہمارا دعویٰ اور ہماری تعبیرِ دین درست تھی، تبھی تو یہ پھسل گئے۔

لیکن اہلِ حق تو 'الحق لا شریک لہ' کی مدد و استعانت پر چلتے ہیں۔ یہ اہلِ حق بھی عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ ان کی عزیمت کے سامنے شیریں و فرہاد کی داستانیں محض کہانیاں ہی ہوتی ہیں۔ یہ اہلِ حق عشق و مستی کے وہ ابواب رقم کرتے ہیں جن کا ایک ایک حرف آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

۷ جولائی کو گولیاں چلنی شروع ہوئیں۔ سنائپر بندوقوں سے تاک تاک کر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حافظوں کے سینوں میں جلتے چراغوں کو بجھایا گیا۔ مارٹر گولوں سے مسجد کے میناروں اور گنبدوں کا نشانہ لیا گیا۔

یہ سب کم نہ تھا کہ اسلام کے خلاف عالمی جنگ کے سرغنہ امریکہ نے خدا کے گھر کو مسمار کرنے اور اللہ والوں کا نشانہ لے لے کر قتل کرنے کے لیے اپنے ڈرون طیارے بھی 'پاک' فوج کو عطا کر دیے۔ ۸ اور ۹ جولائی کو فضا میں 'ایم کیو – ون پریڈیٹر' ڈرون طیارے (MQ-1 Predator UAVs) آگئے اور زمین پر مورچہ زن 'پاک' فوج کے سپاہیوں کو براہِ راست لال مسجد و جامعہ حفصہ کی فضائی تصاویر فراہم کی گئیں۔ [1]

اس دوران کہ جب فوجی آپریشن شروع ہو چکا تھا، تب بھی حکومتِ وقت مذاکرات کی نام نہاد 'دہائی' دیتی رہی اور یہ اعلان میڈیا پر کیا جاتا رہا کہ 'ہم پر امن حل کے خواہاں ہیں'۔ ایک طرف یہ ابلاغی دعوے تھے جب کہ دوسری طرف مستقل و حشیانہ عسکریت۔

اسی دوران دھوکے سے غازی صاحب کے برادرِ کبیر مولانا عبد العزیز صاحب کو گرفتار کر لیا گیا اور قومی ٹیلی وژن پر آپ کو عورتوں کے لباس میں پیش کیا گیا۔

خونِ مسلم کو بہنے سے بچانے کی خاطر غازی صاحب اور حکومت کی طرف سے کمیٹی میں موجود سیاست دانوں اور علما کے ساتھ ایک معاہدہ طے پایا لیکن حکومت کا منشا خون خرابہ اور اہلِ اسلام کے خلاف ظلم و تعدی تھا، لہٰذا ایک جنبشِ قلم پرویز مشرف اور اس کے وزیروں مشیروں نے کسی بھی قسم کے معاہدے کو رد کر دیا۔

فوج و حکومت اس عرصے میں وقت حاصل کرتی رہیں، اور مسجد و مدرسے کا جس قدر سخت محاصرہ ہو سکتا تھا کر لیا گیا۔ نیز آخری فوجی کارروائی کی تیاریاں پوری کر لی گئیں۔

بالآخر ۱۰ جولائی کی صبح چودھری شجاعت حسین اور اعجاز الحق کے ذریعے یہ اعلانات مسجد کے باہر فوجی مورچوں سے بذریعہ لاؤڈ سپیکر کروائے گئے کہ مذاکرات ناکام ہو گئے ہیں اور چند ہی منٹ کے بعد سپیشل سروسز گروپ (ایس ایس جی) کے کمانڈوز نے اللہ کے گھر پر ہلّا بول دیا۔ [2]

یہ بھی کیسی عجیب بات ہے، اور دنیا میں ایسا کہاں ہوتا ہے کہ فریقین بھلے جنگ کے لیے بھی تیار ہوں لیکن وہ مذاکرات اور ڈائیلاگ کی بات کر رہے ہوں اور جیسے ہی مذاکرات وغیرہ میں کوئی تعطل آئے تو طاقت ور فوراً حملہ کر دے۔ اور فوراً، حقیقتاً فوراً ہی ہو کہ یہاں مذاکرات کی ناکامی کا اعلان ہوا اور وہاں چند منٹ میں فوجی مسجد و مدرسے پر چڑھ گئے۔

شہادت

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

غازی صاحب اور آپ کے رفقا نے یہ سب جد وجہدِ دینی اللہ کی رضا کو پانے کی خاطر شروع کی تھی۔ بندۂ مومن کا شعار تو خود بندۂ مومن سے محبت کرنے والے ربّ نے بیان کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَآ إِلَّآ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ...... (سورۃ التوبۃ: ۵۲)

''کہہ دو کہ تم ہمارے لیے جس چیز کے منتظر ہو، وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ (آخر کار) دو بھلائیوں میں سے ایک نہ ایک بھلائی ہمیں ملے؟''

---

[1] بحوالہ خبر رساں ایجنسی 'آن لائن' (http://www.onlinenews.com.pk/details.php?id=114788)

[2] بحوالہ پاکستان ٹائمز (http://www.pakistantimes.net:80/2007/07/11/top.htm)

دو بھلائیاں؛ فتح یا شہادت! یا تو بندۂ مومن کو اللہ کی راہ میں کھپتے، دعوت دیتے و جہاد کرتے غلبہ حاصل ہو رہے گا یعنی اللہ کے باغیوں پر فتح مل رہے گی اور اگر یہ نہ ہوئی تو حسنِ خاتمہ بصورتِ شہادت فی سبیل اللہ ہو گا۔

بندۂ مومن تو فتح بھی اپنے نفس کی خاطر، اپنی جان، اپنے قبیلے یا قوم و وطن کی خاطر نہیں چاہتا۔ یہ فتح بھی فی سبیل اللہ ہوتی ہے۔ بندۂ مومن نہ مال و جاہ کا طالب ہوتا ہے اور نہ ہی کشور کشائی اس کا مطمحِ و مقصد ہوتا ہے۔

محب و محبوب ربّ کے بندوں کے لیے فتح مقدر نہ ہو تو بھی ان بندوں کے مخالفین کے لیے دنیا میں صورتِ فتح، ابدی 'رسوائی' مقدر ہو چکی ہوتی ہے، اور شہادت کے تو کیا ہی کہنے ہیں؟

اسی شہادت فی سبیل اللہ کے متعلق، خدا کے بعد بزرگ و برتر، کامل و اکمل، فخرِ موجودات، رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسا ہی تعجب خیز فرمان ہے:

”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَدِدْتُ أَنِّي أُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ.“[1]

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں جنگ کروں اور قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔“

اور مجدد ملت، حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اس حدیث کے ذیل میں کیا ہی عجیب بات فرمائی ہے:

”آہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر کیا گزرتی ہو گی جو یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر آئی، ورنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ضابط تھے...... صاحبو! شہادت میں کچھ تو لذت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اس کی تمنا فرماتے ہیں۔“[2]

یہی تمنا غازی صاحب کے دل میں بھی تھی۔ سچ یہ ہے کہ غازی صاحب رضائے الٰہی کے طالب تھے اور ان کو واضح نظر آ گیا کہ اب رضائے الٰہی کا مجھ سے تقاضا اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا ہے۔

'پاک' فوج کے شقی سپاہیوں کی گولیاں جب غازی صاحب کی والدہ کو لگیں تو اپنی ماں کو کلمہ پڑھانے لگے اور ایک صحافی سے اسی دوران بات کرتے ہوئے کہا:

”میری شہادت اب یقینی ہے!“[3]

آپ زبانِ قال و حال سے کہہ رہے تھے:

ہر تمنا دِل سے رخصت ہو گئی
اب تو آ جا، اب تو خلوت ہو گئی

روحِ قدسی جانبِ جنت روانہ ہوتی ہے

اللہ کے گھر کی حرمت و تقدس پامال کرنے، اوراقِ قرآنی کو نذرِ آتش کرنے اور دسیوں طلبہ و علما کو قتل کرنے کے بعد اُس فوج نے لال مسجد کو فتح کر لیا جس نے بابری مسجد کا 'بدلہ' لینا تھا۔ مسجد کو تاراج کرنے کے بعد ایس ایس جی کمانڈوز جامعہ حفصہ کے احاطے کی طرف بڑھے۔ اسی احاطے میں مولانا عبد الرشید غازی بھی موجود تھے۔

کمانڈوز داخل ہوئے اور انہوں نے غازی صاحب کو تاک کر ٹانگ پر گولی ماری اور اعلان کیا 'عبد الرشید غازی! سرینڈر ہو جاؤ!'، ساتھ ہی کہا گیا کہ 'ہم ابتدائی طبی امداد کا عملہ بھیجتے ہیں جو تمہاری مرہم پٹی کرے گا'۔ نجانے غازی صاحب کو اس دشمنِ دین کی آواز پہلے سنائی دی یا 'نغمۂ حورِ جناں' پہلے کانوں میں گونجا۔

غازی صاحب تو بہت پہلے ہی اپنا سب کچھ اللہ کے سامنے 'سرینڈر' کر چکے تھے اور اللہ کا حکم تھا کہ جب تم اہلِ طغیان سے ٹکراؤ، جب قتال کا مرحلہ آئے تو پیٹھ مت پھیرو۔ آپ نے اسی حکمِ خداوندی پر عمل کیا اور مسجد و مدرسے کو پامال کرنے والوں پر جوابی حملہ کر دیا۔

اسی اثنا میں چند اور گولیاں آپ کو سامنے سے لگیں اور ایک بار پھر آپ کو 'فرسٹ ایڈ/ابتدائی طبی امداد' کی پیشکش کی گئی جسے آپ نے یہ کہتے ہوئے ٹھکرا دیا کہ 'میرا آخری وقت آ گیا ہے!'۔

غازی صاحب کا قدم لڑکھڑایا اور آپ اللہ کی تمجید بیان کرتے ہوئے گر پڑے۔ آپ کی زبان پر اس وقت یہ مبارک کلمہ جاری ہو گیا:

”سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.“

اس کے بعد آپ نے کلمۂ شہادت پڑھا:

”اشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريک لهٗ واشهد ان محمدا عبده و رسوله.“

آخری بار دشمن کا وار سہتے ہی آپ نے کلمۂ طیبہ ”لا اله الا الله محمد رسول الله“ پڑھا، دشمن نے سہ بارہ آپ کو فرسٹ ایڈ کی پیشکش کی اور سہ بارہ ہی آپ نے یہ پیشکش ٹھکرائی، پھر فرمایا کہ 'مجھے ہاتھ مت لگانا، میرا آخری وقت آ گیا ہے' اور ۱۰ جولائی ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۵ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ، بروز منگل اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آپ کی روح قبض فرمالی (نحسبهٗ کذلك والله حسيبه)۔[4]

---

[1] صحیح بخاری

[2] خطبات حکیم الامت جلد ۹، صفحہ ۷۰، ۷۱

[3] بحوالہ جیو نیوز (ویڈیو نیوز رپورٹ)

[4] بحوالہ: علمائے دیوبند کے آخری لمحات، ج ۲، ص ۳۹۵

جنازہ اور تدفین

غازی صاحب نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے بعد از مرگ میرے والدِ ماجد یعنی مولانا عبد اللہ غازی صاحب کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ سبحان اللہ، اللہ نے آپ کو مرگِ عمومی کی جگہ اپنے والد ہی کے مثل شہادت سے بہرہ ور فرمایا۔ مولانا عبد اللہ غازی شہید کی آخری آرام گاہ آپ ہی کے قائم کردہ مدرسے 'جامعہ فریدیہ' کے ساتھ ہے۔

جس طرح فراعنۂ وقت اہلِ اسلام سے ان کی زندگی میں ڈرتے ہیں اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی ڈرا کرتے ہیں۔ مشہور و معروف ہے کہ شیرِ میسور، مجاہدِ حریت سلطان فتح علی ٹیپوؒ کو جب شہید کر دیا گیا تو انگریز اور انگریزوں کے وفادار کئی گھنٹے تک ٹیپو کی نعش کے قریب بھی آنے سے گھبراتے رہے۔ فرعونِ عصر پرویز مشرف اور اس کے ظالم و فاجر حواری بھی اسی طرح غازی صاحب کی اسلام آباد میں تدفین سے خائف تھے۔ لہٰذا سپریم کورٹ آف پاکستان نے یہ حکم دیا کہ غازی صاحب کو ان کے آبائی علاقے اور جائے پیدائش روجھان غازی کی بستی عبد اللہ میں دفنایا جائے۔ چنانچہ آپ کا جسدِ مبارک، آپ کی شہادت سے اگلے دن یعنی ۱۱ جولائی ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ، بدھ کی شام بستی عبد اللہ لے جایا گیا۔

۱۲ جولائی ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۷ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ، بروز جمعرات، پونے دو بجے سہ پہر آپ کا جنازہ آپ کے برادرِ کبیر مولانا عبد العزیز غازی صاحب نے پڑھایا اور اس آفتابِ عالَم تاب کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

کرامت

مشہور قول اور ثابت شدہ بات ہے کہ 'الإستقامة فوق الكرامة' یعنی 'استقامت کرامت سے افضل ہے' اور غازی صاحب کی زندگی اور موت دونوں ہی استقامت علی الحق کا مظہر ہیں۔ لیکن انسانی مزاج ہے کہ وہ خرقِ عادت اشیا کو دیکھ کر زیادہ متاثر ہوتا ہے اور کرامت بھی انھی خرقِ عادت چیزوں میں سے ایک ہے جو اہل اللہ تابعینِ شریعت سے منسوب ہوتی ہے۔

غازی صاحب کی شہادت کے بعد آپ کی تین کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ پہلی یہ کہ آپ کے خون سے خوشبو پھوٹی۔ دوسرا آپ کا خون تادمِ تدفین بہتا رہا اور تیسرا یہ کہ بعد از تدفین، آپ کے مرقدِ مبارک سے خوشبو پھوٹی اور یہ خوشبو کئی دن تک آپ کی قبر سے آتی رہی۔

یہ تو اس دنیا میں حال ہے۔ قیامت کے روز بھی کیا منظر ہو گا کہ جب حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق کہ اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ[1]...... قیامت کے دن اللہ کے راستے میں لگے ان زخموں سے بہتے خون کا رنگ تو خون سا ہو گا لیکن اس کی خوشبو مشک جیسی ہو گی۔

[1] صحیح بخاری

مشاہیر و قائدینِ امت کے غازی صاحب اور آپ کی تحریک کے متعلق فرمودات

شیخ اسامہ بن لادنؒ

محسنِ امت، شیخ اسامہ بن لادن نے غازی صاحب کی شہادت کے بعد اپنے ایک صوتی پیغام میں فرمایا:

> "جس طرح آج سے تقریباً دو دہائیاں قبل پاکستان کی سرزمین نے ائمۂ اسلام میں سے ایک عظیم امام، بطلِ جہاد، امام عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت دیکھی تھی اور یہاں کی مٹی ان کے پاکیزہ خون سے سیراب ہوئی تھی، اسی طرح آج ایک مرتبہ پھر ہمیں اسی سرزمین پر ایک اور عظیم امام دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے، جو محض اہلِ پاکستان ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لیے ایک امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ امام مولانا عبد الرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ نے، آپ کے ساتھیوں اور طلبہ نے اور جامعہ حفصہ کی طالبات نے شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ کا مطالبہ کیا کیونکہ ہماری تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہم اللہ کے عطا کردہ دین اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ پس یہ سب لوگ درحقیقت اسی عظیم مقصد کی خاطر قتل ہوئے۔"[2]

شیخ ایمن الظواہری

حکیم الامت، امیر المجاہدین، ڈاکٹر ابو محمد ایمن الظواہری (دامت برکاتہم العالیہ) نے لال مسجد پر حملے کے تناظر میں ایک مختصر صوتی پیغام جاری فرمایا، جو کہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے سارے کا سارا ہی لائقِ نقل ہے:

> "آج میں آپ سے اس مجرمانہ زیادتی کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں، جو پرویز، اس کی فوج، اس کی سکیورٹی فورسز، جو سب درحقیقت صلیبیوں کے شکاری کتے ہیں، اسلام آباد میں واقع لال مسجد کے خلاف کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی میں آپ سے اُس گھٹیا اور غلیظ جرم کے حوالے سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں جو پاکستان کے عسکری انٹیلی جنس ادارے نے پرویز کے حکم سے مولانا عبد العزیز کے خلاف کیا جب انہیں ٹی وی کی سکرین پر عورتوں کے لباس میں پیش کیا گیا۔
>
> یہ ایک انتہائی واضح اور صریح پیغام ہے پاکستان کے مسلمانوں اور علمائے پاکستان کے نام، بلکہ تمام عالمِ اسلام کے نام۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جو یا تو صرف

[2] بحوالہ صوتی بیان از شیخ اسامہ بن لادن 'حی علی الجہاد'، نشر کردہ ادارہ السحاب، ستمبر ۲۰۰۷ء

توبہ سے دھل سکتا ہے یا ان مجرموں کے خون سے۔ میں پاکستان کے علما سے استدعا کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ پرویز کے نزدیک آپ حضرات کی بس یہی وقعت ہے۔ اور یہی وہ حشر ہے جو پرویز کے شکاری کتوں کی جیلوں میں آپ کا منتظر ہے۔ اور صلیبیوں کے نزدیک بھی آپ حضرات کی بس اتنی ہی اوقات ہے۔ پرویز اور اس کے شکاری کتوں نے صلیبیوں اور یہودیوں کو خوش کرنے کے لیے آپ کی عزت خاک میں ملا ڈالی ہے۔ پس اگر آپ اب بھی اپنی آبرو کی حفاظت کی خاطر نہ اُٹھے تو پھر پرویز آپ کا کچھ بھی باقی نہ چھوڑے گا، اور اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک پاکستان میں اسلام کو جڑ سے نہ اکھاڑ دے۔ بے شک یہ ذلیل مشرف، جس نے اپنا شرف و دین صلیبیوں اور یہودیوں کے ہاتھوں بیچ ڈالا ہے، آپ کے مقابلے میں زبردست تکبر کا مظاہرہ کر رہا ہے، اور آپ حضرات کے ساتھ بے انتہا حقارت سے پیش آرہا ہے، اور ایسا سلوک کرتے ہوئے اس وقت تک مطمئن نہیں ہو گا جب تک آپ کو رذیل ترین صورت اور انتہائی ذلیل حالت میں پیش نہ کر لے۔

یہ ایک بلیغ پیغام ہے پاکستان میں بسنے والے ہر عالم کے نام، ہر خوددار اور باعزت شخص کے نام، کہ پرویز کے خلاف مزاحمت، اس کے سامنے ڈٹنے، اس سے اسلام پر عمل درآمد کا مطالبہ کرنے اور صلیبیوں و یہودیوں کی غلامی سے باز آنے کا مطالبہ کرنے کی آج یہی قیمت ہے کہ ہر طرح کی بدترین تحقیر و تذلیل کا سامنا کرنا پڑے۔ پس تم سب کا انجام بھی یہی ہو گا، اگر تم خاموش بیٹھے رہے اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے رہے۔

پاکستان میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو!

تمہارے پاس جہاد کے سوا کوئی راہِ نجات نہیں۔ نہ یہ جعلی انتخابات تمہیں نجات دلائیں گے، نہ ہی یہ سیاستیں اور نہ ان مجرموں کے ساتھ سودے بازی، مداہنت اور مذاکرات۔ نہ ہی یہ سیاسی داؤ پیچ تمہیں نجات دلا پائیں گے۔ تمہاری نجات کا واحد رستہ جہاد ہی ہے۔ پس تم پر لازم ہے کہ اس وقت افغانستان میں برسرِپیکار مجاہدین کی امداد اپنی جانوں، اموال، مشوروں اور مہارتوں سے کرو کیونکہ جہادِ افغانستان ہی افغانستان، پاکستان اور پورے خطے کو (کفار و مرتدین سے) بازیاب کرانے کا دروازہ ہو گا۔ جہاد کے میدانوں میں عزت کی موت مرو اور داڑھی مونچھ کے ہوتے ہوئے بھی عورتوں کی سی زندگی نہ گزارو۔ کیا پاکستان میں کوئی عزت دار لوگ نہیں ہیں؟ کیا پاکستان کے غیرت مند لوگ مر چکے ہیں؟ کیا پاکستان میں کوئی نہیں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دے؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ○ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (سورۃ التوبہ: ۳۸-۴۱)

”مومنو! تمہیں کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو تو تم زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو (یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے)۔ کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو کر بیٹھے ہو۔ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تم کو بڑا تکلیف دہ عذاب دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا (جو اللہ کے پورے فرمانبردار ہوں گے) اور تم اس کو کچھ نقصان بھی نہ پہنچا سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو اللہ اس کا مددگار ہے۔ (وہ وقت تم کو یاد ہو گا) جب ان کو کافروں نے گھر سے نکال دیا (اس وقت وہ) دو میں سے دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے۔ اس وقت وہ اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا، اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے، اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ تم سب ہلکے ہو یا بوجھل (یعنی مال و اسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت، گھروں سے) نکل آؤ اور اللہ کے راستے میں مال اور جان سے لڑو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ سمجھو۔“

کیا میں نے بات پہنچا دی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو! کیا میں نے بات پہنچا دی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو! کیا میں نے بات پہنچا دی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو!

شیخ ابو یحییٰ اللیبیؒ

متبحر عالمِ دین، فقیہ و مجاہد شیخ ابو یحییٰ حسن قائد اللیبی شہید نے غازی صاحب کے متعلق اپنے ایک بصری پیغام میں فرمایا:

”شیروں کے اس دستے میں سرِ فہرست، پیچھے نہ ہٹنے والے، امام، عالمِ باعمل، شہید باپ اور شہید ماں کے شہید بیٹے مولانا عبد الرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ

تھے۔ آپ نے ذلت وپستی کے اس دور میں کلمۂ حق بلند کیا، اپنے ایمان کے بل پر بلندیوں کو عبور کیا، اس متکبر باطل کو ذلیل و رسوا کیا جس کا سارا اعتماد اپنی قوت وجبر پر تھا۔ اس شہید نے پورے یقین، وثوق اور اطمینان سے باطل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا غرور و تکبر تمہیں ہی پیارا ہو، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں تو صاف کہتا ہوں:

فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُواْ أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لاَ يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُواْ إِلَيَّ وَلاَ تُنظِرُونِ○(سورۃ یونس: ۷۱)

'تو میں تو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر ایک کام (جو میرے بارے میں کرنا چاہو) مقرر کر لو اور وہ تمہاری جماعت (کو معلوم ہو جائے اور کسی) سے پوشیدہ نہ رہے۔ پھر وہ کام میرے حق میں کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو......'

آپؒ نے محاصرے میں گھِر جانے اور دشمن کی دھونس، دھمکیوں کی بوچھاڑ سن لینے کے بعد یہ کہا...... میں موت کو اس بات پر ترجیح دیتا ہوں کہ میں نے جن باتوں کی دعوت دی ہے ان میں سے کسی ایک سے بھی پیچھے ہٹوں یا خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دوں۔ اور پھر آپ کے فعل نے آپ کے اس قول کی تصدیق کر دی۔

(عربی اشعار کا نثری ترجمہ)

اس کے لیے موت سے بچنا بہت آسان تھا
لیکن اس کے مضبوط موقف اور اعلیٰ اخلاق نے یہ گوارا نہ کیا

اور اس نے خود موت کی دلدل میں مضبوطی سے قدم جمایا
اور اس سے کہا کہ 'میرا حشر بھی اب اس نقشِ پا تلے ہو گا!'

کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا:

'سب سے افضل جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے!'

تو ذرا سوچیے کہ اس کلمۂ حق کا عند اللہ کیا بلند مقام ہو گا جو (محض ظلم ہی کے نہیں بلکہ) عالمی کفر وطغیان کے ایک اساسی رکن کے منہ پر کہہ ڈالا گیا ہو؟ بلکہ اس کی حکومت، فوج، جاسوسی اداروں اور سکیورٹی دستوں سب ہی کے منہ پر کہہ ڈالا گیا ہو؟ مولانا عبد الرشید غازیؒ نے کلمۂ حق صاف صاف اور صراحتاً کہہ ڈالا...... بلا لچک، بلا مداہنت وبلا فریب۔ اور سب کے سامنے ڈنکے کی چوٹ پر بات کی حالانکہ آپ ظلم و انتقام کی تلواروں کو اپنے سامنے چمکتا دیکھ رہے تھے، لیکن آپ نے کچھ پروا نہ کی، کسی بات کو خاطر میں نہ لائے اور حق بات کھول کھول کر پہنچاتے رہے، یہاں تک کہ آپ موت سے جا ملے اور موت آپ سے آن ملی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شہید کر دیے گئے اور آپ کے ساتھ آپ کی والدہ رحمہا اللہ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ اور یوں جھوٹے الزامات بکنے والی ہر زبان گنگ ہو گئی اور بغض و حسد سے لبریز ہر وہ دل سیاہ ہو کر بجھ گیا جو جھوٹے الزامات کو فروغ دینے اور افواہیں پھیلانے نکلا تھا۔ گویا یہ شہیدؒ زبانِ حال سے ان سب حاسدوں سے کہہ رہا ہے:

قُلْ مُوتُواْ بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ○(سورۃ آلِ عمران: ۱۱۹)

'(ان سے) کہہ دو کہ (بد بختو) غصے میں مر جاؤ! اللہ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔'

آپؒ ان سب لوگوں کے لیے ایک نمونے کی حیثیت رکھتے تھے جو آپ کے ساتھ مل کر لڑے۔ اور اب تو آپ اپنی ذات میں خود ایک مدرسے کی حیثیت رکھتے ہیں...... ان تمام لوگوں کے لیے جو ان شاء اللہ آپ کے بعد اس راستے پر چلیں گے۔ آپ کے بعد اس راہ پر آنے والے لوگ آپ ہی کے اُسوے کی روشنی میں اپنے عزائم بلند رکھیں گے۔ آپ ہی سے یہ سبق سیکھیں گے کہ اپنی تمام دوڑ دھوپ کا ہدف سعادت کے اعلیٰ مراتب کو بنایا جائے اور شہادت کا شرف بھی یوں حاصل کیا جائے کہ اس کی محترم ترین حالت اور اعلیٰ ترین درجہ انسان کے حصے میں آئے۔

(عربی اشعار کا نثری ترجمہ)

اگر تم عزتوں کی تلاش میں بے خوف و خطر کود ہی پڑو
تو پھر ستاروں سے کم کسی چیز پر راضی نہ ہونا

جب حقیر کاموں میں لگ کر بھی موت کا ذائقہ چکھنا ہی ہے
تو کیوں نہ عظیم کام کرتے ہوئے موت کا مزہ چکھا جائے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'شہدا کے سردار حمزہؓ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص (بھی) ہے جو کسی جابر سلطان کے سامنے کھڑا ہوا پھر اسے (نیکی کا) حکم دیا اور (برائی سے) منع کیا تو اس (سلطان) حاکم نے اسے قتل کر ڈالا۔'۔''[1]

[1] بحوالہ بصری بیان از شیخ ابو یحییٰ اللیبی 'شہدا کے قافلہ سالار'، نشر کردہ ادارہ السحاب، ۲۰۰۷ء

استاد محمد یاسرؒ

مجاہد عالمِ دین، استاد المجاہدین، امارتِ اسلامیہ افغانستان کے سرکردہ رہنما، استاد محمد یاسر نے سانحۂ لال مسجد کے حوالے سے ایک تحریری انٹرویو میں فرمایا:

”لال مسجد کا واقعہ پاکستانی فوج اور پاکستان کی پیشانی پر شرمندگی کا ایسا بدنما داغ ہے جو کبھی نہیں دھل سکتا۔ تاریخ میں جب بھی اس کا تذکرہ ہو گا تو پاکستان کی حکومت اور اس کی فوج ضرور لعنت و ملامت کی مستحق ٹھہرے گی۔ میں یہ کہوں گا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے خلاف حجاج بن یوسف نے مسجدِ حرام (خانۂ کعبہ) میں جو قتال کیا تھا، اس وقت سے لے کر آج تک یہ دوسرا واقعہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں مسجد کے اندر علما، حفاظِ قرآن اور عام مسلمانوں کو شہید کیا گیا ہے۔ یہ لوگ ہمیں ’متشدد‘ کہتے ہیں، کیا جو کچھ لال مسجد کے ساتھ کیا گیا وہ تشدد نہیں تھا؟ ذرا دیکھیے کہ جمہوریت کا راگ الاپنے والوں نے لال مسجد کا کیسا حل نکالا اور سیکولر طبقے نے لال مسجد والوں کے ’حقوق‘ کی کیسے حفاظت کی؟ پس لال مسجد کے واقعے نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ جنگ، اسلام اور جمہوریت کی جنگ ہے۔ نیز اس میں بے دین اور سیکولر لوگوں کی اسلام کے خلاف نفرت بھی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ لال مسجد پر حملہ دراصل عالمِ اسلام کے خلاف صلیبی و صہیونی یلغار کا حصہ ہی تھا۔

میں یہ بات بھی کہتا چلوں کہ یہ کوئی عام واقعہ نہیں تھا جو وقوع پذیر ہوا اور قصہ ختم ہو گیا۔ بلکہ اس واقعے نے پاکستان کی تاریخ ہی بدل دی ہے، اس واقعے نے پاکستانی معاشرے اور سیاست کو بدل ڈالا ہے۔ لال مسجد کے بعد پاکستان قطعاً ویسا نہیں رہا، جیسا کہ ماقبل تھا!“[1]

اہلِ کفر کے تاثرات

یوں تو اہلِ کفر کی بات، چوپایوں کے منہ کے جھاگ سی حیثیت بھی نہیں رکھتی، لیکن چونکہ یہ کفر و اسلام کی جنگ ہے اور بعض کم علم اہلِ ایمان بھی اس جنگ میں نادانستہ اہلِ کفر یا ان کے مفادات کے نغمے گاتے نظر آتے ہیں اور یہ مشاہدۂ عام ہے کہ انسان کئی بار اپنے مخالف سے ’حق کی مخالفت‘ سن کر حق کی طرف مائل ہو جاتا ہے سو اس زمانے میں لشکرِ صلیب و طاغوت کے سرغنہ کا یہ بیان ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے۔ لال مسجد پر جب ’پاک فوج‘ حملہ آور ہوئی تو امریکی صدر جارج بش نے بیان دیا:

”اس ماہ کے آغاز میں صدر مشرف نے ان شدت پسندوں کو کچلنے کے لیے فوج بھیجی ہے جنھوں نے لال مسجد پر قبضہ جما لیا تھا۔ اور انھوں (مشرف) نے اپنی تقریر میں اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ پاکستان کو انتہا پسندوں سے صاف کیا جائے گا۔ افواجِ پاکستان اس مقصد کے لیے لڑ رہی ہیں اور بہت سوں نے اس میں اپنی جان ہاری ہے۔ امریکہ پاکستانی افواج کی ان کاوشوں کی مدد اور حمایت کرتا ہے۔ ہم پاکستان میں اور دنیا بھر میں اپنی اتحادی افواج سے مل کر طالبان اور القاعدہ کی محفوظ پناہ گاہیں ختم کرنے کے لیے لڑتے رہیں گے۔“[2]

صفاتِ حمیدہ

یوں تو اس مختصر سوانح میں غازی صاحب کی شخصیت کی صفاتِ حمیدہ ہی کا ذکر ہے، لیکن بعض میری نظر میں ایسی ہیں جو کسی خاص پیرائے میں بیان نہیں ہو سکیں۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صفاتِ حمیدہ میں سے چند، اس آخری باب میں بیان کرنے کی کوشش ہے۔

استقامت علی الحق

غازی صاحب نے اسلام و ایمان پر استقامت اختیار کرنے اور اپنے مبنی بر حق موقف سے نہ ہٹنے کا اعلان بھی کیا اور سب کو تحریض بھی دلائی۔ آپ نے فرمایا:

”مسلسل یہ کہا جا رہا ہے کہ ختم کر دیں گے، تباہ و برباد کر دیں گے۔ یہ سمجھیں کہ بالکل ایسی صورت تھی کہ بش نے مشرف سے کہا کہ تمہیں سٹون ایج (stone age) میں لے جائیں گے، پتھر کے دور میں دھکیل دیے جاؤ گے، ختم کر دیے جاؤ گے تو مشرف نے یوٹرن لے لیا ایک دم۔ ہم سب نے کہا کہ اس کا یوٹرن غلط ہے۔ یعنی طاقت کے سامنے جھکنا غلط ہے۔ اگر اُس کا طاقت کے سامنے جھکنا غلط تھا تو ہمارا طاقت کے سامنے جھکنا کیوں صحیح ہو جائے گا؟ یہ بڑی بنیادی بات ہے۔“[3]

غیرتِ ایمانی

جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا، غازی صاحب کی ساری زندگی ہی غیرتِ ایمانی کی مجسم تصویر ہے، لیکن غازی صاحب کی ایک تقریر کا ذیل میں اقتباس اس غیرتِ ایمان کا بدرجۂ اتم عکاس ہے۔ جب اسلام آباد کی انتظامیہ نے آشیر بادِ پرویز مشرف و وزیرِ داخلہ آفتاب شیر پاؤ پر مساجد ڈھانے کا سفیہ فعل شروع کیا تو غازی صاحب نے فرمایا:

”یہ جو مساجد کا مسئلہ ہے، یہ کافی عرصے سے چل رہا ہے اور مساجد کے بارے میں ہماری جو میٹنگز ہیں، جب جب مسجدیں گرتی گئیں ہماری میٹنگز ہوتی رہیں، اخبارات میں آتا رہا، اس میں بہت سارے اتار چڑھاؤ بھی آئے اور کئی جگہوں پر ایسے واقعات بھی ہوئے کہ جہاں شدید ٹینشن کی بات ہو گئی تھی، مثلاً مسجد الصفّہ آئی ایٹ تھری (I-8/3) کا جو مسئلہ ہوا تو مجھے یاد ہے کہ وہاں مسجد کو

[1] بحوالہ ’استاد المجاہدین؛ استاد یاسر کے ساتھ ادارۂ حطین کی گفتگو‘، ناشر ادارۂ حطین، شعبان ۱۴۳۰ھ

[2] حوالہ: ادارہ السحاب شعبۂ اردو کی دستاویزی فلم ’امام برحق‘، جس میں بش کی صوتی تقریر سنائی گئی ہے۔

[3] علما میں بیان، ۲۴ فروری ۲۰۰۷ء

جب گرا رہے تھے انفورسمنٹ (قانون نافذ کرنے) والے تو مجھے ٹیلی فون آیا، میں جامعہ فریدیہ میں تھا، اس وقت کوئی چار لڑکے تھے جو گاڑی میں میرے ساتھ بیٹھ سکے، ان کو لے کر وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ انفورسمنٹ کا ایک آدمی ایک بہت بڑا ہتھوڑا لے کے منبرِ رسولؐ کو ہتھوڑے مار رہا ہے۔ وہ کیفیت ایسی تھی کہ، اگرچہ مجھے اس طرح غصہ تو نہیں آتا لیکن اس دن میری کیفیت بھی کچھ تبدیل ہو گئی اور میں نے جاتے ہی، وہاں انفورسمنٹ والے بھی تھے پولیس کے لوگ بھی تھے، میں نے جاتے ہی، جو ہتھوڑا مار رہا تھا منبر پہ، اس کو گریبان سے پکڑ کے کھینچا اور کہا کہ تم یہ کیا کرتے ہو؟ کیا غضب کر رہے ہو؟ کیا ظلم کر رہے ہو؟ اس نے کہا: جی اوپر والوں کا آرڈر ہے۔ میں نے کوئی اس کو سخت بات کہی۔ وہ سخت بات ایسی تھی جو سب کو (سخت) لگی۔ یعنی میں نے کہا کہ اوپر والے اگر تم کو کسی اور کام کا کہیں، اپنی ماں کے ساتھ برے کا کہیں تو تم وہ کرو گے؟ تو یہ بات ان سب حضرات کو بری لگی جو وہاں کھڑے تھے۔ بات بھی سخت تھی لیکن میری چونکہ کیفیت ایسی تھی کہ یہ بات میرے منہ سے نکلی۔

بہر حال وہاں انفورسمنٹ اور پولیس والے آئے؛ میرے پاس اس وقت گن (بندوق) تھی اپنی تو میں نے ان سے کہا کہ میرے سامنے سے، میری نظروں سے دور ہو جائیں ورنہ آج یہاں خون ہو جائے گا۔ بہت سخت غصے کی کیفیت تھی۔ انہوں نے بھی اندازہ کر لیا اور کہا کہ غازی صاحب! آپ تو اس طرح بات نہیں کرتے ہیں، آج کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ البتہ میرے غصے سے یہ ہوا کہ سارے انفورسمنٹ والے وہاں سے چلے گئے اور پولیس والوں سے میں نے کہا کہ میری نظروں سے دور ہو جائیں ورنہ یہاں خون ہو جائے گا۔ اگرچہ میرے ساتھ چار لڑکے تھے مگر میرا بس یہ تھا کہ پھر میں گولی چلا دوں گا؛ ایک منبر پہ اور محراب پہ ہتھوڑا چلتے ہوئے میں نہیں دیکھ سکتا۔ بہر حال انہیں یہ بات سمجھ آئی اور انہوں نے فورس بھی پیچھے ہٹالی اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ اس دن تو وہ مسجد بچ گئی لیکن بعد میں ایک دن اچانک انہوں نے وہ مسجد گرا دی۔ اسی طرح مسجد ابن عباسؓ کو گرایا گیا، میرا خیال ہے کوئی آج سے چار مہینے پہلے، اور اس مسجد کے اندر قرآن مجید ابھی بھی دفن ہیں۔ بہت سارے نکالے ہیں۔ دو تین حضرات ہمارے علمائے کرام گواہ ہیں کہ نالے میں سے قرآن مجید نکالے ہیں۔ اور انہی دنوں میں میری اس سلسلے میں بات ہوئی تھی ڈپٹی کمشنر سے، ٹیلی فون پہ میری بات ہو رہی تھی تو میں نے انہیں یاد دلایا کہ آپ کو یاد ہے کہ آپ نے یہ کام بھی کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جی مجھے یاد ہے لیکن ہمیں جلدی تھی، قرآن مجید نکالنے کی (فرصت) ہمیں نہیں تھی کہ ہمیں فوراً کارروائی کرنی ہے ورنہ لوگ پہنچ جائیں گے۔ تو انہوں نے مجھے کہا کہ ہمیں اللہ معاف کرے گا، تو میں نے کہا کہ اللہ نہیں معاف کرے گا، اللہ کیوں معاف کرے گا؟ آپ قرآن مجید کے ساتھ یہ سلوک کریں، مسجد کے ساتھ یہ سلوک کریں اور اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے گا! اللہ قطعاً معاف نہیں کرے گا۔''[1]

صحافی کو شراب سے ممانعت کی نصیحت

غازی صاحب کی یہ فکر و تڑپ نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ غازی صاحب کی زندگی کا آخری وقت ہے، دشمن سے جنگ چل رہی، غازی صاحب اپنی زندگی کا آخری پیغام ایک ٹی وی چینل پر بیان کر رہے ہیں۔ یہ ایسا موقع ہے کہ قریباً جان کنی کا عالَم ہے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فاسق و فاجر امتی سے بھی اتنی محبت اور ہمدردی ہے، کہ ایک صحافی جو شراب پیتے تھے، ان کا نام لیے بغیر ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

''ایک صحافی ہیں، جو شراب پیتے ہیں۔ وہ سمجھ جائیں گے کہ میں کس کی بات کر رہا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آئندہ شراب نہیں پیئیں گے تو میری ان سے گزارش ہے کہ وہ آئندہ شراب نہ پیئیں۔''

غازی صاحب کا یہ آخری پیغام خود مومنین کی اعلیٰ صفات کا عکاس ہے۔ ایک طرف 'اشداء علی الکفار' ہیں کہ ہاتھ میں کلاشن کوف ہے، سینے پر گولیوں سے بھرا جبہ باندھ رکھا ہے، بش و امریکہ کے ایجنٹوں، مسجدوں کو گرانے اور اوراقِ قرآنی شہید کرنے والوں، مجاہدین کو قتل اور اہلِ ایمان کی عورتوں کی عصمت ریزی کرنے والوں کے خلاف معرکۂ قتال میں شریک ہیں اور دوسری طرف، بلکہ دوسرا بھی کیا، وہ قلب جو کفر و نفاق کی نفرت سے لبریز ہے، وہی دلِ اہلِ ایمان کے لیے ایسا نرم ہے، 'رحماء بینہم' کی ایسی تجسیم ہے کہ 'لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ' پڑھنے والے کے بارے میں اب بھی سوچ رہے ہیں کہ اس کی آخرت بچ جائے۔

میڈیا پر حکمت سے بات

میڈیا اس دور کی دو دھاری تلوار ہے۔ شہید داعیٔ حق، ملک شہباز (میلکم ایکس) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''اگر آپ محتاط نہیں ہوں گے تو میڈیا آپ کو ان سے نفرت کرنے پر آمادہ کر دے گا، جن سے آپ محبت کرتے ہیں اور ان سے محبت پر آمادہ کر دے گا، جن سے آپ نفرت کرتے ہیں۔''[2]

---

[1] علما میں بیان، ۲۴ فروری ۲۰۰۷ء

[2] Speeches by Malcolm X (YouTube)

پھر آج کا میڈیا، بلکہ تاریخ میں میڈیا کی جو جو شکل رہی ہے، ان میں اسلامی 'کاز' کے لیے کام کرنے والے اسلامی صحافیوں اور میڈیا کارکنوں کو چھوڑ کر، اکثر ایسے رہے ہیں کہ وہ اہلِ دین کے منہ سے ایسی بات نکلوانا چاہتے ہیں جو اہلِ دین کو دین سے اور بات کرنے والے صاحبِ دین سے برگشتہ کر دے۔

ایسے میں میڈیا سے معاملہ کرنے، صحافیوں سے بات کرنے اور ان کو جواب دینے میں غازی صاحب کو خاص حکمت و مہارت تھی۔ ہماری اس تحریر کردہ سیرتِ مختصرہ میں کئی جگہوں پر غازی صاحب کے لکھے گئے اقوال آپ کی میڈیا ہی سے گفتگو ہے۔

غازی صاحب نے میڈیا سے بات کرتے ہوئے کبھی نازیبا الفاظ کا استعمال نہیں کیا، موقفِ شرعی سے پیچھے نہیں ہٹے، شائستگی سے مقابل کے موقف کی تردید کی اور سیکولر ولادین صحافیوں کو بھی اپنی دلیل سے قائل کر گئے۔

شجاعت

شجاعت ایک نہایت نادر صفت ہے۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادیؒ صفتِ شجاعت سے متعلق اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'تاریخِ اسلام' میں لکھتے ہیں کہ:

> ''شجاعت ایک ایسی صفت ہے جو ہر شریف آدمی کو اپنے دشمن میں نظر آئے تو اس کی بھی قدر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ 'شیر' جیسا درندہ جس کا کام چیر پھاڑ کرنا ہے، اس کی قدر بھی حیوان ہونے کے باوجود دنیا کے ہر معاشرے اور خطے میں پائی جاتی ہے کہ وہ 'بہادر' ہوتا ہے اور اسی سبب سے وہ حیوان ہونے باوجود بہادری و شجاعت کا استعارہ ہے۔''

دیگر صفات کی طرح شجاعت بھی غازی صاحب کی ایسی صفت ہے جس کا اظہار ان کی ساری زندگی میں ہوتا رہا۔ لیکن مشہور قول ہے کہ انسان کے شجاع و بہادر ہونے کا پتہ میدانِ جنگ میں چلتا ہے۔ یہاں غازی صاحب کی شجاعت کی ایک شہادت نقل کرتے ہیں۔ مغربی صحافی راگے عمر نے دورانِ جنگ غازی صاحب سے فون پر بات کی اور فون بند کرتے ہی، جب کہ گولیاں چل رہی ہیں اور راگے عمر خود بھی گولیوں سے بچنے کے لیے زمین پر بیٹھا ہوا ہے (حالانکہ وہ میدانِ کارزار سے خود کافی دور ہے) تو وہ کہتا ہے:

> ''میں نے دورانِ آپریشن مولانا سے (ابھی) بات کی اور ان کا لہجہ بالکل پر سکون تھا...... (لہجہ ویسا تھا) جیسا میں جب ملا تھا، اس وقت تھا!''[1]

ان چند صفاتِ حمیدہ کو بیان کرنے کے بعد راقم اس مختصر سوانح کا اختتام کرتا ہے، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس چھوٹی سی کاوش کو میرے لیے توشۂ آخرت اور امتِ مسلمہ کی بیداری کا سبب بنا دے۔

اختتام میں غازی صاحب کے آخری صوتی پیغام کی تحریری نقل اور پھر غازی صاحب کی وصیت نقل کی جاتی ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين و صلى الله على النبی!

آخری پیغام

''اس وقت میرا پیغام دنیا کو چلا جائے کہ......یہ (حکمران اور فوج) ایجنٹ ہیں، استعمار کے ایجنٹ ہیں، امریکہ کے ایجنٹ اور بالکل ان کا طرزِ عمل بھی ایجنٹوں والا ہے، اس لیے (اسلام کو نافذ کرنے کے لیے) ان کو یہاں سے ہٹانے کی ضرورت ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں ہے۔ والسلام علیکم!''[2]

وصیت نامہ علامہ عبد الرشید غازی شہیدؒ

''بسم اللہ الرحمن الرحیم

ممکن ہے ان سطور کی اشاعت تک ہم محصورین لال مسجد شہادت کا اعلیٰ رتبہ پا چکے ہوں۔ ۱۵ ہزار کے قریب سکیورٹی اہلکار، نیم فوجی دستے، ٹینکوں کا لاؤ لشکر[3] نہتے اور معصوم طلبہ وطالبات کو روندتے ہوئے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو فتح کر چکے ہوں گے۔ اگر چہ اس وقت لال مسجد کربلا کا منظر پیش کر رہی ہے۔ شہدا کی بکھری ہوئی نعشیں، زخمیوں کی آہ و بکا، مسجد و مینار اور چاردیواری زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ یہ سب کچھ چھ لاکھ انسانوں کی قربانی[4] جس مطالبے پر دی گئی، اسے دہرانے کی سزا ہے۔ تاہم اس سارے منظر نامے میں خطیبِ لال مسجد و بانی تحریکِ طلبہ و طالبات مولانا عبد العزیز کی غیر متوقع گرفتاری اور بعد ازاں ان کا ٹی وی انٹرویو اسلام پسند عوام کے لیے یقیناً مایوسی کا سبب بنا۔ عام لوگ جو اصل صورتِ حال سے واقف نہیں، ان کا خیال ہے اور میڈیا بھی حقیقت جانے بغیر یہ باور کرانے میں مصروف ہے کہ مولانا عبد

---

[1] Al Jazeera English's programme "Witness", with Rageh Umaar [نشر شدہ گیارہ (۱۱) اگست ۲۰۰۷ء]

[2] صحافی نصر اللہ ملک سے گفتگو

[3] غازی صاحب نے وصیت میں جو تعداد نقل کی ہے وہ اس وقت کی معلومات کے مطابق ہے، لیکن دیگر ذرائع بشمول 'آزاد دائرۃ المعارف وکی پیڈیا (انگریزی)' کے مطابق یہ تعداد کہیں زیادہ تھی۔ ساٹھ ہزار (۶۰،۰۰۰) فوج ورینجرز کی نفری تعینات کی گئی اور ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) سپیشل سروسز گروپ کے کمانڈوز نے لال مسجد کو گھیر رکھا تھا۔ نیم عسکری ادارے اور پولیس کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

[4] قیامِ پاکستان کی طرف اشارہ ہے۔

العزیز نے موت کے خوف سے فرار کا راستہ اختیار کیا اور اپنے رفقا و طلبہ و طالبات کو تنہا چھوڑ کر نکل پڑے۔ تجزیاتی صلاحیت سے بے بہرہ لوگ اس پہلو پر غور نہیں کرتے کہ اگر واقعی مولانا عبد العزیز موت سے خوف زدہ ہو کر زندگی کی طرف بھاگتے تو پھر اپنے بیٹے، بیٹی، ماں اور بیوی کو کیوں چھوڑ گئے، پھر میں ان کا چھوٹا بھائی اور ان کے دیگر ساتھی اور رہ جانے والے طلبہ و طالبات سرنڈر کا راستہ کیوں اختیار نہیں کرتے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مخالفین کو سمجھانے کی بجائے ہمدرد لوگوں کے ٹوٹے ہوئے دِلوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ مولانا عبد العزیز گہری سازش کا شکار ہوئے۔ اگرچہ فی الوقت ان کی گرفتاری پر اَسرار کا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ پردہ اٹھ جائے گا اور حقائق سامنے آئیں گے۔ ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ مولانا عبد العزیز راہِ جہاد کے مسافر اور شوقِ شہادت سے سرشار ہیں۔ ان کے خلاف صرف ایک ہی بات کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے کڑے وقت میں بعض غلط لوگوں پر اعتماد کیا جو کہ ان کی غلطی تھی جس کی سزا بہر حال بھگتنا ہو گی۔ سچ اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبد العزیز نہ موت سے گھبرائے اور نہ ہی راہِ فرار اختیار کی بلکہ وہ وصیت لکھ کر غسل کر کے شہادت کے منتظر تھے کہ دیگر لوگوں کی جانیں بچانے کے لیے امید کی کرن سارے فسانے کا باعث بنی۔ بہر حال حقیقت ثابت اور واضح کرنا وقت کا کام ہے اور وہ ایسا ہی کرے گا۔

میں صرف اتنا کہوں گا کہ مولانا عبد العزیز اور ان کے جاں نثار ساتھیوں نے تحریک صرف اللہ کی رضا اور شریعت کے نفاذ کے لیے شروع کی۔ حدود اللہ میں ترمیم، مساجد کی شہادت، فحاشی و عریانی کا فروغ، اسلامی عقائد کی نفس پسند تشریحات، جہاد کا نام لینے پر فوج کشی، مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کے بھیڑ بکریوں کی طرح کفار کے حوالے کرنا، سیکولرازم کے فروغ کے اقدامات قابلِ برداشت نہیں جس کی وجہ سے نفاذِ اسلام کی تحریک چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آپریشن کے دوران جامعہ حفصہ میں کسی طالبہ یا طالبِ علم کو زبردستی نہیں روکا گیا۔ میں یہاں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس ملک میں اسلام کا نظامِ عدل چاہتے ہیں، ہم عدالتوں میں شرعی قوانین کے نفاذ کے خواہاں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں غریب عوام کو انصاف ملے۔ رشوت، ظلم، فحاشی، اقربا پروری کا نظام ختم ہو۔ ان سب مسائل کے حل کے لیے اسلامی نظام کا عملی نفاذ واحد ذریعہ ہے اور آئینِ پاکستان کا تقاضا بھی ہے۔ ہم نے دنیاوی فوائد کو مسترد کر کے، راستے کی تلخیوں کو پہچانتے ہوئے، شعوری طور پہ آخرت کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر ترجیح دی ہے۔

ریاست کی رِٹ کی برتری کی بات کرنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رِٹ کو قدم قدم پر پامال کیوں کیا؟ جن لوگوں نے گزشتہ پانچ دنوں میں قرآن اور حدیث کا علم حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو گولیوں سے چھلنی کیا وہ یقیناً ظالم ہیں۔ اس موقع پر میڈیا کے چند چینلز نے بھی جانب داری کا مظاہرہ کیا، ہم اس مسئلے کو بھی اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ میں آخر میں وصیت کے طور پہ اسلام پسند عوام، تحریک سے وابستہ لوگ، طلبہ و طالبات، ان کے لواحقین اور ذرائع ابلاغ کے سامنے اپنی بات دہراؤں گا کہ ہماری تحریک نیک مقاصد کے لیے شروع کی گئی ہے۔ ہم اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبے پر قائم ہیں۔ ہم اس بات پر مطمئن ہیں کہ ہم نے ایثار و قربانی اور وفا کی راہ کا انتخاب کیا۔ ہم نفاذِ اسلام کے مطالبہ پر جان دینا سعادت سمجھتے ہیں۔ کسی کو تو نفاذِ اسلام کے لیے آگے بڑھ کر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا ہے۔ ہمیں اللہ کی رحمت سے یقین ہے کہ ہمارا لہو انقلاب کی نوید بنے گا۔ دنیا والوں نے ہمیں کبھی ایجنسی کا کارندہ کہا...... کبھی پاگل...... آج بارود کی بارش ثابت کر رہی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں۔ بے شک اہلِ حق پر مصائب آنا حقیقت ہے، اگر ہمارے امیر حضرت حسینؓ بے بسی میں شہید ہوئے تو ہم بھی اُسی قافلے کے راہرو ہیں۔ اسلامی انقلاب اس ملک کا مقدر بنے گا، ان شاء اللہ۔

؏ چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہوں گے!''

تمّت بالخير بتوفيق الله تعالىٰ

اک ذرا جاں سے گزر جانے کی ہمت کر جا

اپنے باطن کے چمن زار کو رجعت کر جا
دیکھ اب بھی روشِ دہر سے وحشت کر جا

سر کٹایا نہیں جاتا ہے تو کٹ جاتا ہے
بات اتنی ہے کہ اس کام میں سبقت کر جا

جاں سے آگے بھی بہت روشنیاں ہیں خورشید
اک ذرا جاں سے گزر جانے کی ہمت کر جا

خورشید رضوی

سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کی شرعی حیثیت

مولانا محمد احمد حافظ

ووٹ کیا ہے؟

ووٹ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک رائے، شہادت اور مشورہ ہے...... اولاً ہمیں یہ رائے تسلیم کرنے میں تامل ہے، ووٹ نہ رائے ہے، نہ شہادت اور نہ مشورہ...... ثانیاً اگر یہ سب مان بھی لیا جائے تو پچھلی تفصیل کو تسلیم کرنے کے بعد ووٹ دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ووٹ دینے والا اپنی طرف سے نمائندہ بھیج رہا ہے جو کفر مطلق جمہوری نظام میں شرکت کرے، پارلیمنٹ کا ممبر بن کر شرک، بغاوتِ الٰہی اور ظلم و تعدی کا مرتکب ہو۔ کیا اسلام میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ کوئی شخص مذکورہ منکرات کے ارتکاب کے لیے رائے اور گواہی دے اور کیا ایسی گواہی اور مشورہ جائز امر کے ضمن میں آئے گا؟...... ظاہر ہے شریعت اسلامیہ میں ایسی کسی گواہی اور مشورے کی گنجائش نہیں...... ایسی رائے، گواہی اور مشورہ سب باطل ہیں...... اس کا ارتکاب کرنے والا عند اللہ مجرم ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر کہا جائے کہ اہل اور دیانت دار شخص کو ووٹ دیا جائے تو بھی وہ دیانت دار شخص جائے گا تو اسی کافرانہ جمہوری نظام میں!...... اس کی مثال یوں سمجھیے کہ اگر بالفرض ہمارے ہاں ہندو مت غالب آ جائے اور مندر کو پارلیمنٹ کی حیثیت دے دی جائے اور اعلان کیا جائے کہ مندر ہی آئندہ تمام سیاسی و معاشرتی سرگرمیوں کو مرکز ہوگا اور مسلمان بھی اس مندر کے ممبر بننے لگیں، اپنی عبادات کے علاوہ پوجا پاٹی نظام کو قبول کر لیں اور پروہت بننے میں فخر محسوس کریں تو جس طرح اسلام میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں، اسی طرح پارلیمنٹ کا ممبر بننے کی بھی گنجائش نہیں۔ مندر میں بتوں کی پوجا کی جاتی ہے جبکہ پارلیمنٹ میں انسان اپنی بندگی کرتا ہے یا سرمایے کی بندگی۔ جیسے مندر ہندو مت کے عملی اظہار کی جگہ ہے، اسی طرح پارلیمنٹ مذہب سرمایہ داری (جو کفرِ مطلق ہے) کے اظہار کی جگہ ہے۔ تو جس طرح پنڈت پروہت بننے کی اسلام میں قطعی گنجائش نہیں اسی طرح پارلیمنٹ کا ممبر بننے کی گنجائش کیوں کر نکالی جا سکتی ہے؟

ووٹ مشورہ ہے نہ شہادت

ہماری نظر میں ووٹ نہ مشورے کی حیثیت رکھتا ہے اور نہ گواہی کی بلکہ سرمایہ دارانہ نظام میں جس طرح انسان اپنی آزادی کا اظہار سرمایے کے ذریعے کرتا ہے اسی طرح وہ اپنی آزادی کا اظہار ووٹ کے ذریعے بھی کرتا ہے۔ ووٹ کے بارے میں وہ اپنے سرچشمۂ قوت، منبع اقتدار واختیار ہونے یعنی اپنے خدا ہونے کا خود اعلان کرتا ہے۔

پھر اگر ووٹ کو بالفرض مشورہ تسلیم کر بھی لیا جائے تو کیا مشورہ سے متعلق جتنی بھی اسلامی تعلیمات ہیں وہ یہاں پائی جاتی ہیں؟ ووٹنگ میں بلا قیدِ جنس و مذہب ہر شخص حصہ لے سکتا ہے ...... کیا اسلامی نکتۂ نگاہ سے مشورہ و رائے ہر شخص سے لیا جا سکتا ہے؟ مثلاً کہیں اسلامی ریاست میں کسی جگہ قاضی مقرر کرنا ہو تو کیا اس کام کے لیے صرف علما و صلحا اور اتقیا سے مشورہ لیا جائے گا یا ان کے ساتھ بھنگی، چرسی، زانی، شرابی، ڈاکو کو بھی مشورے میں شامل کیا جائے گا؟ ...... یا مثلاً کہیں بیماریوں کی آفت آ گئی ہے اور وہاں ماہر ڈاکٹروں کی اشد ضرورت ہے تو اس کے لیے ماہر ڈاکٹروں سے ہی مشورہ لیا جائے گا یا قصائیوں، نائیوں اور طبلہ سارنگی بجانے والوں کو بھی مشورے میں شامل کیا جائے گا؟

اسلام نے تو مشورے کے بارے میں خاص تعلیمات دی ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے جس میں قرآن نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا کوئی حکم ہمیں نہیں ملا تو ہم کس طرح عمل کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ”اجمعوا له عبدين من امتی وجعلوه بينكم شوریٰ ولا تقضوا برأی واحد.“ (روح المعانی)
>
> ”اس کے لیے میری امت کے عبادت گزاروں کو جمع کر لو اور آپس میں مشورہ طے کر لو اور کسی کی تنہا رائے سے فیصلہ نہ کرو۔“

اس روایت کے بعض الفاظ میں فقہاو عابدین کا لفظ آیا ہے، جس سے معلوم ہوا ہے کہ مشورہ ان لوگوں سے لینا چاہیے جو فقہا یعنی دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے ہوں اور عبادت گزار ہوں۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ جو مشورہ اس طریق پر نہیں ہے بلکہ بے علم، بے دین (یعنی فساق و فجار) لوگوں میں دائر ہوگا اس کا فساد اس کی صلاح پر غالب ہوگا۔

اگر ووٹ کو گواہی تسلیم کیا جائے تو کیا یہاں گواہی کی شرائط اور حدود و قیود موجود ہیں؟ مثلاً گواہ عادل ہو، بالغ ہو، شریف ہو، بایں معنی کہ پنج وقتہ نمازی ہو، حلال و حرام کو جانتا ہو، یہاں اکثریت ایسی ہے جو طہارت و نماز کے بنیادی مسائل سے بھی واقف نہیں۔ فقہا نے درج ذیل اشخاص کی گواہی ناقابل قبول قرار دی ہے:

1. نماز روزے کا عمداً تارک ہو۔
2. یتیم کا مال کھانے والا۔
3. زانی اور زانیہ۔
4. لواطت کا مرتکب۔
5. جس پر حد قذف لگ چکی ہو۔
6. چور، ڈاکو۔

7. ماں باپ کی حق تلفی کرنے والا۔

8. خائن اور خائنہ۔

اگر کہا جائے کہ ووٹ ایک امانت ہے ......سوال ہو گا کہ یہ امانت بندوں کو کس نے تفویض کی؟ آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض ہوئی یا جمہوریت نے تفویض کی؟ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں کہا گیا کہ جب تمہیں امیر مقرر کرنا ہو تو سب لوگ مل کر ووٹ ڈالا کرو، نہ ہی سنت سے اور تعامل امت سے اس عمل کی کوئی توثیق ملتی ہے۔ہاں! جمہوریت کی تفویض کردہ امانت ہو سکتی ہے مگر باطل امانت ہے، یہ ایسی ہی امانت ہے کہ جیسے کوئی شخص شراب کی بوتل آپ کے پاس بطورِ امانت رکھنے آئے تو کیا آپ اس بوتل کو دیکھتے ہی توڑنے کے درپے ہوں گے یا حفاظت سے رکھنے کی کوشش کریں گے؟

بعض لوگ بہت دور کی کوڑی لاتے ہیں اور ووٹ کو بیعت کا قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ووٹ بھلا بیعت کے قائم مقام کیسے ہو سکتا ہے؟ بیعت سمع وطاعت کی بنیاد پر ہوتی ہے، وہاں تسلیم کرنے کے سوا دوسرا راستہ نہیں جبکہ ووٹ آزادی کے اظہار کا ذریعہ ہے، یہاں آپ آزاد ہیں کہ چاہیں تو مسلم لیگ کو ووٹ دیں چاہیں تو پی پی پی کو چاہیں تو کسی دیانت دار شخص کو ووٹ دے دیں۔

ووٹ کے حوالے سے چند دیگر عملی مسائل بھی ہیں......مثلاً ووٹروں کی اکثریت اپنے ضمیر کی آزادی کے مطابق ووٹ نہیں دے پاتی۔وہ اگر کسی امیدوار کو غلط اور نااہل سمجھتا ہے تو اپنی پارٹی کی رائے، قبیلے کے فیصلے یا برادری کی حمایت کی وجہ سے مجبور ہوتا ہے کہ اُسی نااہل شخص کو ووٹ دے (یہ جبر سرمایہ دارانہ نظام کا اندرونی تضاد ہے)۔

مختلف سیاسی جماعتیں آپس میں سیٹ ایڈجسٹمنٹ بھی کرتی ہیں۔اس صورت میں ووٹر آپس میں سیٹ ایڈجسٹمنٹ کے پاس دار ہوتے ہیں۔مثلاً ایک مذہبی جماعت نے مسلم لیگ (ق) کے ساتھ سیٹ ایڈجسٹمنٹ کی، ق لیگ بلاشبہ علما خصوصاً لال مسجد کے معصوم طلبہ و طالبات کی قاتل جماعت ہے۔مگر جہاں اس مذہبی جماعت کے ووٹر موجود ہیں اور ق لیگ کا امیدوار کھڑا ہے تو اس کے ووٹر ق لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینے کے پابند ہوتے ہیں۔

ووٹوں کی خرید و فروخت بھی ہوتی ہے، بھاری رقوم خرچ کرکے لوگوں سے ووٹ خریدے جاتے ہیں۔

ووٹوں کے حصول کے لیے بھاری اخراجات کرکے باقاعدہ مہم چلائی جاتی ہے، اس مہم پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں جو اسراف و تبذیر کے زمرے میں آتے ہیں۔

ووٹوں کے حصول کے لیے مخالفین پر بدترین اور شرمناک الزامات لگائے جاتے ہیں، اس سلسلے میں تمام اخلاقی قدروں اور معاشرتی تقاضوں کو یکسر پامال کر دیا جاتا ہے۔

الیکشن کے دوران خفیہ اداروں کی مداخلت اب کوئی مخفی بات نہیں ہے۔حکمران ٹولہ آئندہ اپنی مرضی کا سیٹ اپ لانے کے لیے خفیہ اداروں کے ذریعے ایسا جال بچھاتا ہے کہ نتائج میں بس اُنیس بیس کا ہی فرق ہوتا ہے۔

یہ بات بھی اہل نظر سے مخفی نہیں کہ بالادست قوتیں اپنے من پسند امیدواروں کو جتوانے کے لیے دھمکی، دھونس سے کام لینے کے علاوہ خفیہ طور پر بیلٹ باکس میں اضافی ووٹ ڈلوا دیتی ہیں، بہت سے فوت شدہ لوگوں کے شناختی کارڈ استعمال کیے جاتے ہیں۔

ان تمام امور کے ہوتے ہوئے ووٹ کو شہادت، امانت اور مشورہ قرار دینا بہت بڑی خطا ہے۔ جن علما نے ووٹ کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہوئے اسے مشورہ، امانت اور شہادت ہونے کے فتاویٰ جاری فرمائے ہیں غالباً اُنہوں نے اس پورے نظام کا گہری نگاہ سے مطالعہ نہیں فرمایا ورنہ وہ ضرور اس قسم کے فتاویٰ صادر کرنے سے اجتناب کرتے۔

ووٹ استبدادی نظام کی توثیق اور تائید کا ذریعہ ہے

ہماری نظر میں ووٹ دینا مشرکانہ نظامِ ریاست وسیاست کے قیام واستحکام کا ذریعہ ہے، یہ شرک کے ارتکاب اور کفر کی تائید کے علاوہ ظلم و استبداد کی حکومت کی حمایت کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (سورۃ المائدۃ:۲)

”اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو“۔

قرآن مجید میں انہی لوگوں کو ہدایت یافتہ قرار دیا گیا ہے جو اپنے ایمان کو شرک اور ظلم سے آلودہ نہیں کرتے۔چنانچہ ارشاد ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ○ (سورۃ الانعام:۸۲)

”جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا، وہی لوگ ہیں جن کے لیے امن اور چین ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔“

کیا ”اسلامی جمہوریت“ کوئی چیز ہے؟

اس سوال کا سیدھا سا جواب تو یہ ہے کہ......”کیا اسلامی کفر بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے؟“......ظاہر ہے کوئی بھی ذی ہوش انسان اس کا قائل نہیں ہو گا۔ دراصل غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہمیں کسی اصطلاح کے ساتھ اسلامی لگانے کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ اس لیے کہ وہ اپنی اصل میں اسلامی نہیں ہوتی......اکثر وبیشتر اصطلاحات جن کے ساتھ اسلامی کا لفظ ہو مشتبہ ہوتی ہیں۔ جیسے ”اسلامی بینک کاری“، ”اسلامی ٹی وی چینلز“......آپ اسلامی بینک کاری کی اصطلاح استعمال کریں اور سمجھیں کہ اب یہ چیز جائز ہو گئی......یہ ممکن نہیں، اس لیے کہ بینک کاری کا تمام تر نظام سود، سٹے اور جوئے پر مشتمل ہے۔ پھر آپ یہ بھی سوچیے کہ کبھی آپ سے کسی نے کہا ”اسلامی نماز“......”اسلامی جہاد“......یا ”اسلامی حج“......یہاں اسلامی کا لفظ لگانے کی اس لیے نہیں کہ یہ اصطلاحات اسلام کے اندر فطری ہیں کبھی کسی کو اشتباہ نہیں ہوتا ہے کہ ”حج“ بولا جائے اور اس سے کوئی شخص گنگا کا اشنان سمجھے یا بیساکھی کے میلے کی طرف ذہن جائے!......یہی وجہ ہے

کہ جہاں کہیں اس طرح کی اصطلاح نظر آئے لازمی ہے کہ وہاں توقف کیا جائے اور خوب غور و فکر کے بعد اس کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کیا جائے۔

''اسلامی جمہوریت'' بھی ایسی ہی ایک اصطلاح ہے جس کے بارے میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ بہت سے دانش وروں کا کہنا ہے کہ مغربی جمہوریت اور اسلامی جمہوریت دو مختلف چیزیں ہیں [بعض کا کہنا ہے کہ اسلام اور جمہوریت ایک ہی سکّے کے دو رخ ہیں] (نعوذ باللہ من ذالک) یہ مغالطہ آمیز بات ہے۔ اسلام نے ہمیں خلافت کا عقیدہ دیا ہے (قال انی جاعلٌ فی الارض خلیفة)۔ خلافت اور جمہوریت کے اصول و فروع میں زمین آسمان کا فرق ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم خواہی ناخواہی اسلام کے نظام خلافت کو جمہوریت ہی باور کرانے کی کوشش کریں یا جمہوریت کو عین اسلام قرار دینے کا ناٹک رچائیں؟

جمہوریت Democracy کا اردو ترجمہ ہے، ڈیموکریسی کا مولد و منشا مغرب ہے۔ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ ڈیموکریسی جسے جمہوریت کہا جاتا ہے پانچ چھ سو سال قبل از مسیح بھی موجود تھی۔ یونان میں جمہوریت رائج رہی، پھر مغرب میں ایک عرصے بعد ڈیموکریسی کا احیا ہوا۔ ایک بات تاریخی تناظر میں طے ہے کہ جمہوریت کبھی کسی مذہبی معاشرے میں رائج نہیں رہی بلکہ اللہ کے باغی معاشروں میں رائج رہی۔ اس نظام کو اِنہی معاشروں نے قبول کیا جو اللہ تعالیٰ اور انبیا علیہم السلام کے منکر معاشرے تھے۔ لہٰذا جب ڈیموکریسی کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی یہ کوئی اسلامی اصطلاح ہے بلکہ کافرانہ اصطلاح ہے تو اس کا استعمال کیوں کر جائز ہوا؟ علما نے لکھا ہے کہ وہ لفظ جو اپنے اندر کسی پہلو سے کفر کا معنی رکھتا ہو، اگرچہ فی الاصل مباح ہی ہو تو بھی اس کا استعمال کرنا حرام ہے۔

موجودہ صورت حال میں کیا کیا جائے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین ''مومن ایک ہی سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا''...... الیکشن ایسا سوراخ ہے کہ پوری قوم بارہا جمہوری سانپ سے ڈسی گئی ہے۔ متعدد بار کے تجربات سے واضح ہو چکا ہے کہ اب من حیث الامت ہمیں اس تماشے سے اجتناب برتنا ہو گا، ہمیں اُس طریق کار کی طرف پلٹنا ہو گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمایا، جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلاف امت نے تعامل فرمایا۔ یہ راستہ دعوت و تبلیغ اور جہاد و انقلاب کا راستہ ہے اور یہی سبیل المؤمنین ہے......

اللّٰهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه
وصل اللّٰهم وسلم وبارك على محمد نبى الأمى وعلى آله واصحبه اجمعين

بقیہ: حافظ سردار شہید

ساتھ ساتھ دیگر دینی نصابی (حدیث، تفسیر و فقہ وغیرہ کی) کتابیں بھی پڑھنا شروع کر دیں۔

آٹھ سال گزر گئے۔ ۲۰۱۰ء میں باگرام جیل سے فاسق و فاجر، گناہوں کے رسیا 'سردار' کے بجائے 'حافظ سردار' باہر نکلے۔ حافظ سردار صاحب غزنی شہر کے کوچے کوچے سے واقف تھے۔ رہا ہو کر سردار نے سوچا کہ 'مجھے غزنی شہر کا خوب اچھی طرح معلوم ہے، دیہاتی علاقوں میں جہادی کارروائیاں کرنے والے مجاہدین کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے، ضرورت ہے کہ میں غزنی شہر جو کہ افغانستان کا قلب ہے، میں کارروائیاں کروں'۔ یہ سوچ کر حافظ سردار ایک بار پھر غزنی شہر میں پہنچ گئے۔ یہاں انہوں نے صلیبی دشمن کے خلاف چریکی رگوریلا حملوں کا آغاز کیا۔ آہستہ آہستہ حافظ سردار صاحب کے ساتھ دیگر نوجوان مجاہدین بھی شامل ہونے لگے۔ حافظ سردار کا اپنا 'دلگئ' (مجموعہ) وجود میں آ گیا۔ حافظ صاحب اور ان کے ساتھی اب غزنی شہر میں کارروائیاں کرتے۔

'زیڑبشکامائن' نیٹو کے فوجیوں پر پھاڑنے والے سردار صاحب اب امریکہ کو ان کی ان نئی جہادی کارروائیوں کے سبب اور بھی زیادہ مطلوب ہو گئے۔

۲۰۱۲ء میں صوبۂ غزنی کے علاقے 'برکت' میں حافظ سردار ایک مکان میں موجود تھے، جب امریکی ڈرون طیاروں نے آپ کو نشانہ بنایا۔

سردار جو کل خود کشی کی حرام موت مرنا چاہتا تھا، آج شہادت کی اعلیٰ موت سے ہم کنار ہوا، وہ موت جو ابدی زندگی کی ابتدا ہے۔

گانے سننے کا شوقین سردار آج بھی نغمے سن رہا ہے۔ حسن پرست سردار آج بھی حسیناؤں کے جلو میں ہے۔ شراب کے جام آج بھی سردار کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن یہ نغمے سنانے والیاں جنت کی پاکیزہ بیبیاں ہیں، آج سردار جن حسیناؤں کے درمیان دادِ عیش دے رہا ہے وہ جنت کی حوریں ہیں۔ شرابِ طہور سردار کو پلائی جاتی ہے، آفرین!

اے سردار! تم نے کیا ہی اچھی زندگی پائی ہے!

اے اللہ ہمیں بھی حافظ سردار شہید کے ساتھ اپنی جنتوں میں جمع فرما، آمین!

بقیہ: 'شریعت یا شہادت' کو قلم کی روشنائی اور جگر کے خون کی ضرورت ہے!

اس لیے اس چراغ کی حفاظت کرنا کشمیر میں جہاد کی حفاظت کرنا ہے۔ اس چراغ سے محبت رکھنا اس جہاد سے محبت رکھنے کے مترادف ہے۔ اس چراغ کی روشنی آنے والے قافلوں کو راستہ دکھائے گی۔ اس چراغ کو بجھنے نہ دیں ورنہ کشمیر کا جہاد پھر ایک بار سازشوں میں گم ہو جائے گا۔

عرب اسرائیل تعلقات اور مسلم دنیا کے حالات

قاضی ابو احمد

متحدہ عرب امارات اور اسرائیل کے مابین امن معاہدہ ہو گیا۔ اگر اسلام کا حوالہ دل و ذہن سے نکال کر اس صورت حال کا جائزہ لیں تو پھر تو یہ کوئی انہونی نہیں۔ کافی عرصے سے اس کی توقع کی جا رہی تھی اور اس کے لیے راہ بھی ہموار کی جا رہی تھی، لہٰذا جو اس معاہدے پر تعجب کرے اس پر تعجب ہے۔ بحرین اور عمان بھی جی حضوری کی قطار میں کھڑے ہیں اور اسرائیل کے ساتھ معاہدہ کیا ہی چاہتے ہیں، مصر بھی تائید کر چکا ہے۔ عام طور پر معاہدات کچھ دو اور کچھ لو کی بنیاد پر ہوتے ہیں مگر یہاں تو محض قلیل مدتی وعدے ہیں اور دوسری طرف غیر مشروط وفاداری۔ نہ تو اس معاہدے کے نتیجے میں اسرائیل نئی یہودی بستیوں کی تعمیر سے باز آئے گا اور نہ ہی غرب اردن کے مزید فلسطینی علاقوں کو ہڑپ کرنے سے۔ ہاں! یہ احسان کرنے کا وعدہ ضرور کیا ہے کہ ان اسرائیلی توسیعی منصوبوں پر فوری عمل درآمد کو کسی درجے مؤخر کر دیا جائے گا۔ مگر وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا۔ پھر اس پر مستزاد اس معاہدے کی توثیق کی ٹرمپ نے جس نے شاید ہی اپنی مدت صدارت میں کسی معاہدے کی پاس داری کی ہو۔ سعودی ولی عہد اور اماراتی ولی عہد جو دنیا میں MBS اور MBZ کے ناموں سے جانے جاتے ہیں، ویسے بھی 'معرکۃ الآرا' مشرق وسطیٰ امن منصوبے کے خالق، ٹرمپ کے یہودی داماد جیرڈ کشنر کے قریبی دوست ہیں۔ عرب اسرائیل دوستی کے ان 'نمونوں' سے اسی قسم کے فیصلوں کی توقع ہے۔ رہ گیا فلسطین، تو ظاہر ہے کہ جیسے ہم دنیا کے دیگر ممالک کے مسائل میں نہیں الجھتے، ویسے ہی فلسطینی بھی اپنا مسئلہ خود حل کریں، ان کا دردِ سر ہماری ذمہ داری تو نہیں۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے کہ پاکستان نے اس معاہدے پر کس ردعمل کا اظہار کیا تو اول بات تو یہ ہے کہ امارات نے کون سا کسی اسلامی ملک سے یا فلسطینیوں ہی سے معاہدہ کرنے سے قبل مشورہ کیا تھا۔ اس نے جو کرنا چاہا کر گزرا۔ دوسری بات یہ کہ جس طرح جب عمران خان سے ایغور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے چینی مظالم بارے پوچھا گیا تو عمران خان نے ان سے یکسر لاعلمی کا اظہار کیا اور یہی موقف اختیار کیا کہ اگر کوئی مسئلہ ہے بھی تو بالفاظِ دیگر 'ہم نے ساری امت کا ٹھیکہ تو نہیں لیا ہوا'۔ یہی حال کشمیر کا ہے۔ شور و غوغا تو عمران خان کی جانب سے خوب ہوا کشمیر ایشو پہ مگر شور دبنے پر سب نے کھلی آنکھوں سے سکھوں کا گردوارہ اور وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں ہندوؤں کا مندر ہی تعمیر ہوتے دیکھا۔ وہی اسلام آباد جس میں لال مسجد انتظامیہ کو مدرسے کے لیے الاٹ کی گئی زمین کا قبضہ نہیں دیا جاتا اور جس میں قائم مساجد کو شہید کیا جاتا ہے اور مساجد کی شہادت اور قرآن پاک کی بے حرمتی کے خلاف آواز اٹھانے والوں کی آوازوں کو 'آپریشن سائلنس' کے ذریعے خاموش کر دیا جاتا ہے۔ تو ایسے میں عمران خان نے اگر اماراتی معاہدے کے خلاف چند الفاظ کہہ بھی دیے تو اس بیان کی حیثیت ہی کیا ہے؟ شنید تو یہ ہے کہ سعودی عرب پاکستان اور ملائیشیا پر زور ڈال رہا ہے کہ وہ بھی اسرائیل کو تسلیم کریں اور یوں غیر عرب مسلم ممالک کی جانب سے بھی اسرائیلی دوستی کا یہ دروازہ کھول دیا جائے۔ ملائیشیا نے تو اس سے انکار کیا ہے البتہ پاکستان کی 'اصل حکومت' کا سربراہ باجوہ اسی سلسلے میں دورۂ ریاض کے لیے بلوایا گیا تھا۔

پوری مسلم دنیا پر بے حسی طاری ہے۔ ہر ایک ہی 'تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو' کے مصداق اپنی اپنی نیّا پار لگانے کی فکر میں ہے۔ اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ امت مسلمہ بحیثیت مجموعی اپنی پہچان 'مسلم' بھول چکی ہے، اپنی خودی کھو چکی ہے اور اپنی ایمانی غیرت کا سودا کر چکی ہے۔ یہ امت یہ بھول گئی کہ فلسطین محض ایک مسلم سرزمین ہی نہیں کہ جسے یہودی قبضے سے آزاد کروانا پوری امت پر فرض ہے بلکہ یہ ہم مسلمانوں کا قبلۂ اول بھی ہے۔ بیت المقدس اس روئے زمین پر تیسری مقدس ترین جگہ ہے۔ آج ہم میں سے چند ایک آیا صوفیہ کے دوبارہ مسجد میں تبدیل کر دیے جانے پر تو خوش ہیں، جو اردگان کے اپنی عوامی مقبولیت بڑھانے اور خود کو جمہوریت کا درست نمائندہ کہلانے کی خاطر سراسر ایک سیاسی حربہ ہے، مگر کیا اسی ترکی کی جانب سے شامی مسلمانوں پر بمباری کا جرم آیا صوفیہ میں نماز ادا کرنے سے دھل جائے گا؟ پھر یہ تو ایک مسجد ہے جسے دوبارہ مسجد کا مقام دیا گیا، مگر کیا مسجد قرطبہ میں بجتے ناقوس کی آواز ہم پر اس کی بازیابی فرض قرار نہیں دیتی؟ سرزمین حرمین شریفین میں فحاشی کے اڈوں اور سینما گھروں کے قیام اور اس مقدس سرزمین پر دندناتے کافر ہمارے لیے نفیر عام نہیں؟ ہمارے پڑوس میں چین نے ہزاروں مساجد کو رقص گاہوں، پبلک ٹائلٹس اور کارخانوں میں تبدیل کر دیا، کیا اس نے ہمارے سوئے ہوئے ایمانی وجود میں چٹکی نہیں کاٹی؟ دور کیوں جائیں! کیا ہم نے محض اپنی غیرت کے نہ ہونے کے سبب ہی بابری مسجد کو اپنے ہاتھوں برباد نہیں کیا؟ کیا بابری مسجد کے مقام پر مندر کا قیام ہم سے کچھ مطالبہ نہیں کرتا؟
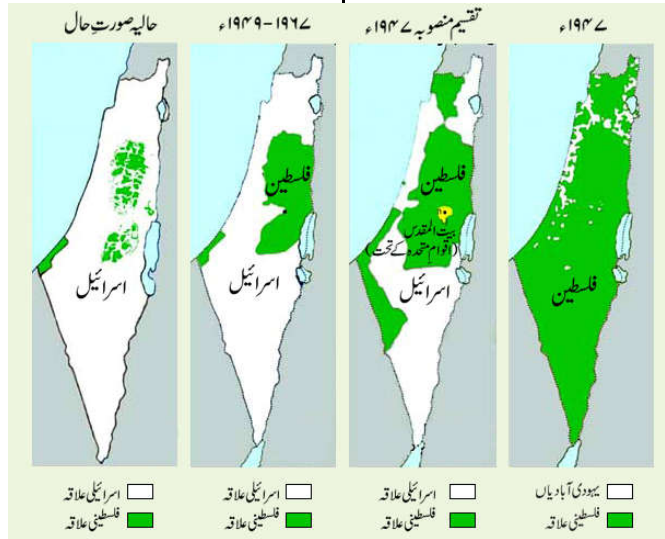
کفار کی حالت زار کو چھوڑیے کہ ان کی رسی تو اللہ رب العزت نے دراز کر رکھی ہے، محض پاکستان کے مسلمانوں کی حالتِ زار پر توجہ دیں تو کیا ہمیں اللہ رب العزت کی ناراضگی اور اس کا غضب نظر نہیں آتا؟ پاکستان پر مسلط دین و ایمان سے عاری بے عقل حکمران تو اللہ کا سب سے بڑا عذاب ہیں کہ جن کو دیکھ کر آنکھوں سے نظر آتا ہے کہ شیطان جسے چھو کر باؤلا کر دے وہ کیسا ہوتا ہے۔ عوام کے حق میں خیر اور سہولت کا کوئی فیصلہ اس حکومت اور انتظامیہ کے ہاتھوں تاحال نظر نہیں آیا اور نہ ہی نظر آنے کی توقع ہے۔ جس کام میں یہ حکومت ہاتھ ڈالتی ہے اس کی فقط تشہیر ہی تشہیر ہوتی ہے اور جب حقیقت دیکھیں تو کھودے پہاڑ سے مردہ چوہا ہی برآمد ہوتا ہے۔ پشاور بی آر ٹی منصوبے کا بڑے ٹھسّے سے اعلان کیا گیا تھا کہ محض چھ ماہ میں تیار ہو گا۔ اربوں روپے خرچ کرنے کے بعد آج ساڑھے تین سال بعد اس کا افتتاح کیا بھی تو اس حال میں کہ اکثر جگہ بنیادی ڈھانچہ تک پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا، پھر جب ڈنگ ٹپاؤ اس کو چلا دیا تو محض ایک ماہ میں چار بار آگ لگی اور ماہِ ستمبر کے وسط میں عارضی طور پر اس منصوبے کو بند کر دیا گیا ہے۔ دیامیر بھاشا ڈیم ہے تو ہر حکومت کی طرح موجودہ حکومت نے بھی اس کا افتتاح کیا ہے؛ یہ دیکھے بغیر کہ یہ وہ اونٹ ہے جسے خیمے میں داخل کرنے کے بعد خیمہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ پورے ملک میں بجلی پانی گیس تو پہلے ہی نادارد تھا اب رہنے بسنے کے لیے موجود گھر اور کاروباری مراکز تک پانی میں ڈوب گئے ہیں۔ کراچی محض چند بوند بارش سے ہی کسی جزیرے کا منظر پیش کرنے لگا ہے۔ پورے ملک میں پہلے مہنگائی اور عوامی سہولیات کی عدم دستیابی کی مصیبت، پھر کورونا اور ٹڈی دل، اور اب سیلاب ......یعنی آفات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے کہ جس نے مملکتِ خداداد کا راستہ دیکھ لیا ہے۔ کیوں؟ کیا وجہ ہے کہ ہم زیر عتاب ہیں؟ پڑوسی ملک انڈیا میں دیکھیں تو کورونا کی وبا شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی ہے، وہاں کی مسلمان آبادی کی جان و مال بالکل غیر محفوظ ہے اور رہ گئی شہریت تو وہ بھی شہریت ترمیمی بل کے ہاتھوں آج یا کل ختم ہی ہوئی جاتی ہے۔ کشمیریوں کی زندگی سال بھر پہلے جس جگہ منجمد کی گئی تھی، آج بھی اسی سرد خانے میں ہے۔ انھیں دنیا سے اور دنیا کو ان سے بالکل کاٹ کے رکھ دیا گیا ہے۔ بنگلہ دیش علیحدہ ہندو کالونی کا منظر پیش کر رہا ہے...... امت مسلمہ کا یہ انتشار و ابتری صرف اور صرف اللہ پاک سے دوری اور اس کے دین کو چھوڑ دینے کا نتیجہ ہے۔

اسلام کی آمد سے پہلے قبائل اسی طرح نسلی دشمنیوں کی بھینٹ چڑھ رہے تھے۔ اسلام نے آکر انھیں امن اور محبت کا خوگر بنایا۔ جاہلی عصبیت کو اللہ رب العزت کے دین نے ایمانی محبت میں تبدیل کیا۔ آج 'Black Lives Matter' کا نعرہ لگانے والے یہ نہیں جانتے کہ ان کے حقوق کا تحفظ سب سے پہلے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا کر کیا اور اپنے خطبۂ حجۃ الوداع میں واضح فرمایا کہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں؛ عزت کا، شرف کا، فوقیت کا، قبولیت کا، محبوبیت کا معیار صرف اور صرف اللہ رب العزت کے دین پر عمل اور تقویٰ ہے۔

آج بھی امت مسلمہ کے لیے عزت و شرف کا نسخہ وہی ہے جو قریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے تھا۔ آج بھی راہ نجات اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامنے اور نسلی و قومی تعصبات کو بھلا کر اپنی پہچان 'مسلم' یاد رکھنے میں ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْھَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○ (سورۃ آل عمران:۱۰۳)

"اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، اللہ نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کھول کر واضح کرتا ہے، تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔"

ہر پاکستانی، ہندوستانی، بنگلا دیشی، برمی، ایغور، ترک، عرب جو اپنی شناخت 'اسلام' کو نہیں بھولا، ہمارا بھائی ہے۔ اس کا مسئلہ ہمارا مسئلہ اور ہمارا درد اس کا درد ہے۔ ہماری دعوت آج بھی وہی ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تھی کہ اس ایک کلمے 'لا الہ الّا اللہ' کو تھام لو، فلاح پاؤ گے۔ راہ راست صرف اور صرف اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے میں ہے۔ اپنی انفرادی زندگیوں میں بھی اور جس اجتماعیت کا بھی آپ حصہ ہیں وہاں بھی ہر ایک چھوٹے بڑے معاملے میں فقط اللہ کی رسی کو تھام لیجیے اور اللہ کے کلام اور اللہ کے نبی کی سنت کو فیصل بنا لیجیے تو راہ راست اور نتیجتاً رب کی رضا ہم مسلمانوں سے کچھ دور نہیں۔

بڑی مصیبت!

"ہمارا مسئلہ صرف یہی نہیں کہ ہمارے حکمران غیروں کے ایجنٹ ہیں بلکہ اس سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہماری دینی تحریکیں ان طاغوتوں کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین ہیں لہٰذا ان کا احترام کیا جائے۔ بعض ان کو کشتیٔ نوح قرار دیتے ہیں حالاں کہ اس کشتی میں بیٹھنے والے کا انجام غرق ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ دین کے نام پر اس سے بڑا جھوٹ اور دھوکہ ممکن نہیں۔ میں ان جماعتوں میں موجود مخلص لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی تحریکوں کو ایسے افراد اور ایسے افکار سے پاک رکھیں۔"

(محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ)

(بحوالہ: 'اے اللہ! صرف تیرے لیے')

خیالات کا ماہنامچہ

ذہن میں گزرنے والے چند خیالات: ستمبر ۲۰۲۰ء

معین الدین شامی

اللہ کا نہایت فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے عبادت گزاروں میں شامل فرما کر سنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو بنایا۔ اللہ پاک ہمیں تادمِ آخریں اس دین کا پیروکار بنائے رکھے، جس پر چلنے والوں کے لیے اس نے اپنی رضا و خوشی کا اعلان کر دیا ہے، آمین یا ربّ العالمین!

مسئلہ القاعدہ کے فنا یا بقا کا نہیں!

امریکی، بھارتی اور پاکستانی حکومت، انٹیلی جنس اور فوج شاید یہ سمجھتے ہیں کہ القاعدہ کو دنیا سے فنا کر کے ان کے لیے کچھ سامانِ راحت و چین ہو جائے گا اور القاعدہ کی بقا ان کے لیے خوف و موت کا سبب ہے۔ یہ خیال باطل ہے، بلکہ یہ امریکی اور ان کے باقی دم چھلے اگر غور کریں تو وہ خود بھی اس حقیقت کو جانتے ہیں۔

یہود کا خیال تھا کہ وہ انبیا کو قتل کر کے من مانی موت و حیات اور عیش و آرام حاصل کر لیں گے۔ چودہ صدیاں پیش تر کچھ اہلِ کفر و نفاق نے رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنائے۔ صحابہؓ کی نسلِ بہترین اس دنیا نے دیکھی، لیکن صحابہ کے بعد بھی یہ دین قائم رہا اور اہلِ کفر و نفاق کے گلے میں 'جہاد' کی ہڈی پھنسی رہی۔ تابعین آئے، تبع تابعین آئے، امویوں نے جہاد کیا، عباسیوں نے جہاد کیا، عثمانیوں نے نصف یورپ تک علمِ اسلام گاڑ دیا، مرابطین نے صحرائے اعظم کو اپنے سجدوں سے عزت بخشی، برصغیر میں غزنویوں، غوریوں، مغلوں، غلاموں وغیرہ نے جہاد کیا۔ سید احمد شہیدؒ کی تحریک یہاں اٹھی اور بظاہر ختم ہوئی۔

پچھلی چودہ صدیوں بلکہ اس دنیا کے قائم ہونے کے روز سے آج تک کے صرف ایام گنے جائیں تو دن کم ہیں اور مجاہدین زیادہ پیدا ہوئے ہیں۔

آج مجاہدین کے ایک گروہ کا نام القاعدہ ہے۔ یہ رہے یا نہ رہے۔ اسلام باقی رہا ہے اور رہے گا۔ امریکی القاعدہ کو ختم کرنے کی سوچتے رہیں، کل کوئی اور کسی اور نئے نام و عنوان سے ہو گا، لیکن امریکہ اور اس کے دم چھلوں کا مستقل وجود تو ہے ہی ناممکن، عارضی وجود تک نہ ہو گا!

امریکی 'جمہوروں' کی منافقت

کہنے کو امریکہ میں کئی سیاسی پارٹیاں ہیں لیکن اصل میں دو پارٹیاں ہی مستقل اقتدار میں رہتی ہیں، کبھی ہم کبھی تم۔ امریکہ میں الیکشن سر پر پہنچ چکے ہیں۔ ریپبلکن پارٹی کا سرچڑھا بدمعاش ٹرمپ ملکی سطح اور امریکہ میں لوکل سطح پر بہت سی مشکلات کا شکار ہے اور امریکی روایت یا اصول کے تحت دوسری باری کے لیے ریپبلکن کی طرف سے صدارت کا امیدوار ہے۔ اس کے مقابلے میں ہے 'جو بائیڈن'، جو کہ ڈیموکریٹ ہے اور اوبامہ کے زمانے میں نائب صدر رہ چکا ہے۔

ٹرمپ بہت سے امور میں امریکہ میں اندرونی طور پر بھی ناکام رہا اور کئی امور میں انتہا پسندانہ سوچ رکھتا ہے۔ انہی میں سے ایک مسئلہ سفید فام نسل پرستی، جو ٹرمپ کے زمانے میں امریکہ کی جدید تاریخ میں عروج پر پہنچی اور 'Black Lives Matter' یعنی سیاہ فاموں کو بھی جینے کا حق ہے کی تحریک ہے۔ دوسرا امر ہے ٹرمپ کی 'اینٹی مسلم پالیسی'، یہ پالیسی یوں تو پوری دنیا میں وجود رکھتی ہے، لیکن امریکہ میں اس کا ایک مظہر مسلمان پناہ گزینوں پر اور مسلمان شہریوں پر مختلف قسم کی پابندیاں ہیں۔ ٹرمپ نے اپنے اقتدار سے پہلے اور بعد میں انڈیا کی بہت طرف داری کی؛ انتخاب سے پہلے ٹرمپ کے امریکی ہندوستانیوں کو اپنی جانب مائل کرتے نعرے 'اب کی بار ٹرمپ سرکار' سے لے کر مودی کے لیے امریکہ میں 'ہاوڈی مودی' اور ٹرمپ کے لیے انڈیا میں 'نمستے ٹرمپ' بھی ایک سیاسی چال ہے۔

جو بائیڈن نے سیاسی پتہ کھیلتے ہوئے اپنی نیابت کے لیے ایک سیاہ فام امریکی عورت 'کمالا ہیرس (Kamala Harris)' کو منتخب کیا جو کہ ایک جمائکن (افریقی ملک) کالے امریکی باپ اور ایک ہندوستانی امریکی (براؤن یا بھوری رنگت والی) ماں کی بیٹی ہے۔ کمالا ہیرس کے انتخاب سے 'Black Lives Matter' کی تحریک کی بھی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی گئی اور ٹرمپ کے انڈین حربے کا توڑ بھی۔ حالانکہ کمالا ہیرس وہ امریکی ڈیموکریٹ سینیٹر ہے جو ماضی قریب میں جو بائیڈن کی شدید ترین مخالف رہی ہے۔ لیکن جو بائیڈن کو امریکی صدر بننا ہے اور کمالا کو نائب صدر اس لیے یہاں 'سب چلتا ہے'!

جو بائیڈن نے منافقت کی انتہا تو یہ کی کہ مسلمانوں کو اپنی جانب مبذول کروانے کے لیے ایک عجیب چال چلی۔ بائیڈن کی ایک ویڈیو ہے جس میں وہ کہتا ہے (قاتلہ اللہ):

> ”جیسا کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہدایت کی ہے، 'تم میں سے جو بھی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے روک کر تبدیل کرے، اگر استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اس کو برا کہے، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے اس کو برا جانے'۔ اگر مجھے آپ کا صدر بننے کا اعزاز حاصل ہوا تو میں 'مسلم بین' (مسلمانوں پر پابندی) کو کو اقتدار کے پہلے دن ہی ختم کر دوں گا!“

سبحان اللہ، رُویبضہ، یعنی وہ جاہل لوگ جو عوام کے مسائل پر گفتگو کریں، نام نہاد مسلمان ہو کر تو ایک طرف، اب تو قیامت کی وہ نشانیاں پوری ہو رہی ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا دشمن جو بائیڈن اب آپؐ ہی کا فرمان نقل کر رہا ہے، ٹرمپ پر غلبہ پانے کے لیے!

جہاد کا 'اعلان'

جہاد کا 'اعلان' یا 'نفیر' یقیناً ایک شرعی امر ہے لیکن فقہائے عظام نے واضح لکھا ہے کہ 'اعلانِ' جہاد وہ واحد امر نہیں ہے جس سے جہاد فرض ہوتا ہے، بلکہ فرضیتِ جہاد کی بہت سی صورتوں میں سے ایک ہے۔

کسی کے گھر پر ڈاکو حملہ آور ہو جائیں اور گھر کے افراد ایک مظاہرہ کریں اور سربراہِ خانہ سے مطالبہ کریں کہ وہ ڈاکوؤں کے خلاف مقابلے (یا جہاد) کا اعلان کرے تاکہ ہم ڈاکوؤں کے خلاف لڑ کر سکیں، کیسی احمقانہ بات ہے؟! کسی تھوڑے سے فہم و فکر والے سے بھی پوچھیں بلکہ حیوانات بھی اگر نطق رکھتے ہوں تو وہ بتائیں کہ صاب! ایسے وقت میں حکم وُکم نہیں پوچھا جاتا، دفاع کیا جاتا ہے!

ایک تو یہ صورت تھی، دوسری صورت اور بھی عجیب ہے کہ سربراہِ خانہ خود ہی دو نمبر آدمی ہو اور ڈاکوؤں سے ساز باز رکھتا ہو اور ڈاکوؤں کے حملے اور قبضے کو عین 'قانونی' بتاتا ہو اور ایسے سربراہِ خانہ سے توقع کی جائے کہ وہ ان ڈاکوؤں کے خلاف 'اعلانِ' جہاد کرے۔

پچھلے ماہ جب پاکستان بھر میں 'یومِ استحصالِ کشمیر' ملکی سطح پر 'منایا' جا رہا تھا تو بعض حضرات نے حکومتِ وقت سے مطالبہ کیا کہ وہ کشمیر آزاد کروانے کے لیے 'اعلانِ' جہاد کرے۔ کسی اللہ والے کا قول یاد آ رہا ہے کہ 'ان سے مطالبۂ اعلانِ جہاد ہو رہا ہے جن کے خلاف جہاد بجائے خود فرض ہے!'۔

متحدہ عرب امارات—اسرائیل معاہدہ

کسی نے ڈیڑھ دہائی قبل لکھا تھا کہ امتِ مسلمہ کے لیے مسئلہ ایک اسرائیل کا نہیں بلکہ ان 'ستّاون' اسرائیلوں کا ہے جو 'اسلامی ممالک' کہلاتے ہیں[1]۔

انہی اسرائیلوں میں سے ایک، متحدہ عرب امارات بھی ہے۔ امارات کے اسرائیل سے بڑھتے تعلقات پچھلی ایک دہائی میں سب کے سامنے ہیں اور پچھلے چھ ماہ میں اس ضمن میں جتنی 'ترقی' ہوئی ہے وہ سب کے سامنے عیاں ہے۔ یوں تو اماراتی پالیسی شروع دن سے 'سب سے بڑا رُپیہ' رہی ہے اور کوئی بھی سرمایہ کاری کر کے امارات کو خرید سکتا ہے، لیکن اماراتی پالیسی کی 'محبت' امریکہ و اسرائیل کی جانب ہمیشہ ہر کسی سے زیادہ متوجہ رہی ہے۔

آخر کار امارات نے اسرائیل کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا ہے۔ مختصراً اس معاہدے کے نتائج میں سفارت کاری کا آغاز، تجارت اور دیگر تعلقات ہوں گے، باقی سیاحت اور ہوائی آمد و رفت تو ابھی سے شروع ہو گئی ہے۔ آئندہ دفاعی معاہدات بھی ہوں گے جو اب تک خفیہ حیثیت رکھتے تھے۔

اس معاہدے کا اعلان ڈانلڈ ٹرمپ نے کیا اور اماراتی 'شِکرے' محمد بن زاید اور اسرائیلی 'لومڑ-بھیڑیے' نیتن یاہو نے اس کی تصدیق۔

ساری دنیا کے تجزیہ کار یہ کہہ رہے ہیں کہ اس معاہدے میں کوئی حیرت کی بات نہیں یہ ہونا ہی تھا اور ہمیں بھی اس سے صد فیصد اتفاق ہے۔ کوئی کشتی اگر سمندر کے بیچ ٹوٹ جائے اور پھر بھنور میں پھنس جائے تو اس کے ڈوبنے اور اس کے سواروں کے ڈوب مرنے کی خبر سن کر کسی کو تعجب نہیں ہوتا۔

لیکن افسوس ان پست ذہنوں پر ہے جو یہ خوشیاں منا رہے ہیں کہ اب اماراتی ہوائی جہاز ابو ظہبی سے اڑ کر 'لِد' ایئر پورٹ (اسرائیل) پر اتریں گے اور وہاں سے حرمِ ثالث یعنی مسجدِ اقصیٰ کی زیارت کے لیے جایا جا سکے گا اور وہاں نماز پڑھی جا سکے گی؛ جہاں ایک نماز کا اجر پچیس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

ع کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر!

کچھ ذکر عرب امارات پر قابض خائن و غدار ٹولے کے جھوٹ کا۔ محمد بن زاید نے کہا تھا کہ ہمارا اسرائیل سے معاہدہ ہو گیا ہے جس کے نتیجے میں اسرائیل مغربی کنارے کی عرب آبادیوں پر مزید قبضہ نہیں کرے گا یعنی یہودی آبادی کی توسیع نہیں کرے گا۔

بعداً معلوم ہوا کہ یہ صرف منہ کا جھاگ تھا۔ اصلی روپ دکھاتے ہوئے اماراتی معاون وزیر برائے امورِ خارجہ، ثقافت اور عوامی سفارت کاری 'عمر غباش' نے برطانوی اخبار 'دی انڈیپینڈنٹ' سے بات کرتے ہوئے کہا کہ 'کچھ بھی پتھر پر لکیر کے مترادف نہیں'۔ مزید کہا کہ اس معاہدے کے ساتھ کچھ بھی مشروط نہیں بلکہ یہ معاہدہ کچھ 'افہام و تفہیم' کا نتیجہ تھا۔ جب عمر غباش سے پوچھا گیا کہ بعض فلسطینیوں اور فلسطینی تنظیموں نے اس معاہدے کو رد کر دیا ہے اور اس کو فلسطینیوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مساوی قرار دیا ہے تو عمر غباش اور امارات کا اصلی چہرہ مزید 'نکھر' کر سامنے آیا اور اس نے کہا 'متحدہ عرب امارات ایک خود مختار ریاست ہے، فلسطینیوں کے لیے کوئی ''تحفہ'' نہیں ہے کہ فلسطینی ہمیں بتائیں کہ ہمیں اسرائیل سے کس قسم کے تعلقات رکھنے چاہیں اور کس قسم کے نہیں'۔

اماراتی وزیرِ خارجہ نے کہا کہ یہ معاہدہ خطے کے لیے win-win کی صورتِ حال ہے اور یہ معاہدہ ایک 'امید کی کرن' ہے۔

موٹروے ریپ کیس

اس قسم کے واقعات کے متعلق راقم نے سوچ رکھا ہے کہ ان کے متعلق لکھنے سے گریز کرے گا کہ ان پر لکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن موٹروے ریپ کیس اتنا مشہور ہو چکا ہے اور اس پر اتنی حکومتی مشینری حرکت میں ہے کہ اس پر تبصرہ کرنا لازم ہو گیا ہے۔

[1] ستّاون اسرائیلوں سے مراد ان اسلامی ممالک کی مسلمان عوام نہیں، بلکہ ان کے حکمران، ان کی افواج اور ان کی ریاستی پالیسیاں ہیں۔

میڈیا ذرائع کے مطابق واقعہ یہ ہے کہ لاہور کی ایک عورت اپنے بچوں سمیت رات گئے بارہ بجے سے کچھ قبل عازمِ سفر ہوئی۔ گاڑی چلاتے ہوئے لاہور میں رنگ روڈ سے اتر کر موٹروے سے متصل جنگل کے قریب رات کو ساڑھے بارہ بجے اس کی گاڑی کا پٹرول ختم ہو گیا، رات تین بجے وہیں پر دو بدباطن آئے اور انہوں نے گاڑی کے شیشے توڑے، دروازہ کھولا اور پھر اس عورت کو نکال کر جنگل میں لے گئے اور اس کے بچوں کے سامنے ان غنڈوں نے اس عورت کو زیادتی کا نشانہ بنایا۔

یقیناً یہ غنڈے قابلِ سزا ہیں، بلکہ اگر اسلامی شریعت نافذ ہو تو ان غنڈوں کو فساد فی الارض مچانے پر قتل کیا جا سکتا ہے، ورنہ اگر شادی شدہ زانی ہوں گے تو کم از کم بھی سنگسار کیے جائیں گے۔

لیکن صورت حال کا حقیقت پسندی سے جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان ظالموں فاجروں کے علاوہ یہ خاتون بھی قصور وار ہے کہ رات کو بارہ بجے یہ گھر سے عازمِ سفر ہوتی ہے اور پھر ویران سڑک پر چند کلو میٹر چلنے کے بعد اس کی گاڑی کا پٹرول ختم ہو جاتا ہے اور یہ وہیں انتظار کرتی رہتی ہے اور رات تین بجے یہ زیادتی کا نشانہ بنتی ہے۔ یہ گاڑی کو لاک لگا کر اس جگہ سے اگر پیدل بھی چلتی تو تین بجے تک بہت آرام سے کسی قریبی بستی میں بلکہ شاید اپنے گھر بھی پہنچ جاتی۔ میڈیا کی خبروں کے مطابق اور بعض ٹی وی چینلوں پر چلائے جانے والے مناظر کے مطابق سڑک کے ایک طرف جنگل تھا جب کہ دوسری طرف ایک گاؤں تھا۔

میری اسی بات سے ملتی جلتی بات سی سی پی او لاہور نے بھی کی، جس پر ساری دنیا میں شور و غوغا مچ گیا کہ عورت کے خلاف بات کر دی۔ واضح رہے کہ مجھے سی سی پی او لاہور سے کوئی ہمدردی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم.“[1]

”کوئی بھی عورت کسی محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔“

یہ فرمانِ رسول اس پاکیزہ معاشرے میں ارشاد فرمایا گیا جہاں برائی کا تصور بھی موجود نہ تھا اور یہاں دیکھیے کہ یہ عورت شہر سے باہر، آج کے معاشرے میں بنا محرم جا رہی تھی۔ مزید یہ کہ فور جی فائیو جی انٹرنیٹ کے زمانے میں اس کا کسی سے رابطہ بھی نہ ہو ایا ایک روایت کے مطابق ’کزن‘ کو فون کیا تو وہ بھی نہ آیا، تین گھنٹے میں تو سست ترین پنجاب پولیس بھی آ جاتی ہے اور اگر جھوٹ ہی بول کر 1122 کو فون کرتی تو وہ ہی آ جاتے، ہاں البتہ موٹر وے پولیس کا رویہ یقیناً قابلِ افسوس ہے کہ وہ اپنے ’پروفیشنل ازم‘ میں اس عورت کو کوئی مدد نہ فراہم کر سکے۔

اس واقعے کے بعد پورے پاکستان کی حکومت و پولیس ایسی مستعد ہو کر ان دو مجرمین کو تلاش کر رہی ہے (یا شاید جب یہ تبصرہ شائع ہو تو تلاش کر چکی ہو) جیسے ملک میں باقی سب اچھا تھا اور ہے، بس یہی ایک مسئلہ پیدا ہو گیا۔ وزیرِ اعظم کے ہارورڈ کے پروفیسر مشیر شہباز گِل سے لے کر لاہور کے ادنیٰ سپاہی اور پرانے معاشروں کی طرز پر کھوجیوں تک کو اس کام پر لگا دیا گیا ہے۔ یقیناً اسلامی حکومت ہو تو وہ بھی یہی کرے۔ لیکن جو حکومت شریعت کی باغی بلکہ شریعت کی دشمن ہو اور جس حکومت کے نظامِ کفر نافذ کرنے کے سبب اور فحاشی و عریانی کو فروغ دینے کے سبب یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں وہ ایسا کرے تو یقیناً حیرت کی بات ہے۔

سوال یہ بھی ہے کہ ’حقوقِ نسواں‘ اور ’عورت کی آزادی‘ کی علم بردار بڑی بڑی عینکیں لگانے اور موم بتیاں جلانے والی بعض عورتیں، جن کا نہ کوئی خاندان ہے اور نہ کسی قسم کی قدرِ ملی و دینی سے ان کو تعلق ہے، بلکہ جن کی پہچان ’عورت مارچ‘ ہے، ان کو بھی یکایک یاد آ گیا اور انہی میں سے ایک عورت وائس آف امریکہ سے بات کرتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ ’کیا کوئی بہو بیٹی اب پاکستان میں باہر بھی نہیں نکل سکتی؟‘۔ ان بے عقل، بلکہ بد عقل عورتوں کو اب یہ بہو بیٹی ہونا یاد آ رہا ہے جب ان کی عزت بالجبر لوٹی گئی ہے، ورنہ ان کے عورت مارچ تو دراصل بالرضا عزت لٹوانے ہی کا مطالبہ ہیں۔ یہ تو وہ عورتیں ہیں جن کا نعرہ ’پدر شاہی‘ کا خاتمہ ہے اور پدرِ شفیق ہو تو کوئی کسی کی بیٹی ہوتی ہے اور کوئی کسی کی بہو۔

ان موضوعات پر ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ اس کا حل صرف اور صرف دین کی طرف ذاتی و اجتماعی زندگی میں لوٹنا ہے اور بس!

ایک عورت کی عزت کا یوں لٹ جانا یقیناً لائقِ مواخذہ ہے، لیکن جو لوگ آج یہ موقف پیش کرتے نظر آ رہے ہیں کہ حکومت اور قانون نافذ کرنے والے ادارے ’تحفظ فراہم نہ کرنے کے سبب مجرم ہیں‘ وہ اس حقیقت کا کلیتاً انکار کر رہے ہیں کہ بہر حال عورت کے اپنے اوپر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنی جان اور عزت کو خطرے میں نہ ڈالے۔

انسانوں کی معاشرت ایک پورا نظام ہے، نظام میں جہاں حقوق ہوتے ہیں وہیں واجبات بھی ہوتے ہیں۔ ایک عادلانہ نظام (جو سوائے اسلام کے کسی اور دین و معاشرے کے پاس نہیں) اگر اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ آپ کے ایمان و عزت، جان و مال اور دیگر حقوق کی حفاظت کی جائے گی تو کچھ امور آپ پر بھی فرض کرتا ہے۔

اللہ نے عورت کو خاص پیمانۂ عقل کے ساتھ خاص جسمانی ساخت دے کر دنیا میں اتارا اور اس کے عقل و جسم کے مطابق ہی اس پر معاشرت کا بوجھ بھی ڈالا۔ اسی واقعے میں دیکھیے کہ وہ عورت جو فطری طور پر اتنی ’غافل‘ ہے کہ جب گاڑی سٹارٹ کرتی ہے تو اس کو یہ خبر نہیں ہو پاتی کہ گاڑی میں ایندھن کم ہے (حالانکہ گاڑی نہایت جدید ماڈل کی تھی اور جدید ماڈل کی گاڑیاں ایندھن ختم ہونے سے کافی پہلے سے ہی انتباہی سائرن بجانے اور بتیاں جلانے لگتی ہیں)۔ جب فہم کا عالَم یہ ہے تو رات گئے سفر کرنا اور وہ بھی بنا کسی محرم کے کتنی نادانی کی بات ہے؟!

[1] صحیح بخاری

باقی کسی کو اجازت نہیں کہ وہ راقم کے درج بالا جملوں سے یہ تاثر حاصل کرے کہ ہم عورتوں کے حقوق کے خلاف ہیں یا خدانخواستہ اس واقعے پر خوش ہیں، بلکہ اللہ گواہ ہے کہ ہم تو ان عورتوں کو بھی ان کا حقِ عصمت و عفت لوٹانا چاہتے ہیں جو عورت مارچ کی منڈیوں میں بہکا کر اور ورغلا کر ہانک لائی گئی ہیں اور ان درندے مردوں کو سولی پر لٹکانا اپنا فرض جانتے ہیں جو ایسے فساد فی الارض کے جرائم کے مرتکب ہیں۔ لیکن اس بات کی وضاحت ایک بار پھر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انسانیت کی دنیوی و اخروی فلاح پورے نظام کی تبدیلی میں ہے، یعنی نظامِ اسلامی کے قیام میں اور پارلیمنٹ کو مجلسِ شوریٰ، قومی ریاست کو ریاستِ مدینہ اور انگریزی خطوط پر مرتب کیے قانون کو اسلامی آئین کہہ دینے سے مسئلہ حل نہیں ہو گا!

کراچی کے مسائل کا حل کسی کے پاس نہیں!

پاکستان میں اپوزیشن اور حکومت کا ڈرامہ دہائیوں سے چل رہا ہے اور اس نظام کے فنا ہونے تک چلتا رہے گا۔

اسی ڈرامے کا ایک سین آج کل کے کراچی کے خصوصی مسائل ہیں۔ ہمارے خاندان کی ایک بزرگ اور نہایت نیک خاتون کہا کرتی تھیں (اللہ ان کی زندگی میں برکت دے، آمین) کہ 'کراچی کو سوچی سمجھی سازش کے تحت بگاڑا گیا ہے' اور اس بات میں کوئی شک بھی نہیں۔ کراچی پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ جاپان سونامی روکنے کے لیے پہاڑوں سے بڑی دیواریں ساحل پر بنا رہا ہے اور کراچی چند بوند بارش سے ڈوب جاتا ہے۔

حکومت یعنی عمران خاں کی ناکامی تو عیاں ہے ہی، پہلے پیپلز پارٹی اور نون لیگ نے کون سا تیر مار لیا تھا۔ اس وقت بھی عمران خاں کی نااہلی پر جب شاہد خاقان عباسی سے پوچھا گیا کہ اگر آج آپ وزیرِ اعظم ہوتے تو کیا کرتے؟

فرمایا 'میں ریونیو جنریٹ کرتا، پیسہ زیادہ بنا کر فنڈز allocate کرتا'۔

اس میں شک نہیں کہ 'زر بھی ہے قاضی الحاجات'، لیکن 'زر بھی ہے' نہ کہ 'زر ہی ہے'۔ اصل وجہ تو دین سے دوری ہے کہ اللہ پاک نے کیسا واضح فرمادیا:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ○ (سورۃ ہود:۱۱۷)

"اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ بستیوں پر ظلم کر کے انہیں تباہ کر دے جبکہ ان کے باشندے صحیح روش پر چل رہے ہوں۔"

اور فرمایا:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ○ (سورۃ الاعراف:۹۶)

"اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین دونوں طرف سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے (حق کو) جھٹلایا، اس لیے ان کی مسلسل بد عملی کی پاداش میں ہم نے ان کو اپنی پکڑ میں لے لیا۔"

یہ روشِ ظلم و تعدی، یہ انکارِ شریعت، یہ کفر کا نفاذ ہے جس پر پی پی سے نون اور نون سے عمران خاں اور اس کو 'سلیکٹ' کرنے والے گامزن ہیں جس کا یہ سب نتیجہ ہے۔ نتیجہ کیا ہے، کہ ان کے پاس کسی مسئلے کا کوئی حل نہیں۔ بجلی کی کمی ہے تو حل نہیں، بے روزگاری ہے تو حل نہیں، سیلابوں کا حل نہیں، کرپشن کا حل نہیں، بھوک اور بیماری کا حل نہیں!

سعد الجبری کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

سعد الجبری سعودی انٹیلی جنس کا نہایت سینئر اہلکار ہے، بلکہ اہلکار تو چھوٹی چیز ہے، یہ قریباً سربراہ لیول کا آدمی تھا۔ بس محمد بن سلمان سے کھٹ پٹ ہوئی اور آج اس کے بچے قید میں ہیں جبکہ وہ خود کینیڈا میں بیٹھا اور اس کو قتل کرنے کی کوشش بھی کی گئی بالکل اسی طرح جس طرح جمال خاشقجی کو پھنسایا گیا اور مارا گیا، لیکن یہ خود انٹیلی جنس کا آدمی تھا سو دامِ فریب میں پھنسنے سے بچ گیا۔

قصہ مختصر یہ ہے کہ سعد الجبری، یمن میں مجاہدین کے خلاف اور شریعت کے خلاف جنگ میں، سابقاً امریکی و سعودی اتحاد کا مہرہ رہا ہے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ 'جو کسی ظالم کی ظلم میں اعانت کرتا ہے تو بعداً اللہ تعالیٰ اسی ظالم کو اس اعانت کرنے والے پر بھی مسلط فرما دیتے ہیں'۔ بس سعد الجبری کے ساتھ یہی ہو رہا ہے اور وہ اب بھی رجوع الی اللہ کے بجائے رجوع الی امریکہ پر عامل ہے۔ کیسی ناکامی ہے یہ، اعاذنا اللہ منہ!

محمد بن سلمان، اہلِ اسلام کے خلاف روسیوں کا بھی حامی ہے!

برطانوی اخبار 'گارڈین' میں چھپنے والی خبر کے مطابق، امریکیوں کے خاص آلۂ کار اور ٹرمپ و نیتن یاہو کے منظورِ نظر محمد بن سلمان نے اہلِ اسلام کے خلاف جنگ میں روس کو اس بات پر ابھارا کہ وہ شام پر حملے میں حصہ لے۔

ثابت ہوا کہ محمد بن سلمان محض امریکی خوشنودی کے لیے اسلام کے خلاف جنگ نہیں لڑ رہا بلکہ نفسِ 'اسلام' کا دشمن ہے اور اس کے لیے روس تک کو ابھار رہا ہے!

گوگل آپ کے فون کو کیسے استعمال کرے گا اور اس استعمال کا مطلب کیا ہے؟

گوگل نے اعلان کیا ہے کہ وہ زلزلے کا پتہ چلانے والا سب سے بڑا نیٹ ورک بنا رہا ہے اور وہ بھی میرے اور آپ کے موبائل فون کے ذریعے۔ اس نظام کو 'دی اینڈرائیڈ ارتھ کوئیک الرٹ سسٹم (The Android Earthquake Alert System)' کا نام دیا گیا ہے۔

(باقی صفحہ نمبر 50 پر)

حافظ سردار شہید رحمہ اللہ

گل محمد ترابی

دو عشرے قبل، غزنی شہر میں دو بد معاش و بد قماش مشہور تھے۔ بدکاریاں، نشہ، بھتہ خوری، ڈاکے، غرض مافیا کی صحیح تشریح یہ دونوں تھے۔ آج بیس بائیس سال گزر جانے کے بعد بھی، غزنی میں کوئی ان کا مساوی بدمعاش پیدا نہیں ہوا۔ انہی دو بد قماشوں میں سے ایک کا نام 'سردار' تھا۔ سردار کو اس کی بری حرکتوں کے سبب غزنی شہر کا ہر بچہ اور بوڑھا جانتا تھا۔

ایک دن سردار کی کیفیت کچھ ایسی ہوئی کہ اس نے سوچا کہ وہ خودکشی کر لے۔ سردار یہ سوچ کر ایک ملا صاحب کے پاس گیا اور پوچھا کہ 'میں خودکشی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ میرے لیے جائز ہے؟'۔ یہ ملا صاحب سردار کو اچھی طرح جانتے تھے، انہوں نے کہا کہ 'تم نے اور اتنے برے کام اور سنگین جرائم کیے ہیں، اگر تم خودکشی کا حرام فعل بھی کر لو تو کون سا کوئی زیادہ فرق پڑ جائے گا! تمہارے لیے خودکشی روا (جائز) ہے!'۔

سردار نے یہ بات سنی اور ارادہ کیا کہ کل خودکشی کروں گا۔

یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب امریکہ اپنے نیٹو و غیر نیٹو اتحادیوں کے ساتھ افغانستان پر نیا نیا حملہ آور ہوا تھا۔

سردار اگلے دن ایک بڑی مسجد میں گیا، جس کی عمارت سے کود کر اس نے اپنی جان تلف کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس مسجد میں پہنچا تو اس مسجد کے امام صاحب نے سردار کو دیکھا اور پوچھا کہ 'سردار! کس ارادے سے آئے ہو؟'۔ سردار نے کہا کہ 'خودکشی کرنے کے ارادے سے آیا ہوں!'۔ یہ سن کر یہ امامِ مسجد مولوی صاحب خاموش ہو گئے اور کچھ سوچ کر بولے 'سردار! کیا کیفیت ہے جس کے سبب خودکشی کرنا چاہتے ہو؟ تم پر کیا بیت رہی ہے؟'۔ سردار نے کہا کہ 'میں اپنی بدفعلیوں اور گناہوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے۔'

مولوی صاحب یہ سن کر پھر خاموش ہو گئے اور اب ذرا زیادہ توقف کے بعد بولے 'سردار تم آج خودکشی نہ کرو، تین دن بعد جمعہ ہے، تم جمعے کے دن آنا میں تمہیں ایک کام بتاؤں گا'۔

سردار یہ سن کر واپس لوٹ گیا۔

تین دن کے بعد جمعے کے روز، سردار انہی مولوی صاحب کے پاس پھر پہنچا۔ مولوی صاحب سردار کو امارتِ اسلامیہ افغانستان کے ایک جہادی کماندان 'نجیب حاجی' کے پاس لے گئے[1]۔

یہاں سردار سے بات چیت شروع ہوئی۔ مولوی صاحب نے سردار سے کہا 'سردار! تمہارے لیے تو زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے، تم موت چاہتے ہو۔ جہاد کیوں نہیں کرتے؟!'۔

یہ بات سن کر سردار فوراً تیار ہو گیا اور بولا 'میں جہاد کے لیے تیار ہوں!'۔

مولوی صاحب اور نجیب حاجی صاحب دونوں ہی کو سردار کی بات پر یقین نہ آیا سو انہوں نے سردار سے کہا کہ تم ایک ہفتے بعد آنا۔ مولوی صاحب اور نجیب حاجی صاحب دونوں ہی کا خیال تھا کہ سردار نہ آئے گا۔ لیکن وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّضِلٍّ![2]

سردار ٹھیک ایک ہفتے بعد نجیب حاجی صاحب سے ملنے کے لیے آ گیا۔ نجیب حاجی صاحب کو اب بھی سردار پر اعتبار نہ تھا کہ سردار معصیتوں اور گناہوں میں ڈوبا شخص تھا اور اس کا رُواں رُواں معصیت کی غلاظت میں لتھڑا ہوا تھا۔ بہر کیف نجیب حاجی نے سردار کو ایک 'زیڑ بشکا مائن' (پیلے رنگ کے کین میں بنائی گئی بارودی سرنگ) دی جس کے ساتھ ریموٹ کنٹرول وغیرہ سب کچھ پہلے ہی سے نصب تھا۔

نجیب حاجی نے کہا کہ یہ لے جاؤ اور قابض کافروں پر پھاڑو۔

حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد میں وہ شخص بھی شامل ہوتا ہے کہ جو اپنے گناہوں سے تنگ آ جاتا ہے کہ جہاد مغفرت کا راستہ ہے!

جو آنکھیں رات کے اندھیرے میں تھرکتے جسموں کو دیکھتی تھیں، ناپاک شراب کے جام جن ہاتھوں سے تھامے جاتے تھے، اسی طرح ایک رات کے اندھیرے میں انہی ہاتھوں سے سردار نے غزنی بازار کی ایک بڑی شاہراہ کی کھدائی کی اور 'زیڑ بشکا مائن' سڑک کے درمیان نصب کر دی۔ سردار وہاں سے اٹھا اور سڑک سے کچھ دور بیٹھ گیا۔

ایسے میں نیٹو کا ایک قافلہ اس شاہراہ پر آ گیا۔ ایک بکتر بند ہموی گاڑی جیسے ہی بارودی سرنگ کی جگہ پر پہنچی، سردار نے بسم اللہ پڑھ کر ریموٹ کا بٹن دبایا۔ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ 'سلوواکیا (Slovakia)' کے یورپی صلیبی فوجیوں کی بکتر بند ہموی ٹکڑوں اور پارچوں میں بدل گئی، ہموی میں بیٹھے اللہ کے دین کے دشمن فوجیوں کا بھرکس بھی نہ ملا۔

سردار اس کارروائی کے بعد خاموشی سے وہاں سے اٹھا اور جا کر فون کے ذریعے اپنے جہادی امیر کو کارروائی کی اطلاع دی۔ چند دنوں بعد امریکی انٹیلی جنس ایجنسیوں نے سردار کے فون کا سراغ لگایا اور چھاپہ مار کر اسے اٹھا کر لے گئے۔ یہ ۲۰۰۲ء کی بات ہے۔ ایک راوی کے مطابق سردار کو سیدھا گوانتانامو کے قید خانے میں بھیجا گیا اور وہاں سے باگرام کے اذیت خانے میں۔ سردار کو آٹھ سال قید کی سزا سنائی گئی۔ باگرام کے قید خانے میں سردار کی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ سردار نے بنیادی دینی علوم پڑھے اور پھر خود سے قرآنِ مجید حفظ کرنا شروع کر دیا۔

(باقی صفحہ نمبر 40 پر)

[1] نجیب حاجی صاحب حفظہ اللہ، اب بھی بحمد اللہ بقیدِ حیات ہیں اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کے بزرگ رہنماؤں میں سے ایک ہیں۔

[2] 'اور جسے اللہ راہ راست پر لے آئے اسے کوئی راستے سے بھٹکانے والا نہیں۔' (سورۃ الزمر: ۳۷)

ہم سبھی تجھ پر فدا ہوں!

حافظ صہیب غوری حفظہ اللہ

۲۹ جولائی ۲۰۲۰ء کو چشمِ فلک نے ایک بار پھر وہ ایمانی منظر دیکھا کہ جب غیرتِ ایمانی اور عشقِ رسالت میں ڈوبے ایک نوجوان نے اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر، جرأت و بہادری کے ساتھ کمرۂ عدالت کے اندر نبوت کے ایک جھوٹے و مکار دعوے دار کو قتل کر ڈالا۔ غازی خالد کے اس کارنامے نے پوری امتِ مسلمہ کا اور بالخصوص مسلمانانِ پاکستان کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے اور آپ کے دین کے ہر دشمن کو یہ سبق دیا ہے کہ امتِ مسلمہ ابھی بھی ایک زندہ امت ہے، اپنے نبی کی حرمت پر کٹ مرنے والی اور ان کی ناموس پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے والی امت ہے۔

برصغیر میں بسنے والے میرے محبوب مسلمان بھائیو! ایک مسلمان کی سب سے قیمتی متاع اس کی اپنے نبی ﷺ سے والہانہ محبت و عشق ہے۔ اپنے عظیم نبی ﷺ سے عشق و وفا اور اپنی جان سمیت دنیا کی ہر چیز پر آقا مدنی ﷺ کی ذات کو ترجیح دینا ہی حقیقی ایمان ہے اور اس کے بغیر تو ایمان کا کوئی تصور ہی نہیں ہو سکتا۔

سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِين.“

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کی اولاد، ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

رسولِ عربی ﷺ سے محبت و عشق ایمان کی کسوٹی اور جنت کی کنجی ہے۔ اس کے بغیر کسی کا بھی دعوائے ایمان معتبر نہیں ہو سکتا۔ محبت کی بڑی اور نمایاں علامت محبوب کی ہر ممکن مدد و نصرت کرنا ہوتی ہے، اپنے محبوب کو ہر تکلیف سے بچانا، ہر اذیت سے محفوظ رکھنا اور ہر دشمن کے مقابلے میں اس کی مدد کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کی ذاتِ مبارکہ اتنی اجلی اور اتنی عظیم ہے کہ ان کی شان میں گستاخی کرنے سے آپ کی اعلیٰ شان میں تو کوئی کمی نہیں آ سکتی مگر یہ عمل مسلمانوں کے لیے ایک امتحان بن جاتا ہے کہ کون ہو جو کہ اٹھے اور اس گستاخ کی پلید زبان کو کاٹ ڈالے اور اس ملعون کے وجود سے اس ارض کو پاک کر دے اور پھر اس اعزاز کے ساتھ کل روزِ قیامت اپنے محبوب ﷺ کی قدم بوسی کرے کہ وہ ان کے دفاع کی خاطر خطرات میں کودا تھا۔

الغرض اس دفعہ یہ قرعہ ہمارے بھائی غازی خالد خان کے نام نکلا اور اس نے طاہر نسیم نامی ایک ایسے گستاخ کا کام تمام کر ڈالا کہ جو کہ نا صرف یہ کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا دشمن تھا بلکہ شیطانی خیالات کا اسیر ہو کر نبوت کا جھوٹا دعوے دار بھی تھا۔

غازی خالد کے واقعے نے یہ ثابت کر دیا کہ بے دینی کو ترویج دینے کے لیے عالمی قوتوں اور ان کے مقامی آلۂ کاروں کی پالیسیوں کے باوجود مسلمانانِ پاکستان کی دینی و ملی حمیت زندہ ہے۔ یہ دشمنانِ دین کفر و کافری کے جتنے بھی منصوبے بناتے رہیں اہلِ پاکستان اسلام اور دین کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتے۔ ایک عام مسلمان کی محبت و عشق کا محور ڈالر یا دنیاوی چکا چوند نہیں بلکہ آقا مدنی ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ ہر مسلمانِ پاکستان گنبدِ خضراء سے اٹھنے والی اس صدا کو دل کے کانوں سے سنتا ہے اور اس پر لبیک کہتا ہے کہ من لی بھذا الخبیث؟ کہ کون ہے کہ جو مجھے اس خبیث تکلیف پہنچانے والے سے نجات دلائے گا؟! دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر دین دشمنی کے تمام حربے یہ نظام آزما چکا ہے مگر پھر بھی دین کے لیے، اپنے نبی ﷺ کے لیے اپنی جان فدا کرنے کے جذبے کو اہلِ ایمان کے دلوں سے نہیں نکال سکا۔

غازی خالد نے گستاخ کو قتل کر کے کیا خوب کہا کہ یہ شخص نبی ﷺ کا دشمن تھا، یہ پاکستان کا دشمن تھا۔ جی ہاں پاکستان کا دشمن تھا۔ اس پاکستان کی بنیاد میں اسلام کی محبت، سرورِ کائنات کی محبت شامل ہے۔ پس جو کوئی بھی پاکستانی معاشرے سے اسلام کو مٹانا چاہے، بے دینی کو ترویج دینا چاہے، رواداری کے نام پر حضور ﷺ کی ذاتِ پاک کی تنقیص کرنے کی اجازت دینا چاہے پس وہ دراصل نبی پاک ﷺ کا دشمن ہے، پاکستان کا دشمن ہے، اس مملکت کی بنیاد کا دشمن ہے، چاہے وہ نبوت کا دعویٰ کرے یا نہ کرے۔

پس میرے محبوب مسلمان بھائیو!

رسول اللہ ﷺ کی یہ محبت ہم اپنے دلوں میں بسائیں، اسے قوی سے قوی تر رکھیں اور اس کی خاطر کٹ مرنے کے لیے ہر لمحہ تیار رہیں۔ کسی گستاخ کو، کسی نام نہاد دانشور یا مفکر کو کسی سیاسی یا عسکری شخصیت کو کبھی یہ جرأت نہ ہونے پائے کہ وہ محسنِ انسانیت ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کی طرف کسی میلی آنکھ سے دیکھ سکے۔ پھر محترم بھائیو! اس محبت کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم شعوری طور پر سرورِ کائنات ﷺ کی غلامی قبول کریں، زندگی کے ہر ہر گوشے اور ہر ہر عمل میں سیرتِ رسول ﷺ کو ہی اپنے لیے نمونۂ عمل بنائیں، اس کی اتباع کریں اور جس طرح آپ ﷺ نے اس دین کو غالب کرنے کے لیے اپنا سب کچھ لٹایا، باطل کے خلاف ہر ہر میدان میں کھڑے رہے، اسی طرح ہم بھی دینِ محمدی ﷺ کی نصرت کے لیے کمربستہ ہو جائیں اور چہار سو باطل کا یہ غلبہ کسی بھی حال میں برداشت نہ کریں۔ ایسا ہم نے کیا تو یہی کامیابی ہے اور یہی دنیا و آخرت کی سرخروئی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالی علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

مودی سرکار، فوجی سرکار

عامر سلیم خان (سابقہ آفیسر پاکستان آرمڈ فورسز)

شہر کراچی کا بھٹ جزیرہ؛ یہاں زیادہ تر ماہی گیری کے شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگ آباد ہیں۔ انہی ماہی گیروں میں ایک عبدالکریم تھا۔ ملک میں مہنگائی نے غریب عوام کا جو حال کیا ہوا ہے سب پر عیاں ہے۔ غریب عبدالکریم بھی اس دن اسی امید کے ساتھ گھر سے نکلا ہو گا کہ سمندر میں جا کر ماہی گیری کروں گا اور اپنے بوڑھے ماں باپ اور تین بچوں کے لیے کچھ کما کر لاؤں گا۔

ماہی گیر طبقے کو تو پہلا خطرہ اپنے ہی ملک کے محافظین سے ہوتا ہے جو مقامی سمندر میں patrolling (گشت) کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ طرح طرح کے بہانوں سے ان کو تنگ کرتے ہیں۔ لائسنس ہے کہ نہیں؟ اس جگہ fishing (ماہی گیری) کی اجازت نہیں ہے۔ آپ کی fishing boat (کشتی) ہمارے معیار کے مطابق نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ اکثر رشوت کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جب یہ محنت کرنے والا طبقہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پیدا کردہ سمندر میں اپنی قسمت آزمانے کے لیے گہرے پانی کا رُخ کرتے ہیں تو وہاں بھی کفّار و مشرکین کے ظلم و ستم سے محفوظ نہیں ہوتے۔ مختلف ممالک کے بحری جہاز ان کو تنگ کرتے ہیں۔ کبھی anti-narcotics (مخدرہ مواد کے مخالفین) والے اس لیے تنگ کرتے ہیں کہ کہیں smuggling نہ کر رہے ہوں، تو کبھی دہشت گردی کے خلاف سمندری اتحاد والے تلاشیاں لینے آجاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر اگر انڈیا کی بحریہ کے ہاتھ لگ گئے تو جس انڈیا سے اپنے ملک کے مسلمان برداشت نہیں ہوتے وہ ان بے چاروں کے ساتھ کیا حشر کرتا ہو گا خود ہی سوچ لیجیے؟ عبدالکریم کی کہانی ہی اس کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔

۴ جنوری ۲۰۲۰ء عبدالکریم چند اور ماہی گیروں کے ساتھ اپنے غریب خاندان کی کفالت کے لیے سمندر میں اپنی قسمت آزمار ہا تھا کہ انڈیا کے بحری اہلکاروں نے اس کو پکڑ لیا۔ الزام یہ لگایا گیا کہ یہ انڈیا کی سمندری حدود میں ماہی گیری کر رہا تھا۔ الزام صحیح تھا یا غلط یہ الگ موضوع ہے اور اس میں بھی تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ کئی دفعہ بھارتی بحریہ نے بین الاقوامی پانیوں سے پاکستانی ماہی گیروں کو اٹھا کر قید کیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ غریب ماہی گیر کو اگر آپ نے اپنے ہی سمندر سے پکڑ لیا تو اس کو کیا سزا دو گے؟

اے آر وائی نیوز نے ۲۷ جولائی کو ایک خبر نشر کی۔ خبر کے مطابق ایک پاکستانی مچھیرا جس کا نام عبدالکریم تھا کو بھارت کی جے پور جیل میں تشدد کر کر کے شہید کر دیا گیا۔ اس پر الزام یہ تھا کہ وہ غلطی سے بھارتی سمندر میں ماہی گیری کر رہا تھا۔ اس کی نعش واہگہ بارڈر لاہور پر پاکستانی عہدہ داروں کے حوالے کی گئی اور وہاں سے ایمبولینس کے ذریعے کراچی پہنچادی گئی۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس قسم کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی بھارت نے کئی دفعہ پاکستانی ماہی گیروں کو پکڑ کر ان پر اتنا تشدد کیا ہے کہ وہ جان سے چلے گئے۔ صرف اپریل ۲۰۱۹ء میں چار ماہی گیروں کو ایک ماہ کے مختصر سے عرصے میں قتل کیا گیا۔ ان میں سے ایک ماہی گیر کا نام محمد سہیل تھا۔ ماہی گیر سوسائٹی کے ترجمان کے مطابق محمد سہیل ۲ اکتوبر ۲۰۱۶ء بھارتی بحریہ کے ہاتھوں گرفتار ہوا تھا۔ ترجمان کے مطابق اس وقت بھارتی جیلوں میں ۱۰۸ پاکستانی ماہی گیر قید ہیں جن پر بدترین تشدد کیا جاتا ہے۔

یہ بھارتی حکومت کا رویہ ہے مسلمانوں (چاہے پاکستانی ہوں یا بھارتی) کے ساتھ۔ مسلمانوں کا قتل عام، مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانا (گھر واپسی تحریک وغیرہ)، کشمیری مسلمانوں پر تاریخ کا بدترین ظلم، بابری مسجد کو شہید کر دینا اور اب اس کی جگہ پوری بدمعاشی سے رام مندر کی تعمیر۔ ہندو تو مشرک ہیں انہوں نے تو کرنا ہی یہی ہے اور ہمیں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے پہلے سے ہی قرآن عظیم الشان میں آگاہ کر دیا ہے کہ

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا...

(سورۃ المائدہ: ۸۲)

”البتہ ضرور پائیں گے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگوں میں سے زیادہ سخت دشمنی میں، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، یہود کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا۔“

مشرکین مسلمانوں کے ساتھ عداوت میں سخت ہوں گے ہمیں ہمارے رب نے پہلے ہی سے آگاہ کر دیا ہے۔ ان کو جب بھی موقع ملے گا وہ مسلمانوں پر تشدد کریں گے، ان کی بے عزتی کریں گے اور ان کا قتل عام اور یہ سب کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی رہے ہیں۔ دکھ اس بات کا ہے اس کے مقابل جو ہماری قوم نے، ہمارے عوام نے قوت بنائی، جن کو اس غربت میں، اس کسمپرسی میں، اپنا پیٹ کاٹ کر بھاری بھر کم ٹیکسوں سے مضبوط کیا وہ کیا کر رہی ہے؟ ایک طرف انڈیا سے عبدالکریم کی نعش آرہی ہے تو دوسری طرف جاسوس کلبھوشن کو حوالے کرنے کی کوششیں جاری ہیں کہ کیسے اس کو بحفاظت انڈیا کے حوالے کیا جائے (حکومت پاکستان نے خود اسلام آباد ہائی کورٹ میں کلبھوشن یادو کے حق میں اپیل دائر کی ہے)۔ ایک طرف انڈیا کی مودی سرکار بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کی بنیاد رکھ رہی ہے تو دوسری طرف فوجی سرکار اسلام آباد میں لال مسجد بند کر کے ایک دوسری جگہ مندر تعمیر کرانا چاہتی ہے۔ ایک طرف کشمیر میں تاریخ کا بدترین ظلم جاری ہے تو دوسری طرف ان مجاہدین کی لاشوں کو سڑکوں پر پھینکا جا رہا جو اپنی مظلوم امت کی خاطر علم جہاد بلند کرنا چاہتے تھے۔ ایک

طرف محمد سہیل (ماہی گیر) کی لاش آتی ہے تو دوسری طرف سے ابھی نندن کو goodwill gesture کے طور پر بحفاظت حوالے کیا جاتا ہے۔ وہاں مودی سرکار مسلمانوں پر ظلم کر رہی ہے اور یہاں سوات سے لے کر بلوچستان تک فوجی سرکار مسلمانوں کا خون بہا رہی ہے۔

افسوس اس پر ہے کہ اس کے بعد بھی ایمان، تقویٰ اور جہاد کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے۔ کیسا ایمان ہے کہ ہندو آپ کی ایمانی بہن کے ساتھ کشمیر میں ظلم کرے، زیادتی کرے اور آپ خاموش رہیں؟ اور صرف خاموشی بھی نہیں بلکہ ان کے حملہ آور پائلٹ کو بحفاظت ان کے حوالے کرنا اور اب جاسوس کو حوالے کرنے کی تیاری کرنا اور اس کے بعد بھی انڈیا کا ایجنٹ کون؟

یہ کیسا ایمان ہے جو بابری مسجد کی شہادت پر بھی خاموش ہے؟ یہ کیسا تقویٰ ہے جو لال مسجد میں اللہ کی عبادت کرنے سے روکتا ہے؟ یہ کیسا جہاد ہے جو اپنی ہی بہنوں (عافیہ صدیقی سے جامعہ حفصہ کی طالبات تک) اور اپنے ہی بھائیوں (مظلوم امت کی خاطر جہاد کرنے والے عربی و عجمی مجاہدین) کا قتل عام کرواتا ہے؟ کدھر تھی وہ 'اللہ کا کرم، ہمت کا علم، موجوں پہ قدم' والی پاک بحریہ جب عبد الکریم اور محمد سہیل کو گرفتار کیا جا رہا تھا، جب ان کو ان کی کشتیوں سمیت انڈیا لے جایا جا رہا تھا؟ کدھر تھے وہ نیوی کے کمانڈوز اور وہ ہر وقت تیار و چوکنے میرینز؟

ہمارے مسلمان بھائیوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ ہندوستان اور کشمیر میں مودی سرکار اسلام مخالف ہے اور مسلمانوں پر ظلم کی انتہا کر رکھی ہے۔ ایمان کے ہر دعوے دار کو اللہ کا قرآن بلا رہا ہے کہ اپنے مظلوم مسلمان بہن بھائیوں کی مدد کو نکلو:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ○ (سورۃ النساء: ۷۵)

"اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم قتال نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر جو مغلوب بنا دیے گئے ہیں، جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں نکال اس بستی سے جس کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے خاص اپنے فضل سے کوئی مددگار بھیج دے"۔

اس امر پر سب سے پہلے تو ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کے دعوے داروں کو لبیک کہنا چاہیے تھا لیکن کیا کریں وہ مندروں کی تعمیر، مساجد پر بمباریوں اور مسلمانوں کے خلاف آپریشنوں سے فارغ تو ہوں۔ ہاں اگر کوئی انفرادی طور پر ایمانی غیرت سے سرشار ہو کر اس ظلم کے خلاف اٹھنا چاہے تو وہ الگ بات ہے اور اس طرح کرنا عمل سے بعید بھی نہیں۔ وہ پاکستان نیوی میں شامل مجاہدین فی سبیل اللہ ہی تھے جنہوں نے بھارتی بحریہ پر حملے کی منصوبہ بندی کی تھی (معرکہ شیخ اسامہؒ) لیکن ایک دفعہ پھر مودی سرکار کو بچانے فوجی سرکار آ پہنچی تھی۔

مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے ہمیں مودی سرکار اور فوجی سرکار کے خلاف نکلنا ہو گا۔ جہاد کرنا ہو گا۔ یقیناً جہاد سب سے آسان اور مختصر راستہ ہے ظلم کو ختم کرنے کا!

بقیہ: خیالات کا ماہنامچہ

یہ نظام اینڈرائیڈ آپریٹنگ سسٹم پر چلنے والے تمام موبائل فونوں کو 'Tremor Detector' یعنی لرزش یا تھرتھراہٹ محسوس کرنے والا آلہ بنا دے گا اور زلزلے کے جھٹکے بھانپنے کے ساتھ اور زلزلے کے مرکز کا تعین بھی کرے گا اور میرا اور آپ کا فون بالکل معمول کے مطابق کام کرتا رہے گا۔

اور یہ سب گوگل آپ سے پوچھے بغیر کرے گا، بلکہ یہ مہربانی کیا کم ہے کہ اس نے آپ کو آپ کا فون خود استعمال کرتے ہوئے اطلاع دے دی ہے کہ ہم آپ کا فون استعمال کر رہے ہیں۔ یہ زلزلے کے مرکز کا تعین یقیناً ہم جانتے ہیں کہ ہماری لوکیشن استعمال کر کے کیا جائے گا۔

چلیں جہاں اتنا کچھ اور این ایس اے اور اس کے 'خادم'؛ گوگل، فیس بک، ایپل اور مائیکرو سافٹ کر رہے ہیں اس میں پرائیویسی کو ختم کرتا ایک اضافہ اور سہی!

کشمیر سے سنکیانگ تک ایک ہی مسئلہ ہے!

ایک بین الاقوامی میڈیا ادارے سے وابستہ صحافی نے عمران خان سے سوال کیا کہ کیا آپ کو آپ کے مغربی اتحادیوں نے کشمیر کے معاملے میں ساتھ نہ دے کر مایوس نہیں کیا؟

اس پر عمران خان نے جواب دیا کہ اپنے معاشی مفادات کے سبب مغربی ممالک ہمارا کشمیر کے موقف پر ساتھ نہیں دے رہے کہ انڈیا اس وقت ایک بہت بڑی معاشی منڈی ہے اور وہاں معیشت کی بڑھوتری اور تجارت کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔

عمران خان کا جواب بالکل ٹھیک ہے اور مغربی ممالک کا رویہ بھی بالکل درست ہے، اس لیے کہ پاکستان بھی تو اپنے سی پیک اور دیگر معاشی فائدوں کے لیے چین کے زیرِ عتاب مشرقی ترکستان (سنکیانگ) کے ایغور مسلمانوں کا ساتھ نہیں دے رہا (بلکہ ان مظالم کو محض فسانہ قرار دے رہا ہے) اور بیس سال قبل پاکستان نے امارتِ اسلامیہ افغانستان پر نائن الیون کے بعد امریکی فرنٹ لائن اتحادی بن کر ڈالروں ہی کی خاطر تو امریکی حملے کی سہولت کاری کی تھی!

چراغِ 'شریعت یا شہادت' کو قلم کی روشنائی اور جگر کے خون کی ضرورت ہے!

غازی خالد ابراہیم

نمرود کی طاقت کے سامنے وہ ایک شخص کچھ بھی نہ تھا۔ فرعون کی طاقت کے سامنے بھی اس ایک شخص کی کچھ مادی حیثیت نہ تھی۔ جالوت کی طاقت کے سامنے طالوت کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ لیکن ایک شخص ہی نے نمرود کی طاقت کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا تھا اور ایک شخص ہی نے فرعون کی جھوٹی ربوبیت کا انکار کیا تھا اور طالوت ہی جالوت پر فتح مند ہوا تھا۔

عرب سے اٹھنے والے صحرا نشینوں کے معمولی لشکروں نے فارس اور روم کی طاقتوں سے خوف زدہ ہونے سے انکار کیا۔ یرموک اور قادسیہ میں اسلام کے (سروسامان اور تعداد کے لحاظ سے) معمولی لشکروں نے آخری لمحہ تک جنگ جاری رکھی یہاں تک کہ ان کے مخالف دشمن کے اعلیٰ سطحی لشکر مٹ گئے۔

دورِ حاضر میں بھی دو ایسی مثالیں ہیں جو کہ تاریخ کے لکھنے والوں کے لیے نشانِ راہ بنی رہیں گی کہ دنیا میں خدائی کا دعویٰ کرنے والے، ایک بعد دوسرے، دو ایسے ممالک جن کا زمین، ہوا، پانی اور خلا پر اختیار و غلبہ تھا، کیسے انہوں نے اس دور کے سب سے معمولی لشکروں سے شکست کھائی۔

آتشِ نمرود کا گل و گلزار بننا، فرعون اور اس کے لشکر کا غرقِ آب ہونا، جالوت کا قتل، قادسیہ میں فارسی ہاتھیوں کے لشکر کی شکست، یرموک میں روم کی فوج کی ذلت اور دورِ حاضر میں پہلے سوویت یونین اور اب امریکہ کی یہ عظیم شکست اور بے مثال ذلت ہمارے سامنے صرف ایک ہی نتیجے کی عکاسی کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے اور اللہ تعالیٰ ہی زمینوں اور آسمانوں کا بادشاہ ہے، وہی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہی فتح اور شکست کا فیصلہ کرنے والا ہے، وہی آزمائش میں ڈالنے والا ہے اور وہی آزمائش میں آسانی عطا کرنے والا ہے۔

انسان کی عقل کا ایک دائرہ ہے کہ جس سے باہر اس کی سوچ اور سمجھ رک جاتی ہے۔ اس دائرے کے اندر ایک ایسی دنیا کا بھرم بظاہر قائم ہے جس میں فتح کی بنیاد طاقت ہے اور طاقت کی بنیاد سپاہیوں کی تعداد اور ان کے اسلحے کی مقدار ہے۔ اس بھرم نے ہی دورِ جدید کی 'مسلمان' افواج کو کفار کا زر خرید غلام بنا دیا ہے۔ یہی وہ بھرم ہے جس کی وجہ سے حجاز کی مقدس سرزمین پر کفر کے لشکروں کو آنے کی اجازت دی گئی اور یہی وہ بھرم ہے جس کی وجہ سے ایٹمی طاقت پاکستان صرف ایک فون کال پر امریکہ کی سربراہی میں صلیبی جنگ کا صفِ اول کا سپاہی بن گیا اور یہی وہ بھرم ہے جس کی وجہ سے امتِ مسلمہ اندھیریوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔

یہی وہ بھرم ہے کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی بے شمار تعداد نے یہ جنگ لڑے بغیر ہی ہار مان لی ہے اور غلامی کی ایک ایسی دلدل میں دھنس گئے ہیں جس میں پھنس کر وہ یہ بھول گئے ہیں کہ آزاد فضا کا مطلب کیا ہوتا ہے اور اسلام کے لیے جینے اور اسلام ہی کے لیے مرنے کا مطلب کیا ہے؟!

آج یہ سوال کرنا لازم ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ دورِ جدید کی سب سے عظیم طاقتیں جن کی نظر پوری دنیا پر تھی اور جن کے سامراج کے سامنے سب سر جھک جاتے تھے، ان کی طاقت کا اختتام ایسی جگہ پر ہوا جو دنیا کے معیار سے کچھ بھی نہیں تھی؟ اگر امتِ مسلمہ کو اس سوال کا جواب مل گیا تو اس بات کا یقین کیجیے کہ یہ امت پھر ایک بار درست سمت چل نکلے گی اور اس امت کو اپنے دردوں اور دکھوں کی دوا مل جائے گی۔

اس سوال کا جواب عقل کے دائرے میں نہیں مل سکتا ہے۔ یہ وہی راز ہے جس کو جان کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ آتشِ نمرود میں کود پڑے اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے بنی اسرائیل کو لے کر سمندر کی موجوں پر قدم رکھا۔ اس سوال کا جواب اس عشق کی تلاش میں ہے کہ جس نے صحرا سے نکلے لشکروں کو فارس اور روم کے محلات تک پہنچا دیا۔

ع حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی

عقل تو یقیناً اس بات پر محوِ تماشا ہے کہ کیسے پہلے سوویت یونین کا سامراج اور اب امریکہ کا سامراج ایسے اللہ والوں کے ہاتھوں مٹ گیا کہ جن کے پاس صرف ان کا ایمان تھا۔

اس زمانہ کے نمرود اور فرعون کا اس طرح خاک میں ملنا اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ہے اور یہی اس ذاتِ باری کی اعلیٰ صفات پر ایمان مضبوط کرتا ہے کہ وہی رحیم ہے، وہی رحمٰن ہے اور وہی مہیمن ہے، وہی عزیز ہے، وہی جبار ہے اور وہی متکبر ہے۔ اور یہ تمام امتِ مسلمہ کے لیے ایک ایسا سبق ہے کہ ہم پر ہو رہے ظلم کا خاتمہ کفر کو خوش کرنے میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر یقین کر کے جہاد کرنے میں ہے۔

ہمارے سامنے پچھلے ایک سو سال کی تاریخ ہے کہ اس امت کے ساتھ رہبروں کی شکل میں رہزنوں نے کتنے دھوکے کیے ہیں۔ اس عظیم امت کے جوانوں کو کبھی طاغوتی اقوامِ متحدہ کی خوشی کی خاطر لادینیت کے راستوں پر چلانے کی سازشیں کی گئیں اور کبھی حصولِ اقتدار کی خاطر انھیں شریعت کا مخالف بنایا گیا۔ پچھلے ایک سو سال کی تاریخ گواہ ہے کہ امت کو اگر عزت ملی ہے تو صرف اسلام کے راستہ پر خون پسینہ بہا کر ہی ملی جبکہ باقی تمام تجربوں نے اس امت کو ظلمتوں اور اندھیروں سے بھری ایسی خوفناک کھائی میں پھینک دیا جہاں پر ہماری ماؤں، بچوں اور بزرگوں نے صرف دکھ اور ستم اور ناانصافی کی زندگی جی ہے۔

فلسطین سے لے کر کشمیر تک اور شیشان سے کاشغر تک اور صومالیہ سے پاکستان اور ہندوستان تک اس امت پر ہوا ظلم ایک ہے۔ جو دھوکہ اور ستم فلسطین کے ساتھ ہوا وہی دھوکہ اور وہی

ستم کشمیر کے ساتھ ہوا۔ محسن ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہی اقتدار کی محبت میں قاتل بن گئے اور جس طرح فلسطین کو مصر اور اردن کی حکومتوں نے قید خانہ بناڈالا اسی طرح سے کشمیر کی قسمیں کھانے والوں نے ہندو حکومت کے ساتھ اتفاق کر کے اس وادی کو قید خانہ بنا دیا۔

کشمیر کے اندر اگر آج ہندو فوج کا قبضہ ہے تو اس کی مغربی سرحد پر پاکستانی فوج کے جرنیلوں نے گھیر اتنگ کر رکھا ہے اور کشمیری مجاہدین کے لیے آنے والی مدد کو روکے ہوئے ہیں۔ کشمیر کے اس عظیم جہاد کے ساتھ یہ سب سے بڑا دھوکہ ہے کہ اس جہاد کی سپلائی لائن کو پاکستانی فوج نے اپنے مفاد کے لیے غلام بنار کھا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ آج کشمیر کا اسلام پسند جوان کافر ہندو کے خلاف محاذ آرا تو ہے ہی لیکن پاکستانی جرنیلوں کی گو۔سلو/Go Slow (آہستہ آہستہ چلو) پالیسی کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں ہتھیار کے نام پر محض ایک پستول ہوتی ہے۔[1]

کشمیر کے ساتھ اس دھوکے کو سیاسی داؤ پیچ اور عالمی برادری کو خوش کرنے کے نام پر اپنے مفادات کے حق میں استعمال کیا جاتا ہے اور ان منافقتوں نے اس جہاد کو بے انتہا نقصان پہنچایا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے اس امت کی تاریخ میں کئی دیگر محاذ کمزور بنا دیے گئے ہیں، جن میں سرِ فہرست فلسطین ہے۔

اس امت کے ہر ایک شخص کے لیے اس بات کا جاننا اور سمجھنا ضروری ہے کہ مسجد اقصیٰ سے لے کر کشمیر کی جامع مسجد اور ہندوستان کی بابری مسجد تک یہ ایک ہی جنگ ہے۔ اس جنگ کی بنیاد ایک ہے اور اس جنگ کا نتیجہ سب کے لیے ایک ہے۔ سرحدوں کی تقسیم کی سازش نے اس امت کو ٹکڑوں میں بکھیر تو دیا ہے لیکن اس امت کی تقدیر میں کلمۂ توحید کی بنیاد پر ایک ہو کر فتح مند ہونا لکھا ہے۔ اس امت کا غم ایک ہے۔ اس امت کے دشمن ایک ہیں۔ اس امت کا درد ایک ہے۔ اس امت پر ہو رہا ظلم ایک ہے اور اس امت پر ہو رہے ظلم کو روکنے کا طریقِ کار بھی ایک ہے کہ ایک کلمہ اور ایک نعرہ اور ایک مقصد کے تحت اس جنگ کو لڑا جائے۔

کشمیر کے محاذ پر اپنے خون سے گواہی دینے والے ہر ایک شخص کے لیے یہ ایک ایسے امتحان کا وقت ہے جو اس محاذ کی تقدیر کا فیصلہ کرے گا۔ ہمارے سامنے دو ایسے راستے ہیں جن میں سے ایک آزمائشوں اور مشکلات سے بھرا پڑا ہے اور دوسرا راستہ وہی ہے جس پر چل کر آج تک ہم نے صرف دھوکہ کھایا ہے۔ ایک منہج فی سبیل اللہ اور صرف فی سبیل اللہ کا ہے جس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مشکلات کے طوفان کا سامنا کرنا ہے۔ یہ وہ راستہ ہے جس پر چل کر کئی عظیم مجاہدین کئی کئی دن تک فاقہ کشی کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔

یہ وہ راستہ ہے جس پر جما دینی والی سردیوں میں مجاہدین کے سروں پر چھت نہیں ہوتی تھی اور زمین میں کھودی سرنگوں میں برف کا پگھلا پانی انہیں سونے نہیں دیتا تھا۔ یہ وہ راستہ ہے جس میں کہ زمین کے سینے پر مجاہدینِ اسلام کی ایک دوسرے کے سوا ہمت افزائی کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا اور سنسان راستوں اور بیابانوں میں اکیلے سفر پر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد زبان پر جاری ہوتی تھی۔ یہ عبادت کا راستہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے رزاق اور رحیم ہونے کی گواہی کا راستہ ہے۔ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر معرکہ آرا ہونے کا راستہ ہے۔ یہ جہاد کو سازشوں سے بچانے کا راستہ ہے۔ یہ امت کو آگاہ کرنے کا راستہ ہے۔ یہ اپنی ہستی کو شریعت یا شہادت کی خاطر مٹانے کا راستہ ہے۔

کشمیر میں کمربستہ ہر ایک مجاہد کو اس بات کا عزم کرنا ہوگا کہ اس کے جہاد کا مقصد مشرک ہندوؤں کو شکست دے کر کشمیر میں اللہ کے عطا کردہ نظام کو قائم کرنا ہے۔ ہر ایک مجاہد اور ہر ایک فرد کو یہ عزم کرنا ہوگا کہ وہ اس جنگ میں اللہ والوں کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہے اور ان کو اپنا دشمن جانتا ہے جنہوں نے عافیہ صدیقی کو بیچ ڈالا اور جو لال مسجد پر حملہ آور ہوئے اور جنہوں نے جامعہ حفصہ میں معصوم خون کو کفار کی خاطر نیلام کر دیا۔

ان دو راستوں اور فیصلوں میں سے ایک ہی راستہ اور ایک ہی فیصلہ فلاح و نصرت کا ہے اور دوسرا لاچارگی اور ذلت کا ہے۔ ایک راستہ وہ ہے جو خلیل اللہ نے چنا جب وہ آتش نمرود میں کود گئے اور کلیم اللہ نے چنا جب انہوں نے فرعون کے خدا ہونے کے دعوے سے انکار کیا اور دوسرا راستہ اس دور کے کفر اور باطل کے سردار کے سامنے جھکنے کا راستہ ہے۔ دوسرا راستہ ہزار سال کی غلامی کا ہے۔ یہ دوسرا راستہ جہاد کے ثمرات کو ضائع کرنے کا ہے۔ یہ دوسرا راستہ مجاہدین کے خون سے سودا کرنے کا راستہ ہے۔ یہ دوسرا راستہ ذلت کا راستہ ہے۔

اس دوسرے راستہ پر چل کر کشمیر کا جہاد کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ اس دوسرے راستہ کی بنیاد اور اس کی منزل محض جرنیلوں کا مفاد ہے۔ یہ جرنیل اپنے مفاد کی خاطر حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں اور اپنے مفاد کی خاطر کافر کو دوست اور مومن کو دشمن قرار دیتے ہیں۔

اس لیے یہ ضروری ہے کہ کشمیر میں مصروفِ عمل عظیم مجاہدین اس جہاد کی حفاظت کریں اور کشمیر سے باہر مجاہدین اس جہاد کی مدد کریں۔ اس محاذ کو زبان سے نکلے الفاظ سے لے کر اسلحے تک سب چیزوں کی ضرورت ہے۔ اس جہاد کو آپ کی جانوں کی اور آپ کے مال کی اور آپ کی زبانوں کی اور آپ کے خون کی اور آپ کے پسینے کی ضرورت ہے۔

شریعت یا شہادت کے اس چراغ کو بہت مشکلوں سے بچایا گیا ہے۔ اس چراغ کو بجھانے کے لیے کئی طوفان کھڑے کیے گئے لیکن اس چراغ کی روشنی نے کئی مسافروں کو راستہ دکھایا ہے اور کئی شہدا نے اس چراغ کو اپنے خون سے زندہ رکھا ہے۔ (باقی صفحہ نمبر 40 پر)

[1] گو۔سلو پالیسی عین جہادی پالیسی بھی ہو سکتی ہے۔ جہاد کا مطلب ہر جگہ سرعت دکھانا، محض قتال کے میدان گرم کرنا، خون بہانا، نری جذباتیت سے مغلوب ہو کر عقل و ہوش چھوڑ کر جہد کھپانا نہیں ہے۔ یہ جہاد کہیں 'گو-سلو' کا متقاضی ہوتا ہے اور کہیں 'گو- فاسٹ' کا۔ جہادِ کشمیر میں 'گو-سلو' کی جرنیلی پالیسی کا مقصد استحکام و تدبیرِ جہاد نہیں بلکہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے جہادِ کشمیر کو ایک پراکسی وار بنانا اور امتِ مسلمہ، خاص کر کشمیر میں شریعت یا شہادت کی بنیاد پر بیدار ہونے والی شریعت پر عامل، کشمیری و پاکستانی عوام کی حمایت یافتہ تحریک کو ناکام بنانا ہے۔

کشمیر پکار رہا ہے!

میر محب اللہ

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا (سورۃ النساء: ۷۵)

”آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا! ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔“

۵ اگست ۲۰۱۹ء، جس دن ہندوستان کی کال کوٹھریاں اور ٹارچر سیل ہزاروں نوجوانانِ کشمیر سے بھر دیے گئے۔ زندانوں کی نذر ہونے والے عزت مآب بزرگ اور عفت مآب خواتین کی تعداد بھی کچھ کم نہیں، نیز باقی کشمیری مسلمانوں کو بھی آزاد نہیں چھوڑا گیا بلکہ جنت نظیر کشمیر کو آر ایس ایس کے غنڈوں اور منحوس و نجس ہندو فوجیوں کے بدترین لاک ڈاؤن نے بدترین قید خانے میں تبدیل کر دیا۔ سیکڑوں نوجوانوں کو گھروں سے اٹھا اٹھا کر جعلی مقابلوں میں شہید کیا گیا اور گزشتہ تیس سالہ جنگ میں بچے کھچے معاشی ذرائع پر، مسلمانوں سے ٹیلیفون اور انٹرنیٹ کی سہولیات چھین کر اور بدترین کرفیو لگا کر کڑا تالا لگا دیا گیا۔ نیز جب پوری دنیا وبا کی لپیٹ میں آئی تو کشمیری مسلمانوں کو طبی سہولیات سے بھی محروم کر دیا گیا۔

اے مسلم نوجوانانِ برِ صغیر اور نوجوانانِ امتِ مسلمہ! مذکورہ بالا مظالم اُس وقت انتہائی چھوٹے لگتے ہیں جب جموں و کشمیر کی ہماری عزیز بہنوں کی درد بھری اور دلوں کو پارہ پارہ کر ڈالنے والی فریاد ہماری سماعت سے ٹکراتی ہے۔ راشدہ، سبا، چودہ اور سولہ سالہ آسیہ اور عشرت، کنن پوش پورہ کی سو سے زیادہ بہنوں کا دل چیر دینے والا واقعہ، بہن نیلوفر اور آصفہ...... کس کس کا نام لیں؟ دل خون کے آنسو روتا ہے۔ میرے بھائیو! یہ پھول، یہ کلیاں مسل دی گئیں۔ کب تک ہم اپنی بہنوں کو ہندو بنیے کے نرغے میں چھوڑے رکھیں گے؟ اور ۵ اگست کے بعد تو حد ہو گئی۔ ہماری ہر ہر عفت مآب بہن کو بھارتی فوج اور آر ایس ایس کے عزت کے لٹیروں کے بُرے عزائم کا سامنا ہے اور کشمیر کی ہر ہر عفت مآب بہن بزبانِ حال یا بزبانِ قال فریاد کر رہی ہے کہ اے امتِ مسلمہ کے ہمارے بھائیو! کب وہ وقت آئے گا جب آپ ہماری فریاد سنیں گے اور ہماری عزت پر بُری نگاہ ڈالنے والے آر ایس ایس کے غنڈوں اور ہندی فوج سے ہماری عزتوں کی حفاظت کریں گے؟ میرے بھائیو! اس بات کا اندازہ آپ غزوۂ ہند کے جون کے شمارے میں چھپنے والے ایک کشمیری بہن کے خط سے لگا سکتے ہیں۔ ہماری ایک کشمیری بہن امرائے جہاد کے نام خط لکھتی ہے کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ہندی فوجوں پر فدائی حملہ کروں۔ اگرچہ اس خط کا ایک پہلو کشمیری مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کا غماز ہے لیکن اس خط میں امتِ مسلمہ کے نوجوانوں کے لیے پیغام بھی ہے کہ بھائیو! ہماری عزتیں خطرے میں ہیں، اب بہت ہو چکا، ہم ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں، یہاں تک کہ ہم جان کی پروا بھی نہیں کرتیں، لیکن اپنے دوپٹوں پر سنگینوں کے یہ وار......!!! یہ ہم نہیں سہہ سکتیں۔ میرے بھائیو! اگر آپ تعلیم مکمل کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ کو دنیا کی رنگینیاں ہماری طرف نگاہ اٹھانے سے روکتی ہیں، اگر آپ اپنی تاریخ بھول چکے ہیں، اگر آپ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھول گئے ہیں، اور میرے بھائیو اگر آپ ہماری عزتیں لٹنے کی صورت میں دنیا کی رسوائی پر اور آخرت میں اللہ ذوالجلال کے سامنے رسوائی اٹھانے کے لیے تیار ہو چکے ہیں تو پھر اس دنیا کی دھوکے بازر نگینیوں میں ہی لگے رہیں۔ رہی عزت کے لٹیروں کے نرغے میں پھنسی آپ کی بہنیں تو انہیں رہنے دیں وہ خود ہی چاقو چھری سے اپنا دفاع کریں گی یا اگر میسر ہوا تو اپنے جسموں پر بارود باندھیں گی لیکن آپ کی بہنیں اس رسوائی کو اپنے قریب نہ آنے دیں گی۔

خط لکھنے والی ہماری عزیز بہن اور دیگر ہماری بہنوں کو ہم مجاہدین یقین دلاتے ہیں کہ ہماری بہنو! ہم اپنے آپ کو میادینِ قتال میں لے کر آئے ہیں، ہم احکام شریعت کے تابع کسی ایسے عمل سے گریز نہیں کریں گے جو ہمارے بس میں ہو اور آپ کی عزت کی جس سے حفاظت ہو رہی ہو۔ ہماری بہنو! ہم نے شریعت یا شہادت کا نعرہ لگایا ہے، ہم اللہ رب العزت کی نصرت سے شریعتِ مطہرہ کے نفاذ سے پہلے پیچھے نہیں ہٹیں گے یا پھر شہادت کا جام پی لیں گے، ان شاء اللہ۔ یقین جانیں شریعتِ مطہرہ کے سائے میں ہی آپ کی عزتیں محفوظ ہیں۔ یا اللہُ، یا رحمٰنُ، یا رحیمُ، یا حیُّ، یا قیّومُ، ہمارے قدموں کو جما دے۔ ہمیں اپنی باتوں میں سچا کر دکھا۔ ہمیں حقیقی معنوں میں اپنی بہنوں کی عزتوں کے محافظ بنا اور ہمیں کفار پر غلبہ عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

میں برِ صغیر کے مسلم نوجوانوں سے عرض کر رہا ہوں کہ ایک وہ مسلمان تھا جو ایک مسلمان خاتون کے چہرے سے چادر ہٹانے پر ایک یہودی کو قتل کرتا ہے اور خود بھی قتل ہو جاتا ہے اور ایک ہم ہیں!! ہم اپنی بہنوں کی عزتیں لٹنے کی خبریں آئے روز سنتے ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ایک ہمارے سامنے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے اور ایک ہم ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ نبی ملحمہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قینقاع کے خلاف ایک مسلمان خاتون کا پردہ خراب کرنے کی پاداش میں اور ایک مسلمان کے قتل پر اعلانِ جنگ کرتے ہیں اور اس جنگ کی قیادت خود فرماتے ہیں۔ اور ایک ہم ہیں کہ ہماری بہنوں کی عزتیں محفوظ نہیں اور ہزاروں مسلمانوں کا

قتل عام ہو رہا ہے اور ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ برِصغیر کے میرے عزیز مسلم نوجوان بھائیو! اگر کل قیامت کے دن اللہ رب العزت نے سورۃ النساء کی آیت وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ...... پر عمل کے بارے میں ہم سے پوچھا، اگر اللہ رب العزت نے قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں نبی اکرم ﷺ کا یہ اسوہ ہمارے سامنے رکھا تو ہمارا جواب کیا ہوگا؟ اگر اللہ رب العزت نے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ پر عمل کے بارے میں ہم سے سوال کیا تو ہمارا جواب کیا ہوگا؟

5 اگست 2020ء جس دن کشمیری مسلمانوں کو بدترین لاک ڈاؤن میں زندگی گزارتے ہوئے ایک سال پورا ہو گیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اور سیکولر کہلانے والے ملک کی سرکار کشمیر میں ایک سال کے بعد لاک ڈاؤن ختم کرتی، کشمیریوں کو زندگی کی سہولیات مہیا کرتی لیکن مودی کی فسطائی سرکار نے اپنی ہندوتوا اور مسلم کش پالیسی کو اسی 5 اگست کو بابری مسجد کی پاکیزہ جگہ پر رام مندر کی تعمیر شروع کرنے سے مزید واضح کر دیا۔

یہاں پر میں ایک کشمیری ہونے کی حیثیت سے پاکستان کے اپنے محبوب مسلمانوں سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا کشمیر سے متعلق جذبہ کیوں کر ٹھنڈا پڑ گیا جبکہ جھیل ڈل کا پانی اب بھی کشمیریوں کے خون سے رنگین ہے؟ اب بھی آپ کی کشمیری بہنیں سفاک ہندوؤں کے نرغے میں ہیں، اب بھی وہاں سے پکاروں اور فریادوں کی صدائیں آرہی ہیں اور بابری مسجد آپ کو اب بھی پکار رہی ہے اور پورا کشمیر پکار رہا ہے!!!

میرے محبوب کشمیری، ہندوستان کے اور پورے برِصغیر کے مسلم نوجوانو!

اٹھیے اور اپنی بہنوں کی طرف اٹھنے والے ان سفاک ہندوؤں کے ہاتھ کاٹ ڈالیے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں ہندو بنیا طاقت کی زبان سمجھتا ہے۔ یہ کمزوروں پر ظلم پر ظلم کرتا ہے اور طاقت ور کی پوجا کرتا ہے۔ میرے عزیز بھائیو! آیئے! اس سے پہلے کہ قافلہ چھوٹ جائے۔ اس سے پہلے کہ کفار کے مکروہ ہاتھ ہماری مزید بہنوں کی عزتوں کو پامال کریں۔ اس سے پہلے کہ موت ہمیں اپنی آغوش میں لے لے کہ ہم اللہ رب العزت کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے، نبی ملحمہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو تھامتے ہوئے، جہاد کے صفوں میں شامل ہو جائیں اور اللہ پاک کے ہاں سرخ روئی کا پروانہ حاصل کریں۔

وما علینا الا البلاغ!

★★★★★

گوشۂ افکار شاعرِ اسلام علامہ محمد اقبالؒ

ایک مکالمہ

اک مرغ سرا نے یہ کہا مرغِ ہوا سے
پردار اگر تُو ہے تو کیا میں نہیں پردار!

گر تُو ہے ہوا گیر تو ہوں میں بھی ہوا گیر
آزاد اگر تُو ہے، نہیں میں بھی گرفتار

پرواز، خصوصیتِ ہر صاحبِ پر ہے
کیوں رہتے ہیں مرغانِ ہوا مائلِ پندار؟

مجروح حمیت جو ہوئی مرغِ ہوا کی
یوں کہنے لگا سن کے یہ گفتارِ دل آزار

کچھ شک نہیں پرواز میں آزاد ہے تُو بھی
حد ہے تری پرواز کی لیکن سرِ دیوار

واقف نہیں تو ہمتِ مرغانِ ہوا سے
تو خاک نشیمن، انہیں گردوں سے سروکار

تو مرغ سرائی، خورش از خاک بجوئی
ما در صدد دانہ بہ انجم زدہ منقار

(علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

بظاہر سادہ لیکن معنیٰ میں نہایت دقیق و عمیق اس نظم میں اقبال گویا آج کے مسلمان اور دورِ سلف کے بندۂ مومن کے قلب و ذہن اور ہمت و شوق کا موازنہ کر رہے ہیں۔ آج کا مسلمان محض زبان سے 'لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ' کا اظہار کر کے اپنے آپ کو قادسیہ و یرموک اور زلّاقہ و حطین کے فاتح مسلمانوں کا ہم پلہ سمجھ رہا ہے کہ وہ بھی میری طرح 'کلمہ گو' تھے۔ لیکن وہی کلمۂ طیبہ جو اسلاف کو میدانِ جنگ میں جماتا اور خون کے فوارے پھوٹنے پر 'فزت وربّ الکعبۃ' کے نعرے لگواتا تھا، آج ہمارے اعمال کے سبب، ہمارے لیے اتنا بے اثر ہے کہ ہمیں نمازِ فجر کے لیے بیدار بھی نہیں کر پاتا۔ شاہین صفت ہمارے اسلاف ہمیں بتا رہے ہیں کہ 'پرداری' کا تقاضا یہ ہے کہ پروں میں قوتِ پرواز ہو اور دل میں ہمتِ پرواز۔ ورنہ خاک پر رینگنے والے جانوروں کے ساتھ چگنا اور مٹی سے دانہ اٹھا اٹھا کر کھانا ہی مقدر میں رہے گا۔ لیکن جس نے قوت و ہمتِ پرواز پیدا کر لی تو پھر شاہین و شہباز صفت لوگوں کے راستے کہکشاؤں کے برج اور ان 'پرداروں' کی چونچیں بغرضِ اکل طعام ستاروں پر ہوتی ہیں!

مسلمانو! سنبھل جاؤ، سنبھل جانے کا وقت آیا!

محمد راشد دہلوی

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۝ (سورۃ البقرہ:۲۵۱)

"اور اگر (اس طریقے سے) اللہ ایک گروہ کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ تعالیٰ تو تمام جہانوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے (کہ فتنہ اور فساد رفع کرنے کے لیے جہاد کی اجازت دی)۔"

ہندوستان میں آبادی کا وہ بااثر طبقہ جو ملک کی ہندو آبادی کی رائے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منفی تصورات پھیلانے میں پوری طرح سرگرم ہے۔ اس طبقے نے اقتدار ملنے کے بعد میڈیا، پبلک میٹنگز (عوامی ملاقاتوں)، پالیسیوں اور تقریروں کے ذریعے ملک کی ہندو اکثریت کے دلوں میں اسلام اور مسلمان سے نفرت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے اور انھیں اپنے مقصد کے لیے اٹھا کھڑا کیا ہے۔ ہندوستان میں امن و انصاف کے قیام کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایسے عناصر سے نمٹا جائے جو انسانیت کے دشمن ہیں۔ یہ لوگ اپنے کفریہ و شرکیہ عقائد و جاہلیت پر مبنی قوانین و نظام کی راہ میں سب سے بڑا خطرہ اسلام کو سمجھتے ہیں ۔ یہ لوگ انسانوں کو انسانوں ہی کا غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں ۔ یہ ظالم ہندوستان میں بسنے والے لوگوں کے حقیقی دشمن ہیں جو عوام الناس کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھتے ہیں اور پوری زندگی انھیں انسان کے بنائے ہوئے جھوٹے و فریبی دین و نظام کا پابند رکھتے ہیں۔ یہ لوگ حقیقت میں شیطان کے مددگار ہیں، جس کا مقصد زیادہ سے زیادہ انسانوں کو دنیا و آخرت میں رسوا کر کے جہنم میں دھکیلنا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے باغی و دشمن ہیں جو شیطان کو اس کا مشن پورا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

موجودہ دور میں ہندوستان میں ایسی شیطانی قوتیں اقتدار پر قابض ہیں جن کی آنکھوں میں اسلام کانٹے کی طرح چبھتا ہے۔ جسے وہ ایک باہر سے آیا ہوا پرایا دین کہتے ہیں اور ایک لمحہ بھی اسے برداشت نہیں کرنا چاہتے۔ ملک میں اصل قوت و طاقت انھی لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جسے وہ اسلام کا چہرہ مسخ کرنے اور اس کی اشاعت میں بادھا (رکاوٹ) ڈالنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھلا یہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ایسے دین کی دعوت دی جائے یا اس کے لیے مہم چلائی جائے جو ان کے جھوٹ و فریب کا علاج ہو؟

یقیناً مسلمان، ہندوستان میں اسلام کی بہاریں دیکھنا چاہتے ہیں جو ان کا مقصدِ حیات ہے۔ لیکن اگر طریقہ کار وہ اپنایا گیا جو نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں، تو سوائے وقت کی بربادی کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ مندرجہ ذیل نکات زیرِ بحث لانا چاہوں گا۔

پہلی بات یہ کہ اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اقتدار میں تبدیلی کے نتیجے میں ہماری مشکلات حل ہو سکتی ہیں تو ہندوستان میں اقتدار بدلتے ہی رہے ہیں لیکن مسلمانوں کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی ہے۔ ایسی سوچ رکھنے والے کانگریس یا کسی دوسری سیکولر جماعت کو اپنی نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ جبکہ کانگریس یا کسی دوسری سیاسی جماعت کے اقتدار میں آنے کے بعد بھی کچھ وقت کے لیے تو سکون ہوتا ہے لیکن ان فرقہ پرستوں کی تیاری، نفرت، بغض اور نظریات میں کسی بھی قسم کی تبدیلی نہیں آتی اور نہ ہی انھیں لگام دی جاتی ہے۔ ہندوستان کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ یہ لوگ اقتدار میں ہوں یا نہ ہوں، انھوں نے موقع ملنے پر مسلمانوں کو ہمیشہ ڈسا ہے اور اپنے اسلام مخالف پراپیگنڈے سے یہ باز نہیں آئے ہیں۔ یہ اپنی پوری تیاری رکھتے ہیں اور جوں ہی انھیں موقع ملتا ہے اقتدار سنبھالنے کا تو یہ اقتدار میں آکر تباہی پھیر دیتے ہیں۔ لہٰذا جب یہ سیاسی جمہوری نظام ہمارا نجات دہندہ نہیں بن سکتا تو کیوں ہم اس سے آس لگائیں اور اسے تقویت دینے میں اپنی دنیا و آخرت کو برباد کریں؟

دوسرا نکتہ میں یہ بیان کرنا چاہوں گا کہ ہمارے کچھ مخلص برادرانِ وطن یہ سمجھتے ہیں کہ ظلم و ستم سہتے ہوئے اگر ہم اپنے اچھے اخلاق و عمل پر ڈٹ جائیں اور اسلام کا صحیح تصور پیش کریں تو رائے عامہ ہمارے حق میں تبدیل ہو سکتی ہے اور ہم ان فرقہ پرستوں کو تنہا چھوڑ سکتے ہیں۔ دنیا کی مہذب سے مہذب آبادی اگر یہ چاہے کہ بدون حکومت و سلطنت، بدون دبدبہ و سطوت ان مجرموں کو روک سکے تو یہ ناممکن ہے۔ نصیحت بے شک مؤثر ہے لیکن صرف سلیم طبیعتوں کے لیے، ہٹ دھرم طبیعتیں کبھی اثر قبول نہیں کرتیں۔ ہزار وعظ بھی وہ کام نہیں کر سکتے جو ایک شاہی فرمان انجام دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کی اصلاح تلوار کے ذریعے لکھی ہے تو کسی کی قرآن کے ذریعے۔ ہندوستان میں بگڑتی صورتِ حال سے مسلمان پریشان ہیں اور یہ اضطرابی صورت دن پر دن بڑھ رہی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے خوب چوکنا و ہوشیار رہنا ہوگا کیوں کہ یہ وہ طبقہ ہے جو روئے زمین پر شر و فساد پھیلانے کا سبب بنتا ہے جس کا علاج قرآن نے واضح طور پر جہاد بتایا ہے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ سے اچھا داعی اس دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا، صحابہ کی جماعت سے اچھا رول ماڈل ہمیں کہیں نہیں مل سکتا تو کیا ان کا بھی یہی طریقہ تھا کہ سرکشوں کو کھلے سانڈ کی طرح چھوڑ دیں؟ ہمارے نبی ﷺ نے پہلے ان سرکشوں کو ختم کیا پھر کہیں جا کر اسلامی حکومت کا قیام، امن و سکون، عدل و انصاف قائم ہوا۔ یہ ہے صحیح طریقہ دعوت کا اور اللہ کے باغیوں کو ختم کرنے کا۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مسلمان کمزور ہیں تو آپ اپنے آپ کو ہر لحاظ سے قوی کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت فرمائیں گے۔ پھر آپ یہ سوچیے کہ جس ملک میں آپ اسلام کی دعوت کی بات کرتے ہیں وہاں صدیوں پہلے اسلام کی بہاریں کس طرح آئی تھیں؟ ہندوستان میں پہلے کفر کی شان و شوکت کو توڑا گیا، اس حکومت کو ختم کیا گیا جو اسلام کی راہ میں رکاوٹ تھی پھر اسلامی حکومت کو نافذ کیا گیا۔ لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ آج تو ہندوستان میں

جمہوریت قائم ہے کسی خاص قوم کی حکومت تو نہیں، جو چاہے الیکشن میں حصہ لے اور حکومت بنائے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ بھئی! ہم اقلیت ہیں ہم کیسے حکومت بنا سکتے ہیں؟ اور ہمارے پاس ایسی کیا چیز اور کون سی ایسی قوت اور طاقت ہے جسے دیکھ کر غیر مسلم ہمارے ساتھ ہونا چاہیں گے؟ ہم نے یہ مشاہدہ بھی کیا ہے کہ ہندوستان میں مغلوب رہ کر ہمارے مسلمان بھائی خود غیر مسلموں کے نظام و قوانین سے اتنے متاثر ہیں کہ وہ خود بھی شاید ہی کسی دوسرے نظام کا سوچیں۔ اگر ہم اسلام کی عملی مثال پیش کر سکیں تو ان شاء اللہ مسلمان تو کیا، غیر مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ اس کے لیے ہمیں ایک ہاتھ میں تلوار تو دوسرے ہاتھ میں قرآن اٹھانا ہو گا کیوں کہ کفار کی شان و شوکت، نظام و حکومت کو توڑے بغیر اسلام کو رائج نہیں کیا جا سکتا۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا○ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا○ (سورۃ نوح: ۵، ۶)

”(جب لوگوں نے نہ مانا تو نوح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ) اے رب! میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا، لیکن میرے بلانے سے وہ اور زیادہ گریز کرتے رہے۔ جب میں نے ان کو بلایا کہ توبہ کرو اور تو ان کو معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑے اوڑھ لیے، اَڑ گئے اور بڑا غرور کیا۔“

انبیاء اللہ ایک مدّتِ مدید نہایت ملاطفت اور نرمی سے ہٹ دھرم طبیعتوں کے مالک ان بدبختوں و بدنصیبوں کو اللہ کی طرف بلاتے رہے لیکن وہ دور ہی بھاگتے رہے۔ یہ سرکش لوگ انبیاء اللہ اور ان کے اصحاب کی تکلیف و تعذیب پر تل گئے۔ پھر اللہ رب العزت کے عذاب نے ان سرکشوں، فسادیوں کو آن پکڑا۔

قَاتِلُوْهُمْ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ (سورۃ التوبہ: ۱۴)

”ان سے خوب لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب میں ڈالے گا۔“

وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ یُّصِیْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَیْدِیْنَا (سورۃ التوبہ: ۵۲)

”ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ یا تو خود تمہارے اوپر عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں عذاب دلوائے۔“

اے میری محبوب قوم! وہ (اللہ)، جو ہمارا رب ہے جس نے ہمیں جینے کے ڈھنگ سکھائے، وہ جو ہمیں بتلاتا ہے کہ کیسے ان سرکشوں کا سر کچلا جائے، اگر ہم نے اس رب کی اطاعت کی بجائے اپنی ناقص عقلوں پر بھروسہ کیا اور اپنے رب پر توکل نہ کیا تو پھر ہمیں ظالموں سے کون بچا سکتا ہے؟ کون ہے جو ہماری مدد و نصرت کر سکتا ہے سوائے اللہ کے؟ اور اللہ پاک ہی ہے جو ہمارے ہاتھوں سے ان ظالموں کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔

جہاد و قتال ہی ہے جو ظالموں، ہٹ دھرموں اور سرکشوں کو ختم کر کے بنی نوع انسان کے لیے اپنے حقیقی رب کو پہچاننے کا راستہ صاف کرتا ہے۔ آپ ذرا غور کیجیے کہ اگر اسلامی نظام قائم ہو تو حکومت کی طرف سے، داعیان کی طرف سے بہترین طریقے سے اسلام کی دعوت دی جائے گی اور جب اسلام کا عدل والا نظام قائم ہو گا تو وہ خود عوام الناس کو متاثر کرے گا، لیکن جب نہ حکومت آپ کی ہو اور نہ داعیان اس طرح کھل کر دعوت دے سکتے ہوں تو پھر اسلام کا صحیح چہرہ لوگوں کے سامنے نہیں لایا جا سکتا۔ انسانوں کے ساتھ بھلائی کا تقاضا یہ ہے کہ انھیں اسلام کے دائرے میں لایا جائے۔ حقیقی معنوں میں غیر مسلموں سے ہمدردی کا تقاضا ہے کہ انھیں شرک و کفر کی گندگی سے نکال کر اسلام جیسے پاک صاف دین سے متعارف کرایا جائے تاکہ یہ لوگ جن عقائد و اعمال کی وجہ سے جہنم کے مستحق بنے جا رہے ہیں، پھر اپنے اصلی رب کو پہچان کر جنت کے حق دار بن جائیں۔

ایک زمانے میں ایک افغانی مجاہد کماندان ملاقات سے ہوئی جنھوں نے ہمیں بتایا کہ جنگ کے ابتدائی دور میں ہمارے پاس اسلحہ کی کمی تھی اور ہمارے ایک ساتھی کے پاس تھری ناٹ تھری (نان آٹومیٹک) رائفل تھی جس کے میگزین میں ساری گولیاں خراب تھیں۔ باوجود اس کے، اس مردِ مومن نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ یارب! میرے پاس جو وسائل ہیں وہ میں تیرے دین کی خاطر لے آیا ہوں، انھیں قبول فرما! اے میرے رب! مجھے پیچھے رہنے والوں میں سے مجھے نہ بنائیے گا۔ عقل محوِ حیرت ہے کہ ایک طرف دنیا کی سب سے بڑی ٹیکنالوجی تو دوسری طرف گولیاں، وہ بھی خراب ...... مگر اپنے رب پر بھروسہ و توکل زبردست ہے۔ یہ اہلِ عزیمت اپنے دشمنوں کے سامنے ڈٹ گئے اور اس رائفل ایک گولی بھی ضائع نہیں گئی، رائفل کی ساری گولیاں دشمن کے گھمنڈ و غرور کو چکنا چور کرتی دشمن کے سینوں میں پیوست ہو گئیں۔

ذرا آپ اس ننھی سی چڑیا کے جذبے کا اندازہ کریں جو اپنی چونچ میں پانی کے قطرے بھر کر آتشِ نمرود کو بجھانے چلی تھی!!

خراب گولیوں والی بندوق اور ایک بوند پانی!!!! یہ سب اسباب ہیں جن کے وہ مکلف تھے باقی فتح و شکست تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ دنیا نے نمرود کا حال بھی دیکھا اور اپنے آپ کو سپر پاور کہنے والے امریکہ کی مٹی پلید ہوتے ہوئے بھی دیکھ لی ہے اور انھیں بھی دیکھ لیا جو اپنا کام کر گئے، حشر کے دن کے لیے اپنا سرمایہ سمیٹ لے گئے۔ شاید فرشتے بھی ایسے سرفروشوں کی ہمت و جذبے پر رشک کرتے ہوں گے۔ مگر ہم! ہم تو بچاؤ والے راستے کی تلاش میں سرگرداں ہی رہ گئے۔ شاید فرشتے ہماری کم ہمتی پر حیرت و افسوس کرتے ہوں گے۔ ہمیں بھی موجود طاقت و وسائل کے ساتھ ہی اللہ پر پورا یقین رکھتے ہوئے اپنا کام کرنا ہے۔

آج جب ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں پر شب و روز ٹوٹنے والے مصائب و مشکلات پر نظر ڈالی جائے تو یہ سبب معلوم ہوتا ہے کہ امت نے اسلام کی حکمرانی سے منہ موڑ کر کفار اور ان کے افکار و نظام، قوانین، سیاسی و معاشی نظام کی طرف توجہ کر رکھی ہے، کیوں کہ ہم اکثریہ

مشاہدہ کرتے ہیں کہ مسلمان کبھی ہندوستان کی متعصب عدالتوں سے امید رکھتے ہیں تو کبھی کسی سیکولر سیاسی جماعت کی طرف آس لگائے دیکھ رہے ہوتے ہیں تو کبھی کچھ سمجھ میں نہ آنے کی صورت میں ہم ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے لگاتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہم صدیوں سے اکٹھے رہ رہے ہیں۔ بے شک مسلمان ہندوؤں کے ساتھ صدیوں رہے ہیں، لیکن حاکم بن کر، محکوم بن کر نہیں اور تب ایسا عدل وانصاف قائم تھا جس کے تحت سبھی مذاہب کے ماننے والوں کو ان حقوق دیے جاتے تھے، جبکہ آج ایسا بالکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى○(سورۃ طہ: ۱۲۴)

”اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے“۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یعنی (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) جو شخص میرے حکم کی مخالفت کرے، اس شریعت کو فراموش کرے جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی، اس سے منہ پھیرے، اسے بھلا دے اور اسے چھوڑ کر دوسرے طریقوں کو اپنا لے (تو اس کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے) اور زندگی تنگ ہو جانے کا معنی یہ ہے کہ اسے اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا اور اس کے دل میں کشادگی نہیں ہوتی بلکہ گمراہی میں گرفتار رہنے کی وجہ سے اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے، گرچہ بظاہر وہ تنعم میں رہے، جو چاہے پہنے، جو چاہے کھائے، جہاں چاہے رہے، مگر جب تک اس کا دل یقین وہدایت کی منزل تک نہیں پہنچتا تب تک وہ حیرت واضطراب، تنگی وعذاب اور شکوک وشبہات میں پھنسا رہتا ہے۔ زندگی تنگ ہونے کا یہی مطلب ہے۔

یہ بدحالی وعذاب جس طرح انفرادی طور پر حق سے منہ پھیرنے والوں کا مقدر بنتا ہے اسی طرح معاشرے اور حکومتیں اگر حق سے منہ پھیریں تو ذلت ورسوائی ان کا مقدر بنتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب زمین وآسمان کے خالق اور علم الغیب کے مالک کے نازل کردہ نظام کو چھوڑ کر لاعلم وجاہل اور شرک وکفر میں ڈوبے انسانوں کے قوانین ونظام کو رائج کیا جائے گا، اس کی اتباع کی جائے گی تو فساد ہی مچے گا۔“

ہر مخلص مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے دین کے معاملے میں لاپرواہی نہ برتے۔ اور اس پر لازم ہے کہ شریعت کے نفاذ کے لیے وہ اپنی توجہ وصلاحیتوں کو پوری طرح دین کے نفاذ کے لیے مرکوز کر دے۔ نفاذِ شریعت اور حاکمیت دین کا معرکہ ہی عصرِ حاضر کا اہم ترین معرکہ ہے جسے ہم دنیا بھر کے علاوہ کشمیر میں بھی اللہ کے شیروں اور بزدل ہندی فوج کے درمیان بپا دیکھ سکتے ہیں۔

اے ہندوستان میں بسنے والے میرے نوجوان ساتھیو! آیئے! ہم ایک بار پھر اس بات کا تہیہ کریں کہ ہم اس عظیم معرکہ میں شمولیت اختیار کر کے مجاہدین کو تقویت دیں گے۔ آیئے! ہم ایک بار پھر اپنے سروں پر کفن باندھ کر یہ قسم اٹھائیں کہ ہمارے جسموں سے خون کا آخری قطرہ تو بہہ جائے گا لیکن شریعت یا شہادت کے نعرے کو ہم نہیں چھوڑیں گے۔

اے میرے عزیزو! شاید یہ ہندو ظالم حکمران و فوج بھول چکے ہیں کہ ہم وہ ہیں جنھوں نے ہندوستان کی تاریخ میں بہادری کی داستانیں رقم کی تھیں۔ یہ ظالم لوگ شاید یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم اپنے رب کے دین کا سودا، ناپاک وپلید کفر میں ڈوبے نظام سے کر لیں گے۔ نہیں! بالکل نہیں! ابھی وقت باقی ہے! ابھی ہماری سانسیں چل رہی ہیں! ابھی ہماری رگوں میں خون دوڑ رہا ہے! ابھی ہمارے ہاتھ مفلوج نہیں ہوئے ہیں! ابھی تو وقتِ قتال ہے۔ بہت ظلم کر چکے تم ہماری امت پر......بہت ظلم سہہ چکے ہم......اب تمہیں قاسم کی للکار سنائی دے گی...اب تمہیں غوری وغزنوی کی تلواریں یاد آئیں گی......اب تم اس دھرتی پر صرف اور صرف اسلام کے قانون کو نافذ دیکھو گے، ان شاء اللہ۔

★★★★★

بقیہ: آپ کے کتنے 'بابا' جنت میں ہیں؟

ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدیؒ کے شانہ بشانہ دجال اور اس کے لشکر سے لڑیں گے......ان شاء اللہ!

یا اللہ! اس نسلِ ایمانی کی تو حفاظت فرما! اس نسلِ جہادی کی تو مدد فرما! اس کو دنیا کے فتنوں سے بچالے! ان سے اپنے دین کا کام لے! ان کے دم سے اسلام کا بول بالا ہو! کفر وشرک نیست ونابود ہو جائے! ان کے کارناموں سے میری امت کے سینے ٹھنڈے کر دے! ان کو آخرت کی راہ پر چلانا! ان کو شہادت کا راہی بنانا! ان کی دنیا بھی سنوار دے اور آخرت بھی۔ ان کو جنتوں میں اپنے اور اپنے پیارے حبیب مصطفیٰ ﷺ کے دیدار سے محروم نہ فرمانا، آمین!

و صلى الله على خير خلقه محمد و على آله وصحبه اجمعين.

★★★★★

بقیہ: عقوبت خانوں سے براہِ راست

تقریباً صبح نو بجے ناشتہ دیا گیا۔ اور پھر اس کے فوراً بعد مجھے کالی ٹوپی پہنا کر تفتیش کی جگہ لے جایا گیا۔ یہاں مجھے بٹھا کر بجلی کے کئی کرنٹ دیے گئے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

آپ کے کتنے 'بابا' جنت میں ہیں؟

قاری داؤد غوری

"پتہ ہے میرے تین بابا جنت میں ہیں۔"

"اور میرے ایک بابا جنت میں ہیں۔"

"چاچو! آپ کے کتنے بابا جنت میں ہیں؟"

اُن دونوں بچیوں نے مجھ سے ایسی معصومیت سے سوال کیا تھا کہ اس بات کا جواب میں جھینپ کر ہی دے سکا، کچھ یوں کہ: "بیٹا! میرے ایک ہی بابا ہیں اور وہ ابھی دنیا میں ہی ہیں" (اس کے ساتھ دھیرے سے میں نے الحمدللہ کہا)۔ یہ سن کر ارضِ جہاد پر پلنے والی وہ مہاجر بچیاں اور بچے مجھے حیرت سے تکنے لگے، گویا کہہ رہے ہوں "اتنے بڑے ہو کر بھی چاچو کے ایک ہی بابا ہیں اور وہ شہید بھی نہیں ہوئے"؟

آج، اس اکیسویں صدی میں ایسے مناظر دیکھ کر میں کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ وہ نسلیں ہیں جن کی رگ و خون میں یہ نظریہ دوڑ تا ہے کہ 'شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن'۔ جن کو معلوم ہے شہادتیں دیے بغیر...... جیلوں میں جائے بغیر...... اپنے جسموں کے ٹکڑے کروائے بغیر...... قربانی دیے بغیر نہ تو ہماری قوم آزاد ہو سکتی ہے اور نہ ہی اللہ کا دین غالب آ سکتا ہے۔

آس پاس اگر گولہ باری اور گولیوں کی آوازیں آتی ہیں تو ان کی آنکھوں میں چمک آ جاتی ہے اور یہ ہاتھ اٹھا کر کہتے ہیں کہ "یا اللہ! مجاہدین جیت جائیں"۔ اور پھر خود بھی یہ لکڑی کی بندوقیں بنا کر "کافروں" پر حملہ شروع کر دیتے ہیں۔ کھیل ہی کھیل میں کوئی شہید ہوتا ہے، کوئی زخمی اور کوئی غازی بن کر لوٹتا ہے!

میں کبھی پاکستان کے حالاتِ حاضرہ پر مبنی ڈیٹا دیکھ رہا ہوتا ہوں اور کوئی مہاجر بچہ میرے کمپیوٹر کی سکرین پر آن ٹپکتا ہے تو انتہائی دُکھ سے یہ سوال کرتا ہے کہ 'چاچو! یہ لوگ کب جہاد کریں گے؟'۔ کشمیر کے مناظر دیکھ کر یہ خوشی سے جھوم جاتے ہیں کہ 'کشمیری نہتے ہو کر بھی اسلحے سے لیس ہندو فوجیوں سے ٹکرا جاتے ہیں'۔ فلسطین اور شام کے مناظر دیکھ کر ان کو ایک گونہ تسلی رہتی ہے کہ اتنی بمباریاں سہنے کے باوجود بھی فلسطینی اور شامی مسلمان جھکتے نہیں ہیں۔ برما کے مناظر دیکھ کر ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ بہنا شروع ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ برما کو کون سارا راستہ جاتا ہے؟ وہ دن کب آئے گا جب ہم برما میں جا کر جہاد کر پائیں گے؟ جنت کا تذکرہ سن کر ان کے چہرے خوشی سے دمک اٹھتے ہیں، جہنم کے عذاب کا سن کر ان کو ڈر لگنا شروع ہو جاتا ہے۔

ایک دن سب بچے قریبی نہر پر نہار ہے تھے، پانی کے چھپاکوں میں سے بچوں کی شرارتوں کی آوازیں چھنچھناتی ہوئی آرہی تھیں۔ ایک آٹھ سالہ بچہ پانی میں الگ تھلگ کھڑا کسی گہری سوچ میں تھا...... غم اس کے چہرے سے عیاں تھا، سارا دن وہ پریشان رہا۔ بالآخر جب اس سے پوچھا گیا کہ بیٹا آپ کو کیا پریشانی ہے؟ کسی نے مارا ہے......؟ ڈانٹا ہے؟ کہیں درد ہو رہا ہے؟ لیکن ان سب باتوں کا جواب نفی میں تھا۔ کافی دیر بعد بچے نے روہانسا ہو کر لب کشائی کی کہ "میں ہندوستان میں (ظلم سہتے) مسلمانوں کے بارے میں سوچ رہا تھا"۔ سبحان اللہ والحمدللہ وماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ!

ایک رات چھت کے اوپر سے آتی ڈرون کی نہایت نچلی پروازوں کی آوازیں ایک نو سالہ بچے کو سونے نہ دے رہی تھیں۔ ایسے میں وہ اٹھا اور اپنی بڑی آپا کو کہا "آپا مجھے کشاف (ٹارچ) دو، ساتھ والے کمرے میں میری (پلاسٹک کی) بندوق پڑی ہے، وہ ساتھ رکھ کر سوؤں گا!"۔ آپا نے کہا "بھائی! وہ پلاسٹک کی ہے، گولیاں تو نہیں مارتی"۔ تو مصائب و شدائد کی بھٹیوں سے گزرا ہوا وہ یتیم بچہ پُر عزم انداز میں بولا: اگر اس مرتبہ کافر آئیں گے تو میں اپنی (پلاسٹک کی) کلاشن کے بٹ سے ان سے لڑوں گا! الحمدللہ علیٰ نعمۃ الاسلام والجہاد!

یا رب! ان چھوٹے سے بچوں نے تیری راہ میں کیا کچھ نہ دیکھا......! ہجرتیں اور دربدریاں سہیں...... کسمپرسی کے عالم میں طویل اور پر خطر سفر طے کیے...... مختلف النوع بیماریاں اور غذائی قلتیں دیکھیں...... اتنی چھوٹی سی عمر میں اپنی اتنی "مطلوبیت" دیکھی کہ کفر کے سرغنہ "سپر پاور" کے پانچ پانچ ڈرون طیارے اپنے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اپنے باپوں کو شہید...... اپنی ماؤں کو زخمی اور گرفتار...... اپنے چھوٹے اور بڑے بھائیوں کو کٹا پھٹا دیکھا!!! تیری ہی خاطر یہ کڑوے اور میٹھے گھونٹ پیے۔ اور ہاں یاد آیا انہوں نے یہ مناظر بھی ماضی میں دیکھے کہ جب امریکی اور افغان فوج کے خبیث سپاہی طویل اور سرد راتوں میں...... اے سی ون تھرٹی جنگی جہازوں، ڈرون طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کی گھن گرج میں...... ان کے باپ کو شہید کر کے...... ان کی ماؤں کو گھسیٹتے ہوئے لے گئے، اور ان نرم و نازک بچوں کو اندھیرے کمروں میں ڈال کر دروازے بند کر کے چلے گئے۔ یا اللہ! اُس وقت ان معصوم جانوں کی چیخ و پکار سننے والا تو ہی تھا۔ تو نے ہی ان کو اور ان کی ماؤں کے دلوں کو تھاما۔ یہ تو ہی ہے جس نے دنیا بھر کے کفر کے پراپیگنڈے کے باوجود لوگوں کے سینوں میں ان کے لیے جگہ پیدا کی......

اک شہر بے اماں میں مسکن رہا ہمارا
بے خانماں سہی پر ہم نہ تھے بے سہارا

تو نے ہی ان کو اتنا حوصلہ دیا ہے کہ یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود بھی یہ سینہ تان کر دنیا کو کہہ سکتے ہیں کہ ہم مجاہد ہیں۔ ہم دین کے سپاہی ہیں! مسجدِ اقصیٰ کو ہم ہی آزاد کروائیں گے! ہند کو بھی ہم فتح کریں گے۔ امریکہ، برطانیہ اور روس کے ہم ٹکڑے ٹکڑے کریں گے۔ اس پوری دنیا پر صرف اور صرف تیرا علم لہرائیں گے! دنیا کے ہر مظلوم کی مدد کریں گے! (باقی صفحہ نمبر 57 پر)

عقوبت خانوں سے براہِ راست

محمد جمال

سورۃ الملک کی تلاوت سے فارغ ہو کر بچوں سمیت مولانا بجلی گھرؒ کی تقریر سن رہا تھا کہ اس دوران دروازہ بڑی شدت سے کوئی کھٹکھٹانے لگا اور گاڑیوں کے آنے کی آواز سنائی دی۔ اگلے لمحے پاک فوج کے اہلکار ہمارے گھر کی دیواریں پھلانگ کر گھر میں داخل ہو گئے۔ بچوں کی چیخ و پکار نے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ میری جوان بیٹیاں فوجی اہلکاروں کو چیخ چیخ کر بد دعائیں دے رہی تھیں۔ یونیورسٹیوں سے فارغ میرے جوان بیٹے میرے پاس کھڑے تھے، لیکن کیا کرتے۔ ہمارے آباؤاجداد حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی مبارک اور شرعی تحریک جہاد و مزاحمت کی بجائے خان عبدالغفار خان کے عدمِ تشدد کے فلسفے کے قائل رہے تھے۔ انگریزوں کے خلاف 'بابا' کی قیادت میں انہوں نے جدوجہد بھی کی تھی مگر 'پر امن'۔

امت کے دشمنوں کی منشا کے عین مطابق ہم کئی دہائیوں سے اپنے اسلحے سے غافل تھے (وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ...... کافر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ ایک دم تم پر ٹوٹ پڑیں)۔ اس لیے آج دیسی انگریزوں نے اپنے شکار کو بڑی آسانی سے اپنے حصار میں لیا تھا۔ فوجی افسر نے مجھ سے شناختی کارڈ مانگا اور موبائل فون کا مطالبہ کیا۔ موبائل میں مولانا فضل اللہؒ کی تقاریر تھیں اس لیے میرے بیٹے نے موبائل دیتے ہوئے میموری کارڈ کو توڑ دیا۔ اوپر نیچے گھر کی تلاشی لی اور مجھے اس حالت میں اپنے ساتھ لے جانے لگے کہ میرے پاؤں میں جوتے بھی نہیں تھے۔ میری آنکھوں پر پٹی باندھ کر منہ پر کالے کپڑے کا تھیلا چڑھایا اور فوجی گاڑی میں ٹھونسا گیا۔ اپنی بیٹیوں کی چیخ و پکار سن کر حضرت لوط علیہ السلام کی مظلومانہ پکار "قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ...... لوط نے کہا: کاش کہ میرے پاس تمہارے مقابلے میں کوئی طاقت ہوتی، یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا" میرے رگ وپے کی آواز بن گئی تھی۔ گاڑی روانہ ہوئی تو میں "یا حي یا قیوم برحمتك استغیث" کا ورد کرنے لگا۔ دورانِ سفر تنخواہ، مراعات اور فنڈ و پنشن کے بچاری مختلف سوالات پوچھتے اور دھکے دیتے رہے۔

طویل سفر طے کرنے کے بعد ایک خفیہ جیل پہنچے۔ کھسر پھسر کے بعد حکم ملا کہ دوسرے جیل لے جاؤ۔ دوسرے جیل پہنچے تو رات کے کوئی تین بج رہے تھے۔ مجھے ایک سیل میں ڈال دیا گیا۔ پانچ گھنٹے بعد میری ٹوپی پٹی کھولی گئی۔ یہ سیل ایک گندہ سا تنگ و تاریک کمرہ تھا۔ درمیان میں بڑی خندق اور خندق کے ارد گرد بیٹھنے، لیٹنے اور نماز پڑھنے کے لیے ایک تنگ سی پٹی تھی۔ یہاں مجھے تقریباً دو مہینے تک رکھا گیا۔ پہلی رات تو آدھی سے زیادہ سفر میں گزری تھی۔ صبح تک یہ چند گھنٹے بھی جاگ کر گزرے۔ اگلے دن صبح سے شام تک تماشا بنا رہا۔ ایک ایک دو دو فوجی آتے اور ازراہ طنز و مزاح پوچھتے "کہاں کے ہو؟"، "کیا کیا ہے؟"، "کس کے ساتھی ہو؟" وغیرہ..... پورا دن یاس اور ناامیدی کے مہیب سائے میرے ارد گرد منڈلاتے رہے لیکن کوئی باقاعدہ پوچھ گچھ نہیں ہوئی۔ بس اللہ کا ذکر اور جو کچھ تھوڑی بہت قرآن پاک کی مختصر سورتیں ازبر تھیں ان کی تلاوت کرتا رہا۔ آخر کار رات کا اندھیرا پھیلنے لگا۔

رات کی تاریکی بڑھنے لگی تو مجھے ایک بار پھر ٹوپی پٹی پہنا کر اعلیٰ حکام (ادنیٰ امریکی غلاموں) کے پاس تفتیش کے لیے لے جایا گیا۔ پوچھا: شیخ اسامہؒ کو جانتے ہو؟، شیخ ایمن کو جانتے ہو؟ سب پر ہاں کر دیا۔ پھر کہا ان سے کیا تعلق ہے؟ میں نے طنزاً کہا ان سب سے تو میرا بچپن کا ساتھ ہے۔ انہوں نے کہا: ہمیں سب پتہ ہے۔ تمہارا نام اور کام اور اپنے بڑوں سے تمہارے روابط کے بارے میں ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ تمہارے نائبین کا بھی ہمیں علم ہے۔ اور جن کو تم نے کچھ عسکری امور حوالے کیے تھے، وہ سب گرفتار کیے جا چکے ہیں۔ میں نے انکار کیا تو مجھے الٹا لٹا کر بے تحاشا مارنے لگے۔ میں مسلسل انکار کرتا رہا تو تھک گئے اور مجھے دو فوجیوں کے حوالے کیا۔ وہ مجھے تفتیش کے کمرے میں لے گئے اور مجھ سے مختلف سوالات پوچھنے لگے۔ ان ظالموں نے مجھے ہر قسم کی سیکڑوں گالیاں دیں اور مجھے پچاس بار اٹھنے بیٹھنے کا حکم دیتے رہے۔ عمر کی زیادتی کے سبب میری بڑی توند اور نازک بدن اس سزا کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے بعض اوقات کوتاہی ہو جاتی تو بے تحاشا مارنے لگتے۔ الحمد للہ کوئی خاص بات اگلوانے میں کامیاب نہ ہو سکے تو دوبارہ افسروں کے پاس لے جایا گیا۔ اللہ کا شکر ہے ان کے پاس مزید وقت نہیں تھا تو مجھے رات کے ایک بجے اپنے سیل (کال کوٹھڑی) میں لے گئے۔ وہاں حکم ملا کہ ہاتھ اٹھا کر کھڑے رہو۔ تین دن اور تین راتیں اسی طرح ہاتھ اٹھا کر کھڑا رہا۔ پاؤں سوج گئے۔ تین دن رات میں صرف ایک گھنٹہ سونے دیا۔ لیکن پھر کہا تم کیوں سو گئے تھے، تو میں نے جواب دیا کہ ڈیوٹی پر موجود فوجی کی اجازت سے سو گیا تھا۔ وہ اجازت والا فوجی آیا تو سیل کا دروازہ کھول کر مجھے بے تحاشا مارنے لگا۔ اور چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ تم میری نوکری برباد کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ میں نے ترس کھا کر سونے دیا تو تم نے میرے افسروں کو بتایا۔ تم میری نوکری کو ختم کرنے کے درپے ہو۔ اس دوران کھڑے کھڑے نماز پڑھتا یعنی نہ سجدہ کرنے دیا جاتا اور نہ ہی رکوع۔ نمازیں بھی تیمم سے پڑھتا۔ پانی کی کمی نہیں تھی اور مجھے دن میں ایک بار باتھ روم بھی لے جایا جاتا لیکن وہاں مجھے وضو نہیں کرنے دیا جاتا۔ پانچ منٹ سے زیادہ باتھ روم میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں تھی۔ تین دن رات کھڑا رہنے کی تعذیب سہنے کے بعد اگلی رات مجھے ایک بار پھر تفتیش کے لیے لے جایا گیا اور میرے ساتھ کام کرنے والوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ آپ کے حکم سے کیا کچھ کرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ ان کی کسی خفیہ سرگرمی سے میں واقف نہیں ہوں۔ ایک افسر جسے وہ دوسرا افسر "صاحب" کہہ کر پکارتا تھا، نے مجھے کمپیوٹر پر ٹائپ

شدہ ایک صفحہ دکھایا، جس پر میرے ساتھ مجاہدین کی خدمت کرنے والے چند ساتھیوں کی تصاویر تھیں۔ ان کی تصاویر سے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ لوگ گرفتار ہو چکے ہیں کیونکہ ان کے معصوم چہروں سے ان کی حالت زار عیاں تھی۔ مجھ سے معلوم کرنا چاہا کہ ان میں سے تم کس کس کو جانتے ہو؟ میں نے صاف انکار کیا۔ انہوں نے کہا کہ تم سب جانتے ہو۔ اور پھر کہنے لگا کہ تم بتاؤ یا نہ بتاؤ، انہوں نے ہمیں سب کچھ بتایا ہے۔ اور پھر سب نے ہنستے ہوئے کہا کہ چلو آج ان کو سوچنے دیں، کل دیکھیں گے۔ پھر پندرہ بیس دن تک مجھے اسی طرح پڑا رہنے دیا۔ کوئی تفتیش نہیں ہوئی۔ پہلے سونے کے لیے کوئی بستر نہیں تھا۔ خندق کے ارد گرد جو فرش بنا تھا اسی پر سوتا۔ پھر ٹاٹ کے دو کمبل مل گئے۔ یہ کمبل بھی گرد و غبار سے اٹے پڑے تھے لیکن اس غربت میں یہ بھی غنیمت تھے۔ تین دن تک مار پیٹ اور مسلسل کھڑا رکھنے کے بعد مجھے آدھا دن اور آدھی رات کے لیے کھڑا کر دیا جاتا۔ کبھی کبھی کوئی اللہ کا دشمن اپنا دل بہلانے کی خاطر سیل کے اندر آتا رعب دبدبہ جماتا۔ مار پیٹ اور گالم گلوچ کی تو ان کو ویسے بھی کھلی چھوٹ تھی۔ گالیوں سے تو اضع تو ہر فوجی کا روز کا معمول تھا اور اس فعل قبیح کے لیے تو سیل کھولنے کی زحمت بھی نہ اٹھانا پڑتی۔ اس پوری مدت میں گرفتاری کے وقت سے پہنے کپڑے ہی میرے تن پر تھے۔ نہانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اس لیے میرے تن بدن سے بدبو اور سڑاند اٹھنے لگی۔ یہ بو سیل کے باہر تک جاتی۔ سیل کے سامنے سے کوئی بدبخت گزرتا تو مجھے طعنہ دے کر کہتا کہ سچ نہیں بولو گے تو اسی طرح گل سڑ کر مرو گے۔ اللہ کے کرم سے ایک دن مجھے نہانے اور کپڑے دھونے کی اجازت مل گئی۔ ایک صابن دیا گیا جس سے میں نے اپنے کپڑے دھوئے۔ انہوں نے ایک شلوار بھی دی تھی جو میں نے کپڑے دھوتے ہوئے پہنی۔ جب کپڑے سوکھ گئے تو میں نے اپنے کپڑے پہن کر شلوار ان کو واپس کر دی۔ اس دوران میری صحت بہت خراب تھی۔ لیٹ کر نماز پڑھتا تھا اور نماز پڑھتے ہوئے کبھی بے اختیار سونے لگتا اور کبھی بے ہوش ہو جاتا۔

کچھ دن بعد جب صحت بہتر ہونے لگی تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے قرآنِ پاک اور میری عینک دیجیے۔ کئی دن کی منت سماجت کے بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی کتاب مل گئی۔ قرآن پاک کا ملنا کیا تھا جیسے مجھے بادشاہت مل گئی ہو۔ تلاوت کی برکت سے مجھے اطمینان وسکون کی دولت نصیب ہوئی۔ تلاوت کرتے ہوئے بعض اوقات بھول جاتا کہ میں کہاں ہوں۔ زندگی بھر قرآن پاک کی آیات میں اتنا غور و فکر اور تدبر کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ ایک دن تلاوت کے دوران سورۃ آل عمران کی اس آیت پر ٹھہرا ”وَلاَ تَهِنُوا وَلاَ تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ○“ اس آیت کو بار بار پڑھتا اور بار بار اپنے آپ سے سوال کرتا ”کیا میں مومن ہوں؟“۔ میرے پاس ایمان کا سب سے بڑا ثبوت الحمدللہ مجاہدین کی خدمت تھا اس خدمت کو ہمیشہ ایک بڑا اعزاز سمجھتا اور اپنے رب کا شکر ادا کرتا۔ یہ سوچ کر میرا دل اطمینان سے بھر جاتا۔ آل عمران کی اس آیت پر بھی اکثر ٹھہرتا ”رَّبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِياً يُنَادِي لِلإِيمَانِ أَنْ آمِنُواْ بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا“ اور بے اختیار اللہ کے اس بندے کے لیے رو رو کر دعائیں مانگنے لگتا جن کی مخلصانہ دعوت جہاد کے نتیجے میں مجھے مجاہدین سے وابستگی کی سعادت نصیب ہوئی اور ان کے اہل وعیال کی چھوٹی موٹی خدمت کا موقع ملا تھا۔ سورۃ انفال کی ”وَالَّذِينَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ“ اور آل عمران کی ”وَأُوذُواْ فِي سَبِيلِي“ پر ٹھہر کر غور کرتا تو بے پناہ خوشی ہوتی اور کال کوٹھڑی کی سختیاں ہیچ نظر آتیں۔

اب تفتیش نہیں تھی، کھاتا پیتا اور تلاوت کر کے سو جاتا۔ تین دن میں قرآنِ پاک ختم کرتا۔ حفظ بھی شروع کیا۔ تھوڑے وقت میں کئی آیات اور سورتیں حفظ کر لیں۔ اب ایک مسئلہ باقی رہ گیا تھا کہ مجھے وضو کی اجازت نہیں تھی۔ دن میں پہلے ایک بار اور بعد میں دو بار بیت الخلا لے جایا جاتا لیکن کہتے وضو کی اجازت نہیں۔ اس لیے میں نے پورے دو مہینے تک تیمم سے نماز پڑھی۔

ایک روز جب میں ظہر کی نماز کی آخری سنت سے فارغ ہونے والا تھا کہ دو فوجیوں نے میرا سیل کھول کر ہتھکڑیاں پہنائیں اور آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر تفتیش کے کمرے میں لے گئے۔ وہاں بہت ہی بڑا بدبخت افسر نما چپڑاسی میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے مجھ سے میرے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہا۔ ساتھ ہی ہمارے بعض اساتذہ اور اُن کے اہل وعیال کے بارے میں بھی پوچھتا رہا۔ اس دوران طویل دورانیے تک اپنی تمام مہارتوں سے کام لے کر مجھے ذہنی اور جسمانی اذیتیں دی گئیں، بُری طرح دھمکایا گیا۔ جب تمام حربے ناکام رہے تو میرے پاؤں کے ناخن پر چاقو رکھ کر کہا کہ اگر ”القاعدہ“ کے ساتھ اپنے تعلق کو نہیں بتاؤ گے تو اگلے ہی لمحے تیرے ناخن تیرے انگوٹھے سے جدا ہوں گے۔ مجھے بے تحاشہ گالیاں بھی دی گئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ڈٹ جانے کی توفیق دی اور انکار کرتا رہا۔ واپس سیل بھیجا گیا تو عصر کی نماز نکل رہی تھی۔ عصر پڑھی اور اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر زار و قطار رونے لگا۔ روزانہ دس پارے میرا وظیفہ ہوتا تھا لیکن آج کی غیر متوقع تفتیش نے نہ صرف میرا قیمتی وقت برباد کیا تھا بلکہ رات تک اپنا وظیفہ بھی مکمل نہ کر سکا تھا۔ تفتیش کی اسی تشویش میں مبتلا تھا کہ رات کو ایک فوجی نے بتایا کہ تیرے چند اور ساتھیوں کو بھی گرفتار کیا گیا ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ ڈٹے رہو یہ لوگ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ فوجی جو ان مجاہدین کا ہمدرد تھا اور ہماری سزاؤں پر اس کو بڑا ہی افسوس تھا۔ کبھی کبھی رات کی تاریکی میں میرے لیے پھل لاتا اور تاکید کرتا کہ خدارا میری اس ہمدردی کا کسی سے ذکر نہ کریں کیونکہ یہاں فوجیوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھی جاسوسی پر مقرر کیا گیا ہے۔ ان کی زبانی ساتھیوں کی گرفتاری کا سن کر بہت ہی افسوس ہوا لیکن ان کی طرف سے ڈٹ جانے کی نصیحت سے حوصلہ بڑھا اور مزید ڈٹ جانے کا عزم کیا۔ اللہ پاک اس فوجی کو جزائے خیر دے، جس کا روپ تو فوجیوں والا تھا لیکن دل مومنوں والا، مجاہدوں والا تھا، اللہ پاک مزید فوجیوں کو بھی ایسا ایمان دے کہ وہ فوج میں رہ کر بھی اور اس سے باہر آ کر بھی دینِ اسلام کی سچی خدمت کریں۔

مجھے گرفتار ہوئے آج پچاسواں دن تھا۔ صبح تقریباً دس گیارہ بجے ایک ڈاکٹر کو بلا کر میرا طبی معائنہ کرایا گیا اور ظہر کی نماز کے بعد مجھے چند قیدی بھائیوں سمیت دو گھنٹے کی مسافت پر موجود ایک دوسرے جیل منتقل کیا گیا۔

طویل سفر کے بعد ہمیں یہاں پہنچایا گیا تھا۔ دوسرے قیدی بھائی بھی گاڑی میں موجود تھے، میں نے اُن کی باتیں گاڑی میں سنی تھیں۔ گاڑی میں ٹھونسنے سے پہلے کالی پٹی ٹوپی میں منہ آنکھ چھپایا گیا۔ ہاتھ پاؤں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں بری طرح جکڑے گئے۔ راستے میں کئی ساتھی منت سماجت کرتے رہے کہ خدارا ہماری ہتھکڑیوں کو ذرا ڈھیلا کر دو، دم گھٹ رہا ہے ٹوپی ناک سے ذرا سرکا دو لیکن سب بے سود۔

یہ جیل میرے لیے ایک غنیمت تھا کیونکہ یہ ایک باقاعدہ جیل تھا۔ ایک تنگ تاریک سیل میں دھکیلا گیا تو سیل میں پہلے سے موجود دوسرے قیدی بھائیوں کو دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہیں رہی کیونکہ گزشتہ جیل میں دو مہینے تک قید تنہائی نے حضرت انسان کے ساتھ میرے انس و محبت کو بہت بڑھا دیا تھا۔ یہاں ہر سیل میں دو، دو تین، تین قیدی ہوتے تھے۔ میرے سیل میں پہلے سے موجود میرے ان بھائیوں کی عمریں جو دراصل میرے بچوں جتنے تھے انیس بیس سال کے قریب تھیں۔ وہ اپنی قید کے کئی مہینے یہاں کاٹ چکے تھے۔ ہم گپ شپ لگاتے رہے۔ دو مہینے بعد حضرت انسان اور وہ بھی میری طرح مظلوم۔ اللہ کے ایسے بندوں کے ساتھ میری نشست ہو رہی تھی۔ عصر کی نماز پڑھی تو بہت خوش ہوا اور اپنے آپ کو بڑا ہی ریلیکس پایا کیونکہ میرے اندازے کے مطابق ان لوگوں کو چونکہ میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملے تھے اس لیے اب مار پیٹ کا دور ختم ہو گیا ہے لیکن اپنا بھرم رکھنے کی خاطر مجھے قید کر دیا گیا ہے۔ مگر میرا یہ خیال جلد ہی غلط ثابت ہوا۔ مغرب کے بعد کھانا دیا گیا اور عشا کے بعد وتر ابھی پڑھ رہا تھا کہ آزمائش شروع ہو گئی۔

راہِ وفا میں ہر سُو کانٹے، دھوپ زیادہ سائے کم
لیکن اس پر چلنے والے خوش ہی رہے پچھتائے کم

مجھے تفتیش کے لیے لے جایا گیا۔ یہاں تفتیش کے لیے کمرہ نہیں بلکہ ایک بڑا ہال تھا اور ہال میں تقریباً بیس پچیس فوجی تھے۔ یہ کتوں کی طرح مجھ پر جھپٹ پڑے۔ ایک افسر نے اس سے پہلے اپنی جھوٹی شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو، ہم کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتے۔ ہمارا ایمنسٹی انٹرنیشنل کے ساتھ خاصا تعلق ہے۔ اور یہ کہ ہم انسانی حقوق کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ چند لمحے بعد پوچھ گچھ کا سلسلہ شروع ہوا، تو نہ ایمنسٹی تھی اور نہ ہی انسانی حقوق۔ ساتھیوں کی سرگرمیوں کے بارے میں پوچھتے رہے اور مارتے رہے۔ اس حالت میں کہ میری آنکھیں بند کر دی گئی تھیں اور میرے ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ میرے مسلسل انکار پر مجھے کئی بار برہنہ بھی کیا گیا (قاتلهم الله) اور گالیوں کا تو کچھ نہ پوچھیں۔

پھر مجھے تقریباً چار پانچ گھنٹے تک مسلسل بجلی کے کرنٹ دیے جاتے رہے۔ بجلی کا کرنٹ میرے رگ و پے میں سرایت کرتا اور میری چیخیں آسمان تک پہنچ جاتیں۔ مگر الحمد للہ ہوش و حواس بحال تھے، حوصلہ اپنی جگہ قائم تھا۔ دل ہی دل میں ”یاحی یا قیوم برحمتك استغیث “کا ورد کرتا رہا۔ جب مایوس ہو گئے تو ایک لڑکے کو لایا گیا جس کے ہاتھ پاؤں بھی میری طرح بندھے ہوئے تھے۔ اُس کی آنکھیں کھولی گئیں اور میری بھی۔ اُس وقت تفتیش کرنے والے بزدل افسر میرے پیچھے چھپ گئے تا کہ میں انہیں نہ دیکھ سکوں۔ دو تین فوجی میری پشت پر کھڑے رہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس لڑکے کے ساتھ بات کرو۔ وہ بیس پچیس سال کا متشرع لڑکا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا، ”دیکھو! جو کچھ کیا ہے، مان لو۔ اسی میں تمہاری خیر ہے۔ مجھے دیکھو میں وزیرستان میں القاعدہ کا کمانڈر تھا۔ میں نے سب کچھ صاف صاف بتا دیا ہے اس لیے اب مجھے بہت آسانی اور سہولت ہے۔ رشتہ دار مجھ سے ملاقات کرنے آتے ہیں اور گھر فون کرنے کی اجازت بھی ملتی ہے“۔ میں نے اُس سے کہا تم تو القاعدہ کے کمانڈر ہو لیکن دیکھو میں تو کچھ بھی نہیں میرا کسی 'دہشت گرد' تنظیم سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے بعد ایک بار پھر میری آنکھیں بند کر دی گئیں۔ اور کہا کہ اگر تم اسی طرح ضد پر قائم رہے تو تمہارے ساتھ قومِ لوط والی بد فعلی کی جائے گی۔ میں نے کہا میرے پاس کچھ بھی معلومات نہیں ہیں۔ پھر ایک پلید اور ناپاک فوجی کو لایا گیا۔ تفتیشی افسر نے اس خبیث کا تعارف کراتے ہوئے مجھ سے کہا کہ کافی عرصہ ہوا یہ شخص گھر نہیں گیا ہے اور یہ قومِ لوط والی بد فعلی جیسے کاموں کے لیے بہت بھوکا ہے۔ پھر وہ پلید انسان مجھے بکواس قسم کی باتیں کرنے لگا۔ اور ساتھ ساتھ گندی اور غلیظ گالیاں بھی دیتا رہا۔ میری حالت یہ تھی کہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ ”اللهم استر عوراتنا وآمن روعاتنا“ کے مسلسل ورد کی برکت سے اللہ نے مجھے ان کے شر سے بچا لیا۔ اگرچہ یہ محض ایک حربہ تھا لیکن ذہنی اذیت اور بے بسی و بے کسی کے کربیہہ احساس کا اس میں بہت کچھ سامان موجود تھا۔ اس کے بعد مجھے جعلی پھانسی دینے کے لیے کرسی پر کھڑا کیا گیا۔ اور اوپر سے رسی لٹکا کر میرے گردن کو باندھ دیا گیا۔ پھر مجھے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا۔ میں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ پھندا میری گردن میں ڈالا گیا لیکن موت و حیات تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اس لیے مجھے پھانسی نہیں دی جا سکی اگرچہ یہ بھی ایک حربہ ہی تھا۔

یہ رات کا وقت تھا۔ اس حالت میں چار پانچ گھنٹے گزر گئے۔ اس کے بعد میری تصویریں لی گئیں اور ڈھیر ساری گالیاں دے کر اپنے سیل واپس بھیج دیا گیا۔ میرا سارا جسم زخمی تھا لیکن اللہ کا اتنا کرم تھا کہ مجھے اس وقت بھی الحمد للہ مجاہدین کی خدمت پر کوئی افسوس نہ تھا۔ دوسرے الفاظ میں چار پانچ گھنٹے کی مسلسل مار پیٹ اور بجلی کے کرنٹوں سے اللہ نے میرے ایمان میں اضافہ کر دیا تھا، فللہ الحمد والتمجید۔ چند لمحے بعد میرے ہاتھ اوپر باندھ دیے گئے اور اسی حالت میں رات کٹ گئی۔ مجھے یاد ہے اس صبح کی اذان کیسی میٹھی لگی تھی مجھے، میری آزمائش کی ایک رات کٹ گئی تھی خیریت سے۔ (باقی صفحہ نمبر 57 پر)

سحر ہونے کو ہے

بنتِ طبیب

دن ہفتوں میں بدلنے لگے، اور ہفتے مہینے میں بدل گئے۔ ایک ماہ تک عبادہ کا کچھ پتا نہ لگا۔ ابو بکر نے پاکستان میں اپنا قیام مزید لمبا کر لیا۔ سب گھر والے ہی پریشان تھے۔ آخر ایک ماہ بعد اچانک کوئی شخص اس کا خط لے کر آیا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ وہاں خیریت سے ہے اور بہت خوش اور مطمئن ہے۔ اس نے وہاں اپنے مستقل رہنے کے حوالے سے بھی لکھا تھا اور یہ کہ وہ اپنی تمام زندگی اسی راستے پر گزارنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ اور اس نے اپنے خط میں دو تین ماہ بعد اپنے والدین سے ملنے آنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا تھا۔

اس کا خط پڑھ کر دونوں گھروں میں کہرام مچ گیا۔ 'یہ عبادہ نے کیا کیا'؟ 'اتنے شاندار مستقبل کی امید کو لات مار کر کیوں چٹیل پہاڑوں کو اپنا مسکن بنانے کا فیصلہ کر لیا'؟ 'کیوں ایسی عمر میں اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر چلا گیا جب وہ ان کا سہارا بننے کے قابل ہو گیا تھا'؟ 'کیوں اس نے اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا'؟......

احمد صاحب نے مرتضیٰ صاحب سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اگر لڑکا 'سدھر' جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ وہ نور کو پتھر کے زمانے میں بھیجنے پر تیار نہیں۔ سب گھر والے ہی ان کی بات سے پریشان تھے۔ امینہ خالہ اور خالو جان نے اس کو خط لکھ کر سمجھایا اور حالات کی نزاکت اور مصلحت کے تقاضے بھی سمجھانے کی کوشش کی مگر اس کی جانب سے ابھی تک جوابی خط موصول نہ ہوا تھا۔ سب کو ہی اب اس کے خط کا انتظار تھا۔

گاڑی سنگلاخ پہاڑوں سے گزر رہی تھی۔ کسی کسی جگہ سبزہ بھی نظر آ جاتا اور کھیتوں میں کام کرتے مقامی افراد بھی۔ عبادہ یہاں آ کر بہت خوش تھا اور اپنے آپ کو دین سے بہت قریب محسوس کرنے لگا تھا۔

گاڑی ایک کھیت کے سامنے رکی۔ عبادہ گاڑی سے نیچے اترا۔ چہرے پر داڑھی کی سنت سجائے، سر پر کالی پگڑی پہنے، کندھے پر کلاشنکوف لٹکائے، وہ اپنے حلیے ہی سے پہچانا جا رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر دو مقامی افراد لپک کر اس کی جانب آئے اور بڑی گرم جوشی سے ملے۔

بھائی! ہمارے ساتھ کچھ خواتین بھی ہیں۔ سفر میں ہیں، کیا رات ادھر رک سکتے ہیں؟ عبادہ نے ٹوٹی پھوٹی مقامی زبان میں بولنا چاہا۔ مقامی زبان سیکھنے اور اسی زبان میں گفتگو کرنے کی کوشش کرنا بھی اس کی تربیت کا حصہ تھا۔

ان دونوں افراد نے ان سب کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اپنے بچوں کے ذریعے خواتین کو زنان خانے میں بھجوا دیا اور عبادہ اور اس کے ساتھ موجود ساتھی کو اپنے ساتھ بیٹھک میں لے آئے۔ چائے پلائی، کھانا پیش کیا اور کھانا کھلانے کے بعد آرام کے لیے بستر بچھا دیے۔ عبادہ انجان علاقے، انجان لوگوں کی ایسی مہمان نوازی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"عثمان بھائی! کیا یہاں تمام مقامی افراد ایسے ہی ہوتے ہیں"؟

"جی بھیا! یہاں کی اکثر مقامی آبادی ایسی ہی ہے"۔ عثمان بھائی نے مسکرا کر جواب دیا۔ "کسی بھی وقت آپ کسی بھی مقامی کے گھر اتر جائیں تو آپ کو ایسی ہی یا اس سے بھی بڑھ کر مہمان نوازی نصیب ہوگی، ان شاء اللہ"۔

عبادہ خاموشی سے بستر پر لیٹ گیا اور لاشعوری طور پر یہاں کا موازنہ اپنی شہری زندگی سے کرنے لگا۔ شاید اللہ تعالیٰ کو یہاں کے لوگوں کی سادگی، ہمدردی، مہمان نوازی، دین سے محبت اور مادیت کے فتنے سے دور جیسے اخلاق ہی پسند آئے تھے، جس کی وجہ سے ان سے مجاہدین کی نصرت کا اتنا بڑا کام لیا۔

عبادہ کچھ عرصہ قبل ہی ابتدائی تدریب (ٹریننگ) سے فارغ ہوا تھا، جس کی وجہ سے اس کی ناز و نعم سے بگڑی عادتیں کافی حد تک سنور گئی تھیں۔ پھر اسے دورۂ شرعیہ کرایا گیا اور اب وہ امیر صاحب کے پاس جا رہا تھا تاکہ وہ اس کو کسی شعبے سے منسلک کر دیں۔

بریک کی گھنٹی بجی اور نور اپنی کتابیں سمیٹ کر کلاس روم سے باہر نکلی۔ اس کی سہیلیوں کا گروپ آج کلاس روم کے آخر میں بیٹھا تھا لہٰذا وہ پچھلے دروازے سے پہلے ہی باہر نکل چکی تھیں۔ نور کاریڈور سے گزر کر کالج گراؤنڈ میں آئی تو قریب ہی اس کا گروپ اپنے مخصوص مقام پر، برگد کے درخت کے نیچے بیٹھا خوب زور و شور سے کسی موضوع پر بحث کرتا نظر آیا۔ نور بھی ان کے قریب ہی درخت کے سائے میں بیٹھ گئی۔

"یار! لیکن اس صورت میں ہم پاکستان سے تو ہاتھ دھو بیٹھتے!" فارعہ اونچی آواز سے بولی۔

"فارعہ! کیا یہ انسانیت ہے کہ آپ کے مسلمان پڑوسی کے گھر ڈاکو گھس آئیں اور آپ بجائے ان کی مدد کرنے کے، الٹا اپنا ہی گھر ڈاکوؤں کو پناہ گاہ کے طور پر فراہم کر دیں تاکہ وہ آپ کے پڑوسی کی جان مال اور عزت سے کھل کر کھیلے، عورتوں کو قید کرے، مردوں کو قتل کرے، بچوں کو یتیم کرے اور وہاں سے جو بھی بھاگ کر آپ کی پناہ حاصل کرنے آپ کے گھر کی طرف آئے کہ یہ میرا مسلمان بھائی ہے، یہ میری مدد ضرور کرے گا، تو اسے پیسوں کے عوض ڈاکوؤں کے حوالے کر دیا جائے......!! کیا اس سے بڑھ کر غداری ہو سکتی ہے؟ کیا اسے ہی انسانیت کہتے ہیں؟" فاطمہ غصے سے بولی۔ "کیا پاکستان کو بچانا اتنا ہی اہم تھا؟ اور پھر اصل سوال یہ کہ کیا یوں پاکستان بچ گیا"؟؟؟

"اف! کس بات پر اتنی گرما گرم بحث ہو رہی ہے؟" نور نے ہنستے ہوئے دریافت کیا۔

"اس بات پر کہ افغانستان پر امریکی حملے کے وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے تھا"، فارعہ نے بھی ہنس کر جواب دیا۔

’’بقول فاطمہ، اس وقت ہمیں سب سے پہلے پاکستان کی بجائے سب سے پہلے اسلام کا نعرہ لگانا چاہیے تھا، یعنی اپنے اسلامی بھائی چارے کے اصول کے تحت ہمیں افغانستان کی مدد کرنی چاہیے تھی‘‘۔ ناعمہ نے منہ بنا کر ساری بات گوش گزار کی۔

مگر وہ تو دہشت گرد ہیں!...... آئی مین (میرا مطلب ہے) اسلام تو امن و سلامتی کا مذہب ہے جبکہ طالبان نے تو اقتدار کے حصول کے لیے ہر جگہ جنگ کی ہے، ان کی وجہ سے اسلام ہر جگہ بدنام ہوا ہے۔ میرا تو ذاتی خیال ہے کہ طالبان بھی عام سیاسی جماعتوں کی طرح اقتدار کی جنگ ہی کر رہے ہیں، تو پھر ہم دوسرے ملک کے معاملات میں ٹانگ کیوں اَڑاتے؟‘‘ نور نے نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

’’یہیں تو تم گڑبڑ کر گئی! یہ اقتدار کی جنگ نہیں ہے بلکہ کفر و اسلام کی جنگ ہے۔ اگر طالبان بھی عام حکومتوں کی طرح صرف اقتدار کے پجاری ہوتے تو ایک عرب مجاہد کی خاطر اپنا پورا ملک داؤ پر نہ لگا دیتے‘‘۔ فاطمہ کے سنجیدگی سے جواب دینے پر نور کی بولتی یکایک بند ہو گئی۔ ’’اور رہی تمہاری دوسری بات کہ ہم دوسروں کے ملک کے معاملات میں کیوں ٹانگ اڑاتے تو اس کا جواب تو بالکل سادہ سی بنیادی بات ہے کہ یہ جو ملکی سرحدیں آج کل بنا دی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو صرف دو سرحدیں ہیں...... ایک اسلام کی اور دوسری کفر کی سرحد؛ اور جب ان دونوں میں کوئی ان بن ہو جائے تو دنیا کے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کا ساتھ دے، اور اگر نہیں دے گا تو گناہ گار ہو گا، لیکن اگر اس کی بجائے کافر کا ساتھ دینے اٹھ کھڑا ہوا تو پھر وہ بھی انہی میں شمار کیا جائے گا اور اس کا انجام قیامت کے دن انہی کے ساتھ ہو گا‘‘۔

وہ سب آنکھیں پھاڑے اسی کو دیکھ رہی تھیں۔

’’یہ کیا باتیں کر رہی ہو فاطمہ؟ مجھے تو ایک لفظ بھی سمجھ نہیں آیا!‘‘ فارعہ نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ نور کی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھی۔ اسے مومنہ کی باتیں یاد آنے لگیں، وہ بھی تو کچھ ایسی ہی باتیں کر رہی تھی۔

’’دیکھو! اسلام میں وطنیت نام کی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بس ایک ہی نام اور ایک ہی پہچان معتبر ہے اور وہ ہے اسلام۔ یہ تو کفار نے سازشیں کر کے ہماری قوت توڑ کر رکھ دی ہے اور سائیکس پیکو معاہدے کے ذریعے ہمیں ملکوں اور سرحدوں کا پابند بنا دیا، ورنہ دراصل ہم مسلمان پوری دنیا میں ایک جسم کی مانند تھے اور ہیں۔ تم لوگوں کو وہ واقعہ تو یاد ہی ہو گا کہ جب ایک مہاجر صحابی اور ایک انصاری صحابی کی کنویں کے پانی کے کسی مسئلے پر کچھ اونچ نیچ ہو گئی تو مہاجر صحابی نے اپنی مدد کے لیے گروہ مہاجرین کو پکارا اور انصاری صحابی نے اپنی قوم کے افراد کو پکارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ فوراً تشریف لائے اور فرمایا، جس کا مفہوم ہے کہ یہ کیا کہ میں تمہارے منہ سے جاہلیت کی بدبودار باتیں سن رہا ہوں‘‘؟ فاطمہ یہ کہہ کر کچھ دیر سانس لینے کو رکی۔ ’’یہ تو جاہلیت کی باتیں ہیں؛ پوری دنیا منقسم ہو سکتی ہے مگر مسلمان تقسیم نہیں ہو سکتے۔ تم یوں سمجھ لو یہ ایک عالمی برادری ہے جس کے افراد جہاں بھی ہوں وہ اسی برادری سے اسی فیملی سے منسلک ہی رہیں گے‘‘۔

نور، ناعمہ اور فارعہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ آج ان کی باتیں معمول سے ہٹ کر کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گئی تھیں۔ نور نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا۔ بریک ختم ہونے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے تھے۔

’’مگر جہاں سے ہماری بات شروع ہوئی تھی، یعنی طالبان سے، تو ان کی سزاؤں بارے تم کیا کہتی ہو؟ یہ تو تم مانو گی ناں کہ وہ ظالمانہ سزائیں ہیں؟‘‘ اب کی بار فارعہ نے موضوع اٹھایا۔

’’بھئی یہ تمام سزائیں، مثلاً چور کا ہاتھ کاٹنا، زنا کے مرتکبین کو سنگسار کرنا، کوڑے لگانا وغیرہ یہ سب تو حدود کہلاتی ہیں اور یہ تمام کی تمام براہ راست اللہ رب العزت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مقرر کی گئی ہیں۔ ہاں! البتہ اگر تم اللہ اور اس کو رسول کو ہی......‘‘۔ فاطمہ نے دانستہ ہی اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

’’توبہ توبہ!‘‘ فارعہ نے فوراً اس کا جملہ اچک لیا، ’’تم نے تو ہمیں کافر ہی بنا دیا!‘‘۔

’’لیکن فاطمہ! کنفیوژن بہت زیادہ ہے دنیا میں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کون صحیح ہے اور کون غلط‘‘، نور نے کافی عرصہ سے دل میں چھپائی خلش اس کے سامنے رکھی۔

’’نور! میں تو کہتی ہوں کہ اس سے زیادہ واضح کوئی زمانہ ہی نہیں جہاں حق اور باطل اس قدر جدا ہو گئے ہوں۔ بہت سی احادیث ہمارے سامنے حالات کی تصویر واضح کرتی ہیں اور ہمیں حق والوں کی پہچان بتاتی ہیں‘‘، فاطمہ نے ملائمت سے کہا۔

’’اچھا!‘‘ نور کو اچنبھا ہوا، ’’وہ کون سی؟‘‘

بریک کا وقت کب کا ختم ہو چکا تھا لہٰذا فاطمہ اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ’’باقی باتیں پھر کسی دن ان شاءاللہ!‘‘ وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئی۔ ’’کسی ٹیچر نے یہاں بیٹھے دیکھ لیا تو خیر نہیں‘‘۔ باقی سب بھی اپنے ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات دبائے اس کی تقلید میں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

شام کا وقت ہو رہا تھا۔ مغرب کی اذانوں سے فضا گونج رہی تھی۔ اندھیرا ہر سو پھیل رہا تھا۔ سورج اپنا سفر پورا کر چکا تھا۔ موسم کافی سوگوار تھا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ اسلام آباد ایئر پورٹ پر ہر طرف گہما گہمی تھی۔ لوگ اپنے عزیز و اقارب سے مل رہے تھے۔ کوئی خوشی سے استقبال کر رہا تھا تو کوئی غم سے الوداع۔

ایک طرف ابو بکر بھی اپنی فیملی سے رخصت ہو رہا تھا۔ مصعب کافی دیر اس کے گلے لگا کھڑا رہا۔ پھر نور اس سے مل کر روتی رہی۔ اس کے بعد ابو بکر ہاجر اور سعد سے بوجھل دل سے ملنے لگا۔

فلائٹ میں ابھی دو گھنٹے رہتے تھے۔ بابا جانی اور اماں نے ابو بکر کو پیار کیا اور اللہ کے حفظ و امان میں دے کر رخصت کر دیا۔ ابو بکر نظروں سے اوجھل ہوا تو وہ سب بھی بوجھل دل لیے واپس ہوئے۔

ابو بکر گیا تو سب کو اداس کر گیا۔
نور کافی دیر سے بستر پر لیٹی کروٹیں بدل رہی تھی۔ کل فاطمہ سے ہونے والی گفتگو آج نجانے کیوں اس کے دماغ میں گھومے جا رہی تھی۔ ہاجر مزے سے گہری نیند سو رہی تھی۔ اتنے میں نور کے موبائل کا میسج الرٹ بجا، مومنہ کا میسج تھا۔
"نور! ابا نے صائم کا رشتہ منظور کر لیا ہے۔"
"ہائیں! مگر وہ کیسے؟ وہ تو بڑا ماڈرن ہے!"
سب کچھ اس میں پرفیکٹ (مکمل) ہے؛ پڑھائی، خاندان، اسٹیٹس، لائف سٹائل...... ابا تو مر مٹے!" مومنہ شاید غصے میں تھی۔ نور ہنس دی۔
"مگر تمہارا اور اس کا لائف اسٹائل تو بہت فرق ہے!"
"ہاں ناں! پتہ نہیں ابا کو کیا ہے؟ شاید چاہ رہے ہیں کہ میں بھی انہی جیسی ہو جاؤں۔"
"مگر تم تو اتنی اسلامک سوچ رکھتی ہو اور وہ تو ہم سے بھی گیا گزرا ہے! ساری زندگی اتنے بڑے فرق کے ساتھ کیسے گزارا کرو گی؟" نور اب واقعی پریشان ہو گئی تھی۔ دو منٹ بعد ہی اس کا جواب آ گیا۔
"تم وہ پہلا فرد ہو جس نے اس پہلو کی جانب توجہ دی ہے، باقی سب تو کہتے ہیں کہ یہ سرے سے کوئی ایشو ہی نہیں ہے۔"
"نہیں مومنہ! جب ذہنی ہم آہنگی نہ ہو تو گزارا مشکل ہو جاتا ہے۔" نور نے سینڈ کا بٹن دبایا اور موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ نجانے کیوں ماں باپ رشتوں کے معاملے میں عقل و خرد کو بالائے طاق رکھ کر فیصلے کر گزرتے ہیں؟ بے بسی سے سوچتے ہوئے اس نے آنکھیں موند لیں۔ اس کا ذہن واپس فاطمہ کی باتوں کی طرف چلا گیا۔
سوچتے سوچتے اچانک اس کو عبادہ کی دی ہوئی کتاب یاد آ گئی جو اس نے اپنی روانگی سے چند روز قبل ہی جویریہ کے ہاتھ بھجوائی تھی۔ شاید یہ کتاب پڑھنے سے ہی کچھ سمجھ میں آ جائے۔
اس نے اٹھ کر الماری سے کتاب نکالی، احتیاط سے ٹیبل لیمپ جلایا، مبادا ہاجر کی نیند نہ خراب ہو اور پھر لیمپ کی روشنی میں کتاب پڑھنے لگی، مگر مقدمے پر ہی اٹک گئی۔
لکھا تھا:
جب تک مسلمانوں کی اپنی خلافت قائم رہی، مسلمان قوم کبھی کسی دوسری قوم کی ذہنی غلام نہیں بنی۔ لیکن خلافت کی کڑی ٹوٹنے سے جہاں ایک طرف مسلم علاقوں پر کافر قبضہ کرتے چلے گئے وہیں ان کے ذہن بھی کافروں کی غلامی قبول کرتے گئے۔ اس غلامی کے اثرات اتنے مؤثر اور دیرپا ثابت ہوئے کہ جسمانی آزادی کے حصول کے باوجود بھی مسلمان ذہنی طور پر کافر طاقتوں کے غلام ہی رہے۔
ذہنی غلامی کی سب سے بڑی نحوست یہ ہوتی ہے کہ ذہنی طور پر غلام قوم اچھے کو برا اور برے کو اچھا سمجھنے لگتی ہے۔ ذہنی غلامی کے انہی زہریلے اثرات نے مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ اس دور میں خلافت اسلامیہ کی کوئی ضرورت نہیں اور جمہوریت ہی اسلامی خلافت کا 'نعم البدل' ہے۔ ان کی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت اس قدر سلب ہو چکی ہے کہ وہ حالات کا تجزیہ قرآن و حدیث کے مطابق نہیں بلکہ میڈیا کی پڑھائی پٹی کے مطابق کرتے ہیں۔ روس کے خلاف افغان جہاد میں کامیابی کا سہرا مکمل طور پر امریکی امداد اور پاکستانی ایجنسیوں کے سر ڈالنے اور مجاہدین اسلام کی قربانیوں کو یکسر بھلا دینے والے اہل مغرب اور کفر کے پیشواؤں سے اس قدر مرعوب ہیں کہ وہ دنیا میں کسی بھی ایسے واقعے کو تسلیم کرنے پر تیار ہی نہیں ہوتے جس سے مغرب کی شکست یا اس کی کمزوری ظاہر ہوتی ہو۔ پھر یہ کہ امریکہ کی عالم اسلام کے خلاف صلیبی جنگ کو مکمل طور پر اقتصادی جنگ قرار دے کر، حالانکہ عالم کفر خود اس جنگ کو مذہبی جنگ قرار دیتا ہے، اہل اسلام کی دینی غیرت و حمیت کے پنپنے کے راستے بند کر دیتے ہیں۔
مسلمان اگر اپنی آنکھوں سے مغربی میڈیا کی باندھی گئی پٹی ہٹا کر قرآن و حدیث کی روشنی میں حالات کا تجزیہ اور آئندہ کا لائحہ عمل طے نہیں کریں گے تو نہ ہی ہم ماضی میں رونما ہو چکے والے واقعات کی حقیقت سے واقف ہو سکیں گے اور نہ ہی مستقبل کی تصویر ہمارے سامنے واضح ہو سکے گی۔ نہ ہم یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی وجہ سمجھ پائیں گی اور نہ ہی پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی حقیقت کا سراغ لگا پائیں گے اور نہ ہی اس کی وجہ سے خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے نقصانات کا احاطہ کر سکیں گے۔
اس سے آگے نور نہ پڑھ سکی۔ سب کچھ ہی اس کے سر کے اوپر سے گزر گیا تھا۔ اس نے فوراً مومنہ کو کال ملائی۔ کچھ دیر بعد اس کی نیند میں ڈوبی آواز سنائی دی۔
"السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام! مومنہ! ایک بات تو بتاؤ، یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی حقیقت کیا ہے؟" نور نے بے تابی سے پوچھا۔
"آں...... نور تھوڑا ٹائم دو، ایک دو کتابوں سے دیکھ کر بتا دوں گی ان شاء اللہ"۔
نور فون بند کر کے کمرے سے باہر آ گئی۔ پورے گھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا، بس نیچے ٹی وی لاؤنج سے ہلکی ہلکی باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے گئی۔ ٹی وی لاؤنج میں سعد ٹی وی کے سامنے قالین پر نیم دراز کچھ دیکھ رہا تھا اور مصعب اس کے بالمقابل بیٹھا فون پر اپنے کسی دوست سے باتیں کر رہا تھا۔
وہ بھی خاموشی سے ان کے برابر میں بیٹھ گئی اور مصعب کی فون کال ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔
"ابھی تک جاگ رہی ہو؟" مصعب نے فون بند کر کے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
"بھائی! جنگ عظیم کیوں ہوئی تھی؟"
"کیا؟" مصعب نے حیران ہو کر پوچھا، "تمہیں نہیں معلوم؟"
"ہاں ناں! تم بتا دو!"
"کیا پوچھنا چاہ رہی ہو تم؟"

”پتا نہیں! شاید وہ وجہ جو عام طور پر لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے“ نور بے بسی سے سے گویا ہوئی۔

مصعب نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”یہ دیکھو! اس کتاب میں کیا لکھا ہے“۔

مصعب نے اس کے ہاتھ سے کتاب لے لی اور پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا:

”معلوم نہیں! تحقیق کروں گا“۔

”ابو بکر! کیسی طبیعت ہے؟“ علی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

”الحمدللہ!“ اس نے نحیف سی آواز میں جواب دیا۔

آج اس کو امریکہ پہنچے دسواں دن تھا اور اس دوران اسے ڈپریشن کا یہ دوسرا اٹیک ہوا تھا۔

”بلڈ پریشر کتنا ہے؟“

”۵۰ اباۓ ۱۰۰“، ابو بکر ہلکا سا منمنایا۔

”تایا ابو کو فون کروں؟“ علی پریشانی سے بولا، ”آخر کب تک چھپاؤ گے؟“

”نہیں!“ وہ بمشکل تکیوں کے سہارے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ”علی! میرا دل یہاں کی گندی اور خود غرض دنیا میں نہیں لگتا۔ میں چاہتا ہوں کہ واپس پاکستان چلا جاؤں...... جہاں اپنوں کی بے لوث محبتیں ہوں، ارد گرد مسلمان رہتے ہوں...... مگر! باباجانی نہیں مانیں گے۔ سمجھیں گے کہ میں پڑھائی سے بھاگنے کے لیے بہانے کر رہا ہوں“۔ ابو بکر کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

”ابو بکر! یار! مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ ڈپریشن بھی تو مایوسی ہی ہے اور مایوسی کفر ہے“، علی اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

پچھلے دو سال سے ابو بکر کی یہی کیفیت تھی مگر نجانے کس اندیشے کے تحت اپنے گھر والوں سے ابھی تک اپنا حال دل چھپائے ہوئے تھا۔

”کل میں تمہیں نیو جرسی کے شیخ عثمان رائٹ سے ملواؤں گا۔ وہ کل ہی نیویارک پہنچے ہیں۔ ان سے تم اپنے دل کی بات کر لینا!“ علی نے اس کے کندھے تھپتھپاتے ہوئے کہا تو وہ واپس بستر پر لیٹ گیا اور سوچوں میں گم ہو گیا۔

”السلام علیکم شیخ! یہ میرا بھائی ہے اور اسے ڈپریشن ہے۔ شروع میں یہاں آکر ٹھیک رہا مگر جیسے جیسے اسے دین کی سمجھ آتی جا رہی ہے اس کا ڈپریشن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ گھر سے بھی اداس رہتا ہے“۔ علی نے ادب سے شیخ کے سامنے ابو بکر کی حالت زار بیان کی۔ وہ بغور اس کی بات سنتے رہے اور پھر ابو بکر کو بلا بھیجا۔

ابو بکر ہچکچاتا ہوا ان کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔ شیخ عثمان نے سفید چوغہ پہن رکھا تھا جس کی لمبائی ٹخنوں سے ایک ہاتھ اوپر تک تھی۔ وہ خالص امریکی النسل تھے۔ سرخ و سفید چہرے پر گھنی داڑھی ان کے چہرے کے حسن کو بڑھا رہی تھی۔ خوب صورت آنکھوں سے ذہانت اور شفقت ٹپک رہی تھی۔ انہوں نے ابو بکر سے معانقہ کیا جو ان کی شخصیت کے سحر میں کھو کر رہ گیا تھا۔

”جی بیٹے! آپ کی کیا پرابلم ہے؟“ انھوں نے نرمی سے دریافت کیا۔ ان کا لب و لہجہ مد مقابل کا اعتماد جیت لینے والا تھا۔

”شیخ! میرا اس گندے ماحول میں دل نہیں لگتا۔ گناہ کے دروازے ہر طرف کھلے ہیں۔ چاہنے کے باوجود گناہ سے بچنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ میرے والد چاہتے ہیں کہ میں مستقل یہیں سیٹل ہو جاؤں مگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر ڈر لگتا ہے جس کا مفہوم ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کے بیچ سکونت اختیار کرے۔ مجھے لگتا ہے کہ میں پاگل ہو جاؤں گا“۔ بولتے بولتے ابو بکر کی آواز رندھ گئی اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

”بیٹے! یہ ندامت کے آنسو ہیں یا ڈپریشن کے؟“ انھوں نے نرمی سے پوچھا۔

”شیخ! ندامت ہی کی وجہ سے تو ڈپریشن ہوا ہے“۔

”بیٹا! ندامت تو بہت خوب صورت چیز ہے، لیکن اس کی وجہ سے مایوسی طاری کر لینا غلط ہے۔ ایسی ندامت کا فائدہ ہی کیا جس کی وجہ سے عمل میں بہتری کی بجائے مزید خرابی آئے“؟ وہ اس کو نرم گھمبیر لہجے میں سمجھانے لگے۔ ابو بکر منہ کھولے انھیں تکے گیا۔ ”ندامت کا فائدہ تب ہے جب اس کی وجہ سے آپ اپنے آئندہ عمل میں بہتری لائیں“۔

”مگر شیخ! گناہ ہیں کہ ختم ہو کر نہیں دیتے“؟

”بیٹا! گناہوں کے ختم ہونے کا تو مطالبہ بھی نہیں ہے ناں“، شیخ ہنس دیے۔

”کیا مطلب؟“ ابو بکر نا سمجھی کی کیفیت میں بولا۔

”دیکھو بیٹا! اللہ تعالیٰ کو صرف عزمِ مصمم، کوشش اور جدوجہد مطلوب ہے۔ رہ گئے گناہ تو اللہ پاک خود قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ اگر تم گناہ کرنا چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو پیدا فرمائے گا جو گناہ بھی کرے گی اور توبہ بھی“۔

”اس لیے جب بھی کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً اللہ سے معافی مانگو اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا پکا عزم کرو۔ کبھی بھی گناہ پر ڈھٹائی کا رویہ اختیار نہ کرنا؛ ان شاءاللہ گناہوں کو چھوڑنے کی توفیق بھی اللہ پاک عطا فرما دیں گے“۔ وہ دھیرے دھیرے سمجھاتے رہے۔

”اچھا! یہ تو بتاؤ کہ ڈپریشن کی صورت میں دل کس قسم کی چیزوں سے بہلاتے ہو“؟ ان کے اچانک سوال کرنے پر ابو بکر گڑبڑا سا گیا۔

”کمپیوٹر، انٹرنیٹ، موویز......“ وہ خفت سے لسٹ گنوانے لگا۔ ”میوزک سننا چھوڑ دیا ہے...... اسلامک بکس بھی پڑھتا ہوں“۔

”واستعینوا بالصّبر والصلوٰۃ (نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو)“ وہ دھیرے سے بولے تو ابو بکر کو سن کر جھٹکا سا لگا۔ ”بیٹا! جن چیزوں کو تم نے گنوایا ان سے انسان وقتی طور پر تو بہل جاتا ہے مگر

ان کے دور رس اثرات بہت برے ہیں، مثلاً ڈپریشن، حسرت، سستی، کاہلی، بلاوجہ تھکاوٹ......وغیرہ"۔

اب بات ابو بکر کی سمجھ میں آنے لگی تھی۔

"الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (آگاہ رہو! دلوں کا اطمینان تو اللہ کے ذکر ہی میں ہے)"۔ شیخ نے اس کی طرف دیکھا، وہ مسلسل اپنے سر کو ہلائے جارہا تھا، شیخ بے ساختہ مسکرا دیے۔

"آپ کے بھائی نے بتایا کہ جب سے آپ کو دین کی سمجھ آنے لگی ہے آپ ڈپریشن کا شکار ہو گئے ہیں۔ یہی تو شیطان کے ہتھکنڈے ہیں کہ ان طریقوں سے، اللہ کی رحمت سے مایوس کر کے وہ آپ کو عمل سے روکنا چاہتا ہے۔ آپ کے کرنے کا کام یہ ہے کہ آپ نے خود کو مکمل طور پر اسلامی احکامات کے سپرد کرنا ہے، حیلے بہانے کر کے راہ فرار نہیں تلاش کرنی اور مجھ سے مستقل رابطے میں رہنا ہے"۔ وہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ ابو بکر اور علی نے ان سے مصافحہ کیا اور شیخ سے رخصت ہوئے۔

ابو بکر آج بہت عرصہ بعد اپنی طبیعت میں نشاط محسوس کر رہا تھا۔

ابو بکر روز بروز بہتر ہوتا جارہا تھا۔ شیخ سے وہ سکائپ کے ذریعے رابطے میں تھا۔ پاکستان کے بھی بڑے بڑے علما سے اس نے روابط استوار کر لیے تھے۔ اب اس کی زندگی بدل رہی تھی۔ وہ باقاعدگی سے دن کی پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرنے لگا تھا۔ چہرہ سنت نبوی سے سج گیا تھا۔ تصویریں کھنچوانا، کافر دوستوں سے میل ملاپ......سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور مسلمانوں کے درس و تدریس کے حلقوں میں وقت گزارنے لگا تھا۔ علی بھی اس کے شانہ بشانہ قدم بڑھا رہا تھا۔ دونوں کے گھر والوں کو ابھی تک تبدیلی کا احساس نہ ہو سکا تھا۔

نور کے حالات کافی ناساز گار تھے۔ عبادہ کا مسئلہ پورے خاندان کا سنگین مسئلہ بن چکا تھا۔ نور سمیت سبھی گھر والوں کے ناچاہنے کے باوجود باباجانی عبادہ سے رشتہ ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اماں اور امینہ خالہ دونوں ہی بے حد پریشان تھیں مگر باباجانی کو اپنے فیصلے سے ہٹانا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔

☆☆☆☆☆

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: بنگلہ دیش رپورٹ

پجوش بونڈوپاڈھے کے ساتھ اس تنظیم کا ایک اور رہنما راناداس گپتا ۲۰۱۶ء میں انڈیا گیا اور مودی سے درخواست کی کہ بھارت بنگلہ دیش میں 'ہندوؤں پر ہونے والے مظالم' کو روکنے میں مدد کرے۔

کچھ سال قبل، اس تنظیم کی امریکی شاخ کے رہنماؤں نے ایک پریس کانفرنس میں مطالبہ کیا کہ گائے کو ذبح کرنا بنگلہ دیش میں غیر قانونی قرار دیا جانا چاہیے۔ جب سابق چیف جسٹس سریندر سنہا، عوامی لیگ کی حکومت کے دباؤ پر امریکہ گیا تو اِسی تنظیم نے سنہا کی عوامی لیگ کی حکومت کے خلاف لکھی گئی کتاب کو چھپوانے کا انتظام کروایا۔

بنگلہ دیش کے ہندوؤں نے بالعموم پریاساہا کے بیان کی حمایت کی۔ ان میں معذرت خواہانہ رویہ رکھنے والوں نے کہا کہ جو کچھ ساہا نے کہا وہ اساسی طور پر تو درست ہے لیکن شاید اس نے اعداد و شمار کو کچھ بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ دوسری طرف متشدد ہندوؤں نے یہ پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ تین کروڑ ستّر لاکھ بنگلہ دیشیوں نے بھارت میں اور خاص طور پر آسام، تریپورہ اور مشرقی بھارت کے دیگر علاقوں میں پناہ لے رکھی ہے۔ ایک ہندو روزنامہ نے دعویٰ کیا کہ ان تین کروڑ ستّر لاکھ بنگلہ دیشیوں نے آسام میں پناہ لے رکھی ہے۔ اسی پراپیگنڈے نے آسام میں تیس سے چالیس لاکھ مسلمانوں کی منظم بے دخلی کا دروازہ کھولا، اور ان کی شہریت کو بی جے پی نے ختم کر دیا۔

(رپورٹ کا بقیہ حصہ، ان شاء اللہ اگلے شمارے میں)

عالَمِ اسلامی کا پیغام

"آج بھی عالمِ اسلامی کا پیغام خدائے واحد کی عبادت اور اطاعت مُطلق، اللہ کے پیغمبروں کی رسالت، بالخصوص آخری اور سب سے بڑے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آخرت کے عقیدے پر ایمان لانے کی دعوت ہے، اس دعوت کو قبول کرنے کا انعام اور صلہ یہ ہو گا کہ یہ عالم توبر تو تاریکیوں سے نکل کر جن میں وہ صدیوں سے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے، روشنی کی طرف آ جائے گا، اپنے جیسے انسانوں کی بندگی سے وہ نجات پا کر خدائے واحد کی بندگی کی نعمت پائے گا، زندگی کے اس جیل خانے سے نجات پا کر جس میں وہ صدیوں سے محبوس ہے، زندگی کے کھلے میدان اور دنیا کی آزاد فضا میں قدم رکھے گا، اعتقادی اور سیاسی مذاہب کی جکڑ بندیوں سے رہائی پا کر وہ دینِ فطرت اور شریعتِ الٰہی کے سایۂ عدل میں جگہ پائے گا۔"

(مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

سلطانیٔ جمہور

علی بن منصور

نبیلہ بے قراری سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔اس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ کیا کرے۔کمرے کے ایک کونے میں بچھے چھوٹے سے قالین پر نور، جویریہ اور فاطمہ بیٹھی اسے بے چینی سے کمرے میں مارچ پاسٹ کرتے دیکھ رہی تھیں۔ ان کے قریب ہی کرسی پر ہادیہ، اپنی گود میں ایک موٹا رجسٹر اور ہاتھ میں قلم اور کیلکولیٹر پکڑے بیٹھی تھی۔

’تم لوگ میری بات کو سنجیدگی سے نہیں لے رہے......!‘، آخر نبیلہ ان چاروں کے سامنے آکر رکتے ہوئے الزامی انداز میں شروع ہوئی۔’آخر کیوں تم سب کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ ہمیں اپنے مستقبل کو آزاد، روشن اور محفوظ بنانے کے لیے آج سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ نسرین آپا کا حال تم سب کے سامنے ہے اس کے باوجود تم لوگ ہو کہ ہوش میں ہی نہیں آرہیں......ضرورت تو اس چیز کی ہے کہ اپنا تن من دھن سب کچھ لٹادیں مگر اپنے کاز کو کامیاب بنائیں......‘، وہ ایک بار پھر پرجوش انداز میں ان کے سامنے تقریر کر رہی تھی۔

’آپی......ہم سمجھتے ہیں یہ سب......مگر ابھی ہم کیا کر سکتے ہیں؟میری تو جتنی سیوِنگز (بچت) تھیں، میں نے ساری دے دی ہیں......‘، ہادیہ بے چارگی سے بولی۔

’مگر اس کے باوجود ہم سب کے کل ملا کر بھی پیسے دس بارہ ہزار سے آگے نہیں بڑھ رہے......اتنے تھوڑے پیسوں سے تو کچھ نہیں بنے گا......!‘، نبیلہ مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے بولی۔ پھر ہادیہ کی گود سے رجسٹر اٹھا کر اس کے مندرجات پر ایک بار پھر غور و خوض کرنے لگی۔’نور...! تم نے محض ۵۰۰ روپے ڈونیٹ کیے ہیں، کیا تمہارے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں ہے......؟‘، اس نے اپنی ناک پر نیچے کو پھسلتا چشمہ پیچھے دھکیلتے ہوئے نور کی جانب دیکھا۔

اس بلا واسطہ سوال پر نور کے چہرے پر شرمندگی کی ایک لہر دوڑ گئی۔’آپی وہ......میں دراصل......کچھ کتابوں کے لیے پیسے جمع کر رہی تھی، اس لیے ابھی فوری تو میرے پاس زیادہ پیسے نہیں ہیں......آپ کہتی ہیں تو ابّو سے لے کر دے دوں گی......‘۔

’کیا......؟ دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ ہمارا بنیادی ترین نظریہ ہی یہ ہے کہ کسی مرد پر ڈپینڈ نہیں کرنا، کسی سے مدد نہیں مانگنی، اور تم ہو کہ کمپین کے لیے چاچو سے پیسے مانگنے کی بات کر رہی ہو......؟!‘، نبیلہ کو تو جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا تھا۔

’نہیں......آپی......میں تو ابّو کی بات کر رہی ہوں......‘، نور اس کے غصّے پر بوکھلا گئی تھی۔

’کیوں تمہارے ابّو مردوں کی کیٹگری میں شامل نہیں ہیں کیا......؟‘، نبیلہ طنز سے بولی۔ اسے حقیقتاً نور پر شدید غصّہ آرہا تھا۔ اتنی محنت، اتنی ذہن سازی، اتنی تقریروں کے باوجود وہ کند ذہن وہیں کی وہیں تھی۔’اصل میں سچی بات تو یہ ہے کہ عورت ہی عورت کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ عورت ہی اپنے جیسی دوسری عورت کو ہرانے کے لیے مرد کی حلیف بن جاتی ہے۔ ورنہ کسی مرد کی کیا مجال کہ کسی عورت کی حق تلفی کر سکے، اس کے ساتھ زیادتی کر سکے۔اب نسرین آپا کو ہی دیکھ لو، اگر ان کا واسطہ رخشندہ آنٹی جیسی عورت سے نہ پڑتا تو کبھی ان کی زندگی یوں خراب نہ ہوتی۔ اور اب ہم مل کر ان کے لیے کچھ اچھا کرنا چاہتے ہیں تو تمہارے جیسے لوگ ساتھ نہ دے کر اپنی خود غرضی کا اظہار کرتے ہیں۔ تمہیں اپنی کتابوں کی پڑی ہے اور آپا کی کوئی فکر نہیں......بتاؤ ذرا تم میں اور رخشندہ آنٹی میں پھر کیا فرق رہ جاتا ہے......؟‘، اس نے بری طرح اسے رگید ڈالا تھا۔

’شرم کرو نور!......کبھی تو اپنی بہنوں کا ساتھ دیا کرو‘، نور کے ساتھ بیٹھی جویریہ نے اس کی طرف گردن موڑ کر آہستہ سے کہا۔ اس کے لہجے میں دبا دبا غصّہ اور ملامت تھی۔ ہادیہ اور فاطمہ کی بھی ملامت بھری نگاہیں نور کو اپنے چہرے پر چبھتی محسوس ہو رہی تھیں۔ دکھ، شرمندگی اور خفّت سے اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ وہ نسرین آپا سے بہت محبت کرتی تھی، ان کا دکھ بھی دل کی گہرائیوں سے محسوس کرتی تھی۔ وہ تو ان کے لیے خوشیاں ہی خوشیاں چاہتی تھی، اور یہاں نبیلہ اسے رخشندہ آنٹی سے ملا رہی تھی۔

’آپی......! میں آپا کی دشمن نہیں ہوں......! میں......میں تو آپا سے بہت پیار کرتی ہوں......‘، وہ کانپتے ہوئے لہجے میں بولی۔

’اچھا......! مگر اپنے عمل سے تو تم ان سے صرف اور صرف دشمنی ہی کر رہی ہو‘، نبیلہ نے سخت انداز میں اسے جواب دیا۔ اس سے زیادہ سننے اور برداشت کرنے کی نور میں تاب نہیں تھی۔ وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی، اسے ڈر تھا کہ ایک سیکنڈ بھی مزید ان سب کے درمیان بیٹھتی تو پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی۔

’یہ ہے وہ نان سیریس ایٹی ٹیوڈ (غیر سنجیدہ طرزِ عمل) جس کی میں بات کر رہی ہوں......‘، اس کے جانے کے بعد نبیلہ دروازے کی سمت اشارہ کر کے غصّے سے بولی، ’اگر تم میں سے کوئی اور بھی اپنے کاز کے ساتھ سچا نہیں ہے تو برائے مہربانی، وہ بھی ابھی اٹھ کر چلا جائے۔ ایسے لوگ نفع پہنچانے کے بجائے ہمیشہ نقصان کرتے ہیں۔ اندر سے تحریک کو کمزور کرتے ہیں، دیمک کی طرح بنیادوں کو چاٹ جاتے ہیں......‘۔

’......کان کھول کر سن لو تم سب! اگر تم میں سے کوئی ایک بھی میرا ساتھ نہ دے تو بھی میں اکیلی ہی اپنے کاز کے لیے لڑتی رہوں گی......! یہاں تک کہ اپنے حقوق منوا لوں یا پھر اس مقصد کی خاطر اپنے آپ کو ختم کر ڈالوں......مگر میں کبھی اپنے نظریہ پر کوئی سمجھوتہ نہیں کروں گی! اب تم میں سے جس نے میرا ساتھ دینا ہے، دے!......کوئی نہیں دے سکتا تو ابھی بتا دے، اس کے لیے یہ دروازہ کھلا ہے......!‘۔

آستینیں کہنیوں تک موڑے، وہ اپنی جگہ پر مضبوطی سے جمی کھڑی تھی۔ اس کا چشمہ ایک بار پھر پھسل کر ناک کی پھنک کی طرف گامزن تھا، ایک انگلی سے چشمے کو واپس اس کی جگہ پر دھکیلتے ہوئے وہ دوسرے ہاتھ سے کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے غصّے سے بولی۔ اس کا لہجہ اس کے عزم کا غماز تھا، اپنے مقصد کے حصول کی خاطر اسے کوئی پروانہ تھی کہ کوئی اس کا ساتھ دیتا ہے یا نہیں، وہ تنہا ہی جان لڑانے پر آمادہ تھی۔ سامنے بیٹھی تینوں لڑکیاں آنکھوں میں عقیدت و مرعوبیت کے جذبات لیے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ یہ وہ عظمت کا مینار تھا جس نے انہیں ان کے حقوق سے نہ صرف آگہی اور شعور بخشا تھا بلکہ انہیں حاصل کرنے کے لیے قوت و حوصلہ اور رہنمائی بھی عطا کی تھی۔

'میں آپ کے ساتھ ہوں آپی!...... ہر قدم پر......!'، شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر ہادیہ بے قراری سے بول اٹھی۔

☆☆☆☆☆

اعلانِ عام

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اہالیانِ ہاشمی ہاؤس، ارشد احمد ولد احمد ضیاءالدین جو کہ سابق بر ایں / قبلِ ہذا / اس سے قبل، ہمارا داماد تھا، سے مکمل اظہارِ لاتعلقی اور براَت کرتے ہیں۔ ارشد احمد ولد احمد ضیاءالدین ایک دغاباز اور جھوٹا شخص ہے اور ہم اعلیٰ حکام سے اس کے جرائم کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔ نیز ہم اس شخص کے ہر قسم کے افعال و اعمال سے مکمل اظہارِ براَت کرتے ہیں۔ آئندہ اس شخص کو کسی بھی اعتبار سے اہالیانِ ہاشمی ہاؤس سے منسوب نہ سمجھا جائے۔

سربراہ،

ہاشمی ہاؤس

☆☆☆☆☆

وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے کتنی دیر سے اس اشتہار کو پڑھ رہے تھے۔ ایک بار، دو بار، سہ بار...... انہوں نے اخبار کا وہ صفحہ علیحدہ کیا اور اسے احتیاط سے تہہ لگا کے اپنے بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ لمحہ بھر کو تو پورا کمرا ان کی نظروں کے سامنے گھوم سا گیا۔ انہیں واضح طور پر اپنی ٹانگوں میں کپکپی محسوس ہو رہی تھی۔ اپنی کمزوری پر قابو پاتے ہوئے انہوں نے میز کے ساتھ رکھی اپنی چھڑی اٹھائی اور احتیاط سے قدم اٹھاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازے کی چولوں کو بہت اچھی طرح تیل لگایا گیا تھا، دروازہ بے آواز کھل گیا۔ سامنے ہی لاؤنج میں صولت بیگم اور سلمیٰ بیٹھی مٹر چھیل رہی تھیں۔ ارد گرد اور کوئی بھی نظر نہ آ رہا تھا۔

'ابو بکر......!!...... عمیر!!'، وہ وہیں دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور اونچی آواز میں بیٹوں کو پکارا، ان میں آگے جانے کی ہمت نہیں تھی۔ ان کی آواز پر صولت بیگم نے چونک کر سر اٹھایا۔

'ابّا جی!...... کیا ہوا؟'، وہ سرعت سے اٹھ کر ان کے قریب آئیں، 'کسی چیز کی ضرورت ہے کیا......؟ آپ مجھے آواز دے دیتے......'۔

'نہیں...... ابو بکر کو بھیجو میرے پاس...... کہاں ہے وہ؟'، وہ سنجیدگی سے بولے۔ ان کے سنجیدہ لہجے میں کچھ ایسی گھمبیرتا تھی جس نے صولت بیگم کو ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا۔

'میں بلاتی ہوں ان کو، شاید لان میں بیٹھے ہیں......'، یا اللہ خیر! اب کوئی نیا مسئلہ نہ پیدا ہو گیا ہو، وہ دل ہی دل میں دعائیں کرتی ہوئی مڑ گئیں۔ وہ چند ثانیے وہیں کھڑے رہے پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے واپس اندر چلے گئے۔ ہاتھ میں تھاما ہوا اخبار کا صفحہ انہوں نے اپنی میز پر رکھ دیا، اور پھر کرسی گھسیٹ کر وہیں بیٹھ گئے۔

گاڑی کے پے در پے تین چار ہارن دینے پر گھر کے کسی کونے سے سلطان بھاگتا ہوا آیا اور تیزی سے مین گیٹ کھولنے لگا۔ گیٹ کھلتے ہی جاوید صاحب کی گاڑی اندر داخل ہوئی اور پورچ میں جا رکی۔ وہ اندر آتے ہوئے ابو بکر صاحب کو لان میں بیٹھا دیکھ چکے تھے۔ اور ابو بکر صاحب پر نظر پڑتے ہی انہیں وہ چار مختلف کالز یاد آ گئیں جو مختلف اوقات میں انہیں اور عثمان صاحب کو موصول ہوئی تھیں۔ گاڑی لاک کر کے وہ گھر کے اندرونی حصّے کی جانب جانے کے بجائے سیدھا ابو بکر صاحب کی طرف آ گئے۔

'السلام علیکم ورحمۃ اللہ...... آؤ جاوید...... بیٹھو...... چائے پیو گے؟'، انہیں آتا دیکھ کر ابو بکر صاحب نے مسکرا کر استقبال کیا۔

'وعلیکم السلام بھائی جان...... کوئی پلائے گا تو ضرور پئیں گے......'، وہ بھی جواباً مسکراتے ہوئے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئے۔

'کیوں نہیں پلائیں گے......؟...... حسن!......'، انہوں نے کسی بچے کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے حسن کو آواز دی۔ اسی وقت لاؤنج کا باہر کی جانب کھلنے والا دروازہ کھلا اور صولت بیگم نمودار ہوئیں۔

'سنیے......! آپ کو ابّا جی بلا رہے ہیں'، انہوں نے برآمدے میں کھڑے کھڑے انہیں مطلع کیا۔

'ابّا جی بلا رہے ہیں......'، ابو بکر صاحب نے ہلکی آواز میں دہرایا، پھر جاوید صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، 'تم آؤ گے اندر......؟'۔

'نہیں...... میں یہیں آپ کا انتظار کرتا ہوں۔ آپ بات سن آئیں'، جاوید صاحب کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولے۔ ابو بکر صاحب جانے کے لیے مڑ گئے۔ 'بھائی جان! میں نے آپ

سے ضروری بات کرنی ہے، فارغ ہو کر آیئے گا ضرور...... میں انتظار کر رہا ہوں'، انہیں جاتا دیکھ کر وہ یاد دہانی کراتے ہوئے بولے۔ ابو بکر صاحب سر ہلاتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئے۔

'آؤ...... آؤ...... تشریف لاؤ'، وہ جیسے ہی ابّا جی کے کمرے میں داخل ہوئے، ابّا جی نے تیز لہجے میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ان کے انداز پر قدرے حیرت سے ابو بکر صاحب نے پہلے ان کی جانب دیکھا اور پھر اپنے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہوتی صولت بیگم کی جانب۔

'آؤ...... رک کیوں گئے؟...... یہ دیکھو......!'، ابّا جی نے اپنے سامنے رکھی میز سے اخبار کا ایک پرچہ اٹھا کر ان کی طرف بڑھایا۔ ابو بکر صاحب کو سمجھ تو کچھ نہ آیا مگر انہوں نے آگے بڑھ کر اخبار لے لیا۔ ان کی نظریں تیزی سے اخبار کے مندرجات پر پھسل رہی تھیں۔ یہ اشتہارات والا صفحہ تھا، انہیں اس میں قابلِ توجہ کوئی بھی چیز نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ ابّا جی سے پوچھنے ہی والے تھے کہ ایک کونے میں بنے بڑے سے ڈبّے میں ثبت ایک مہر کے نشان اور اس کے نیچے لکھے الفاظ 'سربراہ ہاشمی ہاؤس' نے ان کی توجہ کھینچ لی۔ ابّا جی ان کے چہرے پر نظریں گاڑے بیٹھے تھے۔ ان کی نگاہوں سے ان کے چہرے کے بدلتے تاثرات مخفی نہ رہے تھے۔

'اس کا مطلب پوچھ سکتا ہوں میں؟'، وہ اپنے خاص طنزیہ لہجے میں بولے۔

'جی...... ؟ ...... میں...... میں خود نہیں جانتا ابّا جی......!'، ابو بکر صاحب نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور بھرے چارگی سے بولے۔

'گویا کہ تمہیں بھی اخبار سے ہی یہ اطلاع ملی ہے؟'، ابّا جی گویا تصدیق کرا رہے تھے۔

'نہیں...... میں...... '

'سیاق وسباق سے باخبر ہو؟'، وہ ابو بکر صاحب کو بولنے کا موقع دیے بغیر سخت لہجے میں بولے۔

'جی...... مگر...... '

'مگر مجھے بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے......؟'

'نہیں ابّا جی...... یہ بات نہیں ہے...... '

'تم نے سوچا ہو گا اخبار سے پتہ چل ہی جائے گا، مجھے کیا ضرورت ہے زحمت کرنے کی۔ گھر کی خبریں جو گھر والوں سے بھی چھپائی جاتی ہیں، ان کا معاشرے میں ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ گھر کے بڑوں کو بتانے کے بجائے، کسی قسم کے صلاح مشورے کے بجائے باہر اعلانِ عام کیے جا رہے ہیں...... شاباش ہے بیٹا! اتنی عمر گنوا دی، عقل کی دو باتیں سیکھ نہ سکے۔ میں تو چلو بڈھا ہو گیا ہوں، مجھ سے کیا مشورہ کرنا، لیکن اخبار میں اشتہار لگوا کر تم نے آباؤاجداد کی عزت اور نیک نامی کو چار چاند لگا دیے ہیں...... '، وہ جلال میں آ چکے تھے، اس وقت ان سے کوئی بھی بات کرنا عبث تھا۔ ابو بکر صاحب بے بسی سے گردن جھکائے ان کی سخت سست سن رہے تھے۔ صولت بیگم اپنی جگہ سن کھڑی تھیں۔ شوہر کی ایسی درگت بنتے انہوں نے کب دیکھی تھی۔ خود ابّا جی کو بھی ایسے شدید غصّے اور طیش کے عالم میں وہ ایک عرصے کے بعد دیکھ رہی تھیں۔ ابّا جی مزاجاً غصّے کے تیز تھے، مگر ریٹائرمنٹ کی زندگی میں وہ رفتہ رفتہ ایک بہت پر سکون اور دھیمی طبیعت کے حامل ہو گئے تھے۔ نجانے اخبار میں ایسا کیا تھا جس کے باعث وہ یوں بھڑک اٹھے تھے۔ غصّے سے تیز تیز بولتے ہوئے ان کا سانس پھول گیا تھا، چہرہ سرخ پڑ گیا تھا، سینے میں بھی شاید تکلیف تھی کہ وہ اونچا اونچا بولتے ہوئے بھی اپنا بایاں ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھے۔ سانس اس قدر پھول گیا تھا کہ وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر اپنا سینہ مسلنے لگے۔

'ابّا جی......!'، صولت بیگم نے ان کی حالت دیکھتے ہوئے پریشان ہو کر انہیں پکارا۔ پھر جلدی سے میز پر رکھا گلاس اٹھا کر اس میں پانی انڈیلا اور ابّا جی کے سامنے پیش کر دیا۔ ابّا جی نے کانپتے ہاتھوں سے گلاس پکڑا، مگر ان کے ہاتھوں کی لرزش اتنی زیادہ تھی کہ گلاس بس گرنے ہی والا تھا۔ ابو بکر صاحب نے جلدی سے ان کے قریب آ کر گلاس پکڑ لیا اور ان کے لبوں سے لگا دیا۔ ساتھ ساتھ وہ دوسرے ہاتھ سے ان کی کمر سہلا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ان کی طبیعت کچھ بحال ہوئی تو ابو بکر صاحب نے انہیں سہارا دے کر کرسی سے اٹھایا اور ان کے بستر پر تکیوں کے سہارے لٹا دیا۔ ابّا جی بھی جیسے اپنی ساری توانائی خرچ کر چکے تھے، وہ خاموشی سے نیم دراز ہو گئے۔ ابو بکر صاحب اب ان کے سرہانے بیٹھے آہستہ آہستہ انہیں شروع سے آخر تک ساری کہانی سنا رہے تھے۔ صولت بیگم فکرمندی سے ان دونوں کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔

سارا معاملہ ان کے گوش گزار کر کے وہ خاموش ہوئے تو کمرے میں ایک جامد خاموشی چھا گئی۔ ابّا جی سرخ چہرہ لیے بمشکل اپنے اوپر ضبط کیے لیٹے تھے، ابو بکر صاحب اپنی سوچوں میں گم تھے۔ انہیں عمیر کے ساتھ ساتھ اپنے آپ پر بھی غصّہ آ رہا تھا۔ انہوں نے عمیر کو صاف صاف کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ نسرین کے معاملے کو وہ خود دیکھ لیں گے۔ کیوں انہوں نے اس پر اور اس کی معاملہ فہمی پر اعتماد کر لیا۔ اور وہ بھی ایسا احمق نکلا کہ اخبار میں اشتہار لگوانے سے پہلے اس نے ان سے پوچھنا تک گوارا نہ کیا۔ انہیں رہ رہ کر اس پر غصّہ آ رہا تھا۔

'بلاؤ اس نانہجار کو...... '، کافی دیر بعد ابّا جی کی آواز گونجی۔

چند منٹ بعد عمیر اور جاوید صاحب اکٹھے ہی کمرے میں داخل ہوئے۔ جاوید صاحب شاید باہر انتظار کر کر کے تھک چکے تھے کہ اندر ہی آ گئے۔ ان دونوں کے پیچھے پیچھے زوار بھی تھا، ہاتھ میں لیپ ٹاپ اٹھائے وہ خاموشی سے عمیر کے پرسنل سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی عمیر نے اندر موجود تینوں نفوس کے چہروں کے تاثرات اور کمرے کی فضا سے اندازہ لگا لیا تھا کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے جس کی جوابدہی کے لیے اسے طلب کیا گیا ہے۔ ایسی طلبی کے لیے وہ تیار تھا، بلکہ ایک حد تک منتظر بھی۔

چہرے پر بڑی سی مسکراہٹ سجائے اس نے اونچی آواز میں سب کو سلام کیا۔ پھر میز کے قریب رکھی کرسی گھسیٹ کر اس پر براجمان ہو گیا۔ 'کیا حال ہے ابّا جی؟ آج آپ کو کیسے میری یاد آ گئی؟'۔

ابّا جی کا چہرہ غیظ وغضب سے مزید سرخ ہو گیا۔ 'تم خوب اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہاری یاد کیسے آئی...... '، وہ اپنے بستر پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور ابو بکر صاحب کے ہاتھ سے اخبار لے کر

عمیر کی جانب اچھال دیا۔ اخبار کا صفحہ اس کے پاؤں کے قریب جا کر گرا۔ 'نالائق......! بد بخت......! سمجھ کیا رکھا ہے تم نے خود کو؟...... کس سے پوچھ کر تم نے ہماری عزت کا اخبار میں اشتہار لگوایا؟'۔

نجانے عمیر اپنی اس خاطر تواضع کے لیے ذہنی طور پر تیار تھا یا نہیں، لیکن اس وقت اس کا چہرہ بالکل سپاٹ ہو گیا تھا، ہر قسم کے جذبات و احساسات سے یکسر خالی۔ اس نے جھک کر اخبار کا چرمرایا ہوا صفحہ اٹھایا اور اس کی تہیں سیدھی کر کے وہ اشتہار بالکل سامنے لے آیا جو اس پورے تنازعے کی جڑ تھا۔

'......میں کہتا ہوں کس نے تمہیں یہ اختیار دیا کہ تم اس طرح اپنی مرضی سے فیصلے کرتے پھرو؟...... کسی سے پوچھنا، مشورہ کرنا، اطلاع دینا...... کسی چیز کی تم نے زحمت نہیں کی...... لے کر اخبار میں تماشا لگوا دیا پورے خاندان کا...... ارے اتنی ہی تمہارے اندر عقل ہوتی، گھر کے فیصلے کرنے کی اہلیت اور قابلیت ہوتی...... تو ہم تمہیں سر آنکھوں پر نہ بٹھاتے......؟...... قطعی احمق...... گدھے ہو تم...... خر دماغ......!'، غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے ابا جی کی حالت ایک بار پھر غیر ہو رہی تھی۔

'آپ کا بی پی ہائی ہو رہا ہے ابا جی...... آپ لیٹ جائیں بس آرام سے......'، ابو بکر صاحب نے انہیں کندھوں سے پکڑ کر دوبارہ لٹا دیا۔

'ہٹ جاؤ ابو بکر...... چھوڑو مجھے...... آرام میرے نصیب میں کہاں......؟ جن باپوں کی ایسی نالائق اولاد ہو، انہیں کب آرام ملتا ہے...؟'، ابا جی اپنا ناتواں وجود ابو بکر صاحب کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔

'آپ لیٹیں ابا جی...... میں خود بات کرتا ہوں اس سے...... آپ بس خود کو ذرا پر سکون رکھیں'، ابو بکر صاحب نے زبردستی انہیں لٹا دیا اور پھر عمیر کی جانب مڑے۔

'بھائی جان! یہ کیا چکر ہے سارا......؟ میں نہیں سمجھا......'، جاوید صاحب جواب تک خاموشی سے دیکھ رہے تھے، آخر کار بول اٹھے۔ ان کے سوال پر عمیر نے متعجب انداسے ان کی جانب دیکھا اور پھر ہاتھ میں پکڑا اخبار کا صفحہ ان کی جانب بڑھا دیا۔

'لیجیے...... آپ بھی دیکھ لیجیے...... کہیں محروم نہ رہ جائیں'۔

'عمیر......! جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تم نے دعویٰ کیا تھا کہ تم نسرین کے معاملے کو ایسے حل کرو گے جیسے بیٹیوں کے معاملات حل کیے جاتے ہیں۔ اس کے لیے مزید مشکلات پیدا کرنے کے بجائے کوئی سکھ پہنچانے کی کوشش کرو گے...... تم چاہتے تھے کہ میں تم پر اعتماد کروں......! مگر یہ جو کچھ تم نے کیا ہے اس سے نسرین کے مستقبل کو تو جو نقصان پہنچے گا سو پہنچے گا، مگر خاندان کی جو بدنامی ہو گی، وہ بھی کم نہیں ہے۔ میں پوچھ سکتا ہوں کہ کس چیز کا بدلہ لے رہے ہو تم مجھ سے......؟'، ابو بکر صاحب کا لہجہ ہموار مگر سخت تھا۔

'جی...... بتا سکتا ہوں۔ اگر آپ سب مجھے جی بھر کر کوس چکے ہوں اور برا بھلا کہہ کر اپنے سینے ٹھنڈے کر چکے ہوں تو میں بتا سکتا ہوں کہ میں نے کیا کیا ہے اور کیوں کیا ہے......'، عمیر پر سکون انداز میں بولا۔ اس کی بات پر طیش میں آکر ایک بار پھر ابا جی نے اٹھنا چاہا، وہ اسے کوئی سخت سا جواب دینا چاہتے تھے، مگر ابو بکر صاحب نے ایک بار پھر کندھوں سے پکڑ کر انہیں لٹا دیا۔

'تو پھر بولو...... ہم سن رہے ہیں......'۔

'سب سے پہلے تو چند چیزیں...... بلکہ تصورات...... ہیں جو آپ لوگوں کو خود اپنے ذہن میں واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک وہ واضح نہ ہوں گے، آپ لوگ میری حکمت عملی نہیں سمجھ سکتے'، وہ ایک لمحے کو رک کر جانچتی ہوئی نگاہ سے ابو بکر صاحب کی طرف دیکھا، پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا، 'پہلی بات یہ کہ اس سارے معاملے میں زیادتی ہمارے ساتھ ہوئی ہے...... یعنی نسرین مظلوم ہے اور ارشد ظالم۔ ہمارا مقصد نسرین کے ساتھ کی گئی زیادتی کا ازالہ ہے......'۔

'ہم جانتے ہیں یہ باتیں...... تم مطلب کی بات کرو...'، جاوید صاحب اس کی بات کاٹتے ہوئے بولے۔ اشتہار دیکھ کر ان کا بھی پارہ ہائی ہو گیا تھا۔

'......یہ باتیں سمجھنے کی ہیں۔ آپ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ یہ بات سمجھتے ہیں مگر ویسے نہیں سمجھتے جیسا کہ سمجھنے کی ضرورت ہے......'، عمیر اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولا۔

'اچھا...... اور اگر ہم یہ باتیں ویسے سمجھنا شروع ہو جائیں جیسے تم سمجھانا چاہتے ہو تو کیا حاصل ہو گا......؟'، ابو بکر صاحب کسی نتیجے پر پہنچنا چاہتے تھے۔

'تو یہ حاصل ہو گا کہ پھر ہم دنیا کو بھی اپنا نقطۂ نظر سمجھا سکیں گے...... آپ سمجھتے ہیں میں نے یہ اشتہار لگوا کر بڑی حماقت کا کام کیا ہے، مگر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس کے کیا فوائد ہیں۔...... زوار'، اس نے مڑ کر زوار کو کوئی اشارہ کیا۔ زوار فوراً آگے بڑھا اور ہاتھ میں تھاما سمارٹ سا لیپ ٹاپ تپائی پر رکھ کے آن کر دیا۔ تپائی اس نے اٹھا کر ابا جی کے بستر کے سامنے یوں رکھ دی کہ ابا جی اور ابو بکر صاحب دونوں بآسانی سکرین کو دیکھ سکتے تھے۔ 'ابھی آپ دیکھیں گے کہ ہم نے اور کیا کچھ کیا ہے...... نسرین کا معاملہ سنجیدہ معاملہ ہے اور میں گزشتہ کئی دنوں سے مسلسل صرف اسی کو اپنی واحد ترجیح بنا کر اس کے حل کی کوششوں میں مصروف ہوں......'

چند کلکس کے بعد لیپ ٹاپ کی سکرین پر ایک ونڈو کھلی تھی۔ یہ ہاشمی ہاؤس آفیشیل کے نام سے ایک ٹوئٹر اکاؤنٹ تھا۔ سامنے ہی ایک نیلے ڈبے میں تحریر تھا:

> ''دوسری شادی کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ لیکن بیوی کو دھوکے میں رکھ کر دو دو شادیاں کرنا اور ایک بیوی کو حقوق دینا جبکہ دوسری کو یکسر محروم رکھنا یقیناً ظلم و زیادتی کی انتہا ہے۔ ہم مزید یہ ظلم و زیادتی قطعاً برداشت نہیں کریں گے۔ ظالم کو انصاف کے کٹہرے میں لانا ہو گا!''
>
> #ظالمو جواب دو! ظلم کا حساب دو!

”کینیڈین سونے کی چڑیا سے شادی کرنے کے باوجود ارشد احمد بے اولاد رہا۔ اپنی محرومی دور کرنے کے لیے اس نے سوچا کیوں نہ پاکستان سے کسی معصوم لڑکی کا شکار کیا جائے۔ یوں پاکستان میں اولاد بھی ہو گی جبکہ کینیڈا میں من پسند زندگی اور بیوی بھی......“

#چڑی اور دو دو!

”ارشد احمد کو اپنی دھوکا دہی اور فراڈ کے لیے کینیڈا اور پاکستان...... دونوں ملکوں میں جواب دہی کرنا پڑے گی۔ ہم ہر گز اسے یوں آزاد نہیں چھوڑیں گے!“

#ارشد احمد انصاف کے کٹہرے میں!

عمیر تپائی کے قریب اکڑوں بیٹھا، ایک انگلی ٹچ پیڈ پر رکھے نیچے کی جانب سکرول کر تا جا رہا تھا۔ ہر ٹویٹ کے نیچے لوگوں کی ٹویٹس اور جوابی ٹویٹس کی ایک طویل فہرست تھی۔

’میرے خدا!!......اب میں سمجھا کہ امریکہ تک سے خاندان کے افراد کے فون پر فون کیوں چلے آ رہے ہیں......!‘، جاوید صاحب جو عمیر کے کندھے کے اوپر سے اچک کر دیکھ رہے تھے، اپنا سر پکڑ کر رہ گئے۔ عمیر نے ان کی جانب دیکھا اور پھر یکے بعد دیگرے ابّا جی اور ابو بکر صاحب کی جانب۔ کسی کے چہرے کے تاثرات بھی حوصلہ افزا نہیں تھے۔

’میں آپ لوگوں سے اپنی پوری حکمت عملی سمجھنے اور اس کی کماحقہ قدر پہچاننے کی توقع نہیں کرتا۔ لیکن اس کے باوجود......اس کے باوجود میں آپ سب کو یہ یاد دلانا چاہوں گا کہ آج سے تقریباً ایک سال پہلے ہم جس آئین پر متفق ہوئے تھے، اس آئین نے اور ۳ماہ قبل اس گھر کے افراد کے ووٹس نے مجھے یہ حق دیا تھا کہ میں اس معاملے میں اپنی صوابدید اور اختیار استعمال کروں۔ میں نے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی، نہ کسی کی حق تلفی کی ہے...... محض اپنا فرض ادا کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے......اور اس کے بدلے میں آپ سے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے گھر کی جمہوری اور آئینی روایات کے مطابق میرا جو حق بنتا ہے، وہ مجھے دیا جائے۔ مجھے بے جا تنقید اور سب وشتم کا نشانہ نہ بنایا جائے، بلکہ میرے طریقۂ سیاست اور حکمت عملی کو غیر جانبداری سے...... تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں......پرکھیں...... اور میرا ساتھ دیں‘، وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا، اس کے لہجے میں خلافِ عادت بہت عاجزی تھی۔

’مگر اس حکمت عملی میں ”حکمت“ کیا ہے......یہ بھی ذرا واضح کر دو......!‘۔

’بھائی جان! یہ اکیسویں صدی ہے۔ کمپیوٹر ایج ہے۔ پراپیگنڈے کا زمانہ ہے۔ جانتے ہیں جب آپ نے یہ سارا معاملہ مجھے بتایا تو میرا کیا کرنے کو جی چاہا تھا؟ میرا جی چاہا کہ میں یہاں سے پہلی فلائٹ پکڑ کے کینیڈا پہنچوں اور ارشد کو گولی مار دوں۔ مگر پھر میں نے غور کیا...... آج کے زمانے میں غیرت کے نام پر قتل کر کے آدمی ہیرو نہیں بنتا، بلکہ مجرم بن جاتا ہے۔ آج کے زمانے میں بدلہ لینے کے طریقے مختلف ہو گئے ہیں۔ اور میں ارشد سے نسرین کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ یہ نہیں چاہتا کہ وہ چپ چپیتے نسرین کو طلاق دے دے اور نسرین محض اس کے بیٹے کو پالتے پالتے ہی خاموشی سے گھٹ گھٹ کر ساری زندگی گزار دے۔ ایسے میں فائدہ کس کو ہو گا؟ آپ ہی بتائیں......!ارشد کو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا، وہ تو آرام سے اپنی زندگی جیتا رہے گا، بلکہ یہی تو وہ چاہتا ہے کہ ایسا ہو جائے۔ ہاں نسرین کے نام کے ساتھ مطلقہ کا اضافہ ہو جائے گا......‘۔

’اب جو کچھ میں نے کیا ہے اس کو آپ لوگ خاندان کی بدنامی کا باعث سمجھ رہے ہیں۔ مگر آپ یہ دیکھ ہی نہیں رہے کہ میں یہ معاملہ پوری دنیا کے سامنے لے آیا ہوں۔ میں نے میڈیا کو ارشد اور اس کے گھرانے کے خلاف کھڑا کر دیا ہے۔ کینیڈا تک اس آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ اس کی کینیڈین بیوی تک بھی یہ خبر پہنچے گی، وہاں بھی اس کی ساکھ متاثر ہو گی۔ میں نے ہیومن رائٹس والوں سے رابطے کیے ہیں، میں نے معاشرے کو ایک فریق بنا کر ارشد اور اس کے گھرانے کو معاشرے سے علیحدہ کر دیا ہے۔ آپ دیکھیے گا......میں ان کو اتنا بدنام کروں گا کہ لوگ ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیں گے۔ اس کے بھائی کو کوئی بیٹی دینے والا نہیں ملے گا۔ لوگ ان سے ملنا جلنا پسند نہیں کریں گے۔ وہ لوگ معاشرے میں دغاباز، فریبی اور فراڈیے کے طور پر جانے جائیں گے، جو کہ وہ ہیں بھی......یہ اکیسویں صدی ہے بھائی جان، اور اس میں جنگ کے اصول بہت بدل گئے ہیں......‘، وہ پرجوش انداز میں بول رہا تھا۔ باقی سب خاموشی سے اسے سن رہے تھے۔ نجانے وہ ٹھیک کہہ رہا تھا یا غلط، مگر جو کچھ بھی تھا، اب تو وہ کر چکا تھا۔

(جاری ہے ان شاء اللہ)

اعلان از ادارہ

مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ کے تمام معزز لکھاریوں سے التماس ہے کہ اپنے مضامین ہر ماہ کی تیس (30) تاریخ تک[1] مجلّے کی مجلسِ ادارت تک (بذریعۂ ای میل یا جو طریقۂ رابطہ کاری آپ سے طے ہو) پہنچا دیا کیجیے۔

شکریہ، جزاکم اللہ خیراً کثیراً!

[1] مثلاً اگر آپ اکتوبر ۲۰۲۰ء کے شمارے کے لیے مضمون بھیجنا چاہتے ہیں تو اسے تیس (30) ستمبر ۲۰۲۰ء تک مجلّے کی مجلسِ ادارت تک پہنچا دیجیے۔

چین میں مساجد کو منہدم کر کے ان کی جگہ پبلک ٹوائلٹس کی تعمیر

ایک عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق ۲۲ ملین (تقریباً سوا دو کروڑ) مسلمانوں کی آبادی والے ملک چین میں مساجد کو شہید کر کے ان کی جگہ پبلک ٹوائلٹس، شراب اور سگریٹ کی دکانیں اور انڈرویئر کے کارخانے تعمیر کیے جا رہے ہیں۔ چین کے صوبہ شنجیانگ / سنکیانگ (مشرقی ترکستان) میں اب تک کم از کم ۱۰ سے ۱۵ ہزار مساجد اور مزارات کو منہدم کیا گیا ہے۔ چین کی اسلام دشمنی کوئی نئی بات نہیں۔ مسلم ریاست مشرقی ترکستان پر قبضے کے بعد وہاں بسنے والے مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم، مسلمان خواتین کے ساتھ جنسی زیادتیاں، مسلمان بچوں کو ذہنوں سے ایمان کھرچنے اور الحاد بھرنے والے مشنری اسکولوں میں زبردستی رکھنا، نبی اکرم محمد ﷺ سمیت معروف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کے استعمال پر پابندی اور مساجد کے انہدام جیسے واقعات چین کی اسلام دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

چین کی مساجد ہوں، بھارت کی بابری مسجد ہو، پاکستان کے شہر اسلام آباد کی مسجد امیر حمزہؓ یا لال مسجد ہو، مساجد کی بے حرمتی اور انہیں شہید کرنے والے سب ہی اسلام دشمن ہیں چاہے ان کے نام مسلمانوں جیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر ایک پڑوس (بھارت) میں شہید کی جانے والی بابری مسجد پر ہمارے دل غمگین ہوتے ہیں تو دوسرے پڑوس (چین) میں ڈھائی جانے والی ہزاروں مساجد پر بھی ہمیں اتنا ہی غمزدہ اور غضب ناک ہونا چاہیے۔ اور سب سے بڑھ کر اپنے ملک میں دین کے خلاف برسرِپیکار اسلام دشمنوں سے نفرت و عداوت ہمارے ایمان کا حصہ ہونی چاہیے۔

ترکی کی تاریخ کی سب سے بڑی دریافت
بحر اسود میں 320 ارب کیوبک میٹر گیس کے وسیع ذخائر

ترکی نے بحر اسود میں قدرتی گیس کے نئے ذخائر دریافت کیے ہیں۔ ۲۶ ٹریلین کیوبک فیٹ یا ۸۰۰ بلین کیوبک میٹرز پر مشتمل ان ذخائر سے ترکی کے اگلے ۲۰ سالوں کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔

سعودی عرب، عراق، کویت، سمیت دیگر عرب ممالک میں تیل کے لاتعداد ذخائر موجود ہیں، جبکہ پاکستان سمیت دیگر مسلم ممالک بھی قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ خزانے ہم پر مسلط کفار یا ان کے کٹھ پتلی حکمرانوں کے ہاتھ میں ہیں جنہیں یہ خائن حکمران اپنے ذاتی مفادات اور اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے مسلمانوں اور مجاہدین کے خلاف ہی استعمال کرتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کفار کی جانب سے دنیا کے نقشے پر کھینچی گئی جغرافیائی سرحدوں کو ختم کر کے ایک مسلم امت کا تصور بیدار کیا جائے اور اس امتِ واحدہ کی شیرازہ بندی کے لیے دنیا بھر میں کفار سے نبرد آزما مجاہدینِ اسلام کی اخلاقی اور عملی معاونت کی جائے تا کہ ایک ایسی اسلامی خلافت قائم ہو جو ان وسائل کو اسلام اور مسلمانوں ہی کی فلاح و بہبود میں کھپائے۔

سویڈن اور ناروے میں اسلام مخالف مظاہرے
قرآن پاک کی بے حرمتی اور جلائے جانے کے واقعات

سویڈن کے شہر مالمو میں اسلام دشمنوں نے اسلام مخالف مظاہرہ کیا جس میں قرآن پاک کے ایک نسخے کو آگ لگا دی گئی۔ اس واقعے کے بعد مختلف علاقوں میں اسلام پسندوں اور اسلام دشمنوں کی جانب سے احتجاج و مظاہرے شروع ہو گئے۔ بعد ازاں اگلے ہی روز ناروے کے دارالحکومت اوسلو میں بھی اسلام مخالف ریلی نکالی گئی جس میں مظاہرین نے قرآن پاک کے اوراق پھاڑے، جبکہ پولیس اس وقت تماشائی بنی کھڑی رہی۔ لیکن جب اسلام پسند مظاہرین نے اس اشتعال انگیز عمل کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا تو ان مسلمانوں پر لاٹھی چارج اور آنسو گیس کے شیل فائر کیے گئے اور متعدد مسلم مظاہرین کو گرفتار کر لیا گیا۔

مغربی ممالک سمیت دنیا بھر میں آزادیٔ اظہارِ رائے کی آڑ میں شعائر اسلام کی بے حرمتی کا منظم سلسلہ ایک دہائی سے زیادہ عرصے سے جاری ہے۔ ۲۰۱۵ء میں جب عالمی جہادی تحریک القاعدہ کی شاخ جزیرۃ العرب سے تعلق رکھنے والے کواشی برادران نے فرانس میں گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے اخبار ''چارلی ہیبڈو'' کے دفتر پر حملہ کیا اور اپنے محبوب نبی محمد ﷺ کی شان میں کی جانے والی گستاخی کا بدلہ لیا تو اس کے بعد ان گستاخانہ اور اشتعال انگیز افعال میں واضح کمی دیکھنے میں آئی۔ آج ایک بار پھر جب شعائرِ اسلام کی بے حرمتی کا سلسلہ شروع ہوا ہے تو ایسے میں ان کا علاج تلوار کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

اس موقع پر ہم آج پھر اپنے محبوب شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے وہ الفاظ دہراتے ہیں جو انہوں نے شعائرِ اسلام کی توہین کرنے والے مغربی ممالک کی حکومتوں اور عوام سے فرمائے تھے:

> ''اگر تمہاری اظہارِ رائے کی آزادی کا کوئی اصول نہیں تو پھر ہمارے افعال کے لیے بھی سینے کھلے رکھو...... حقیقی جواب وہ ہوتا ہے جو آنکھوں دیکھا ہو نہ کہ کسی سے سنا ہوا۔''

پس آج ہر غیرت مند مسلمان پر لازم ہے کہ ہمارے محبوب نبی محمد ﷺ اور اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید کے گستاخوں کے خلاف اسلحہ اٹھائے اور کواشی برادران کی طرح ان اسلام دشمنوں کو سخت سبق سکھائے۔

نیوزی لینڈ: ۵۱ نمازیوں کو شہید کرنے والے دہشت گرد کو عمر قید کی سزا

نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ کی دو مساجد میں حملے کر کے ۵۱ افراد کو شہید کرنے والے دہشت گرد برینٹن ٹیرنٹ کو ناقابلِ ضمانت عمر قید کی سزا سنائی گئی ہے۔ شہدا کے لواحقین عدالت میں بیان ریکارڈ کرواتے ہوئے آبدیدہ ہوگئے۔

ہمارے پیارے حبیب محمد ﷺ نے فرمایا، ’’اسلحہ مومن کا زیور ہے‘‘۔

جب ہر مسلمان محض رونے دھونے کی بجائے اسلحہ اٹھا کر ان ظالم کفار کے خلاف خون کے بدلے خون کے دینی اصول پر عمل کرنا شروع کردے گا تو خدا کی قسم کفار یہ جرأت نہیں کرپائیں گے کہ کبھی یہاں مسلمان شہید کیا، کبھی وہاں مسلمان شہید کیا۔

پاکستان نے امارتِ اسلامیہ افغانستان کے دو رہنماؤں کو دہشت گردوں کی فہرست میں ڈال کر ان پر پابندی عائد کردی

گزشتہ دنوں پاکستانی دفتر خارجہ کے ایک بیان میں امارتِ اسلامیہ افغانستان کے نائب امیر سراج الدین حقانی اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کے سیاسی نائب ملا عبدالغنی برادر پر پابندیاں عائد کی گئیں اور ان دونوں حضرات کو دہشت گردوں کی فہرست میں ڈال دیا گیا تھا۔ بیان جاری ہوتے ہی طالبان عالی شان کے رہنما ملا برادر (جن پر کہ پابندی لگائی گئی تھی) نے پاکستان جانے کا اعلان کیا جسے سنتے ہی پاکستانی فوج و ایجنسیوں کی حالت خراب ہوگئی۔ پھر جب ملا برادر صاحب شیروں کی طرح پاکستان پہنچے تو وزیر اعظم اور آئی ایس آئی سربراہ سمیت کئی چھوٹے بڑے کارندے خوف کے عالم میں ان کا استقبال کرنے کو موجود تھے۔ ملا برادر کے اس دورہ میں پاکستانی حکام مستقل افغان طالبان کی تعریفیں اور ان کے لیے مراعات اور سہولیات دینے کی باتیں کرتے رہے۔

یہ جہاد کی ہی برکت ہے کہ اللہ رب العزت نے اس مبارک راستے کی وجہ سے طالبان کو وہ عزت اور شان بخشی کہ آج طالبان کے ایک اعلان سے ہی کفار اور ان کے غلاموں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور وہ خوف کے عالم میں ان کے آگے بچھے جاتے ہیں۔

پاکستان سمیت برِّ صغیر میں بسنے والے عوام اور خواص کے لیے بھی طالبان عالیشان کی مثال ایک واضح نمونہ ہے کہ اگر اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور قوت میں دیکھنا چاہتے ہیں تو دعوت و جہاد کے راستے کو مضبوطی سے تھام لیں اور ان مجاہدین کے دست و بازو بن جائیں جو اس جمہوری نظام کو گرا کر ایک اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے میدانوں میں سرگرمِ عمل ہیں اور جو اس امت کے کل پر اپنا آج قربان کر رہے ہیں۔

ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقے ظفر آباد میں ’’اصلی‘‘ پولیس مقابلہ

ڈیرہ اسماعیل خان میں پولیس نے خفیہ اطلاع پر چھاپہ مارا جہاں انہیں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جوابی فائرنگ میں دو اہلکار، ڈی ایس پی جلیل اور رفیع اللہ نامی سپاہی شدید زخمی ہوگئے اور ’’شدت پسند‘‘ فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ اطلاعات کے مطابق دہشت گرد ’’واقعی‘‘ مسلح تھے اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں بھی نہیں تھیں، اسی وجہ سے وہ پولیس کو نقصان پہنچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوگئے اور پولیس مقابلہ ناکام ہوگیا!

امریکہ میں آسمانی بجلی گرنے سے خوفناک آگ بھڑک اٹھی، لاکھوں افراد بے گھر

امریکی ریاست کیلیفورنیا میں پہلے سے بھڑکتی ہوئی آگ ہی بے قابو تھی کہ آسمانی بجلی گرنے کے واقعات نے مزید ۶۰۰ مقامات پر آگ بھڑکا دی۔ ریاست کیلیفورنیا کے شمال اور وسط میں لگنے والی آگ نے لاس اینجلس سے تین گنا بڑے رقبے کو راکھ کا ڈھیر بنادیا ہے۔

اور اب جدید ٹیکنالوجی کے نشے میں دھت امریکہ کی حالت یہ ہے کہ قہرِ الٰہی کی ایک چھوٹی سی جھلک کو بھی سنبھال نہیں پا رہا۔ آگ سے ہزاروں گھر جل کر خاکستر ہوگئے ہیں اور اڑھائی لاکھ افراد نقل مکانی کرچکے ہیں۔

دنیا کی آگ سے کئی گنا زیادہ بھڑکتی ہوئی آگ ان شاء اللہ آخرت میں ان امریکی کفار کا مقدر ہے۔

ووہان میں طوفانِ بدتمیزی

کورونا کی ’جائے پیدائش و افزائش‘، چینی شہر ووہان میں لاک ڈاؤن ختم کردیا گیا ہے۔ لاک ڈاؤن کیا ختم ہوا کہ انسانیت سے عاری، حیوانی اقدار سے بھی محروم چینی تنگ دھڑنگ گھروں سے باہر نکلنے لگے اور دنیا کی ہر قسم کی برائی کے عوامی اجتماعات ہونے لگے۔

بے لباس، بلکہ قریباً برہنہ چینی عورتیں اور مرد ہر قسم کی تفریح گاہوں اور عوامی مقامات پر جمع ہیں جہاں گانے بجانے، فحش ڈانس اور کانسرٹس کے میلے ٹھیلے لگائے گئے ہیں۔

ایک بار پھر کتے، خنزیر اور سانپ، بچھو کھانے کھلانے کے لیے دکانیں کھول دی گئی ہیں۔

بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق ’چین کا شہر ووہان ’’زندگی‘‘ کی طرف لوٹ رہا ہے‘۔

سبحان اللہ، یہی تو وہ ’زندگی‘ ہے جس پر الٰہی تنبیہ کورونا اہلِ عالم کو عموماً اور اہلِ چین کو خصوصاً موصول ہوئی تھی۔ یہ زندگی نہیں موت ہے اور افسوس تو ہمارے حکمرانوں پر ہے جو تاریخ انسانیت کی سب سے زیادہ اقدار سے عاری قوم سے دوستی کے خواہاں ہیں بلکہ اس پر گرم جوشی سے کاربند ہیں اور اپنے مستقبل کو چین کے ساتھ نتھی قرار دیتے ہیں!

حاملِ المسکؑ

اشعار: احسن عزیز شہیدؒ

جب کھلی نہ تھیں اِدراک کی کھڑکیاں
فہمِ تازہ کی کرنیں بھی انجان تھیں
ہم نے چہرے پڑھے تھے کتابیں نہیں
ہم نے آنکھوں میں جھانکا تھا دل میں نہیں
چاند چہروں پہ پھیلی ہوئی روشنی
پھول آنکھوں میں کھلتی ہوئی زندگی
خود کتابوں میں لکھے کی تعبیر تھی
اس کو سمجھا تو جب ہی سمجھ پائے ہم
منزلوں کا پتہ، وہ پیامِ حرم
اس کو جانا تو دِل میں جما پائے ہم
بے ثباتی جہاں کی، ثباتِ عدن
اس کو مانا تو پھر ہی بھلا پائے ہم
اپنے خوابوں کی دنیا بکھرنے کا غم
'کیریئر' کی تباہی کا رنج والم
یہ بھلایا تو آخر نبھا پائے ہم
اپنا عہدِ وفا تا بہ ملکِ عدم!

''وادیٔ کشمیر میں عسکری تحریکِ مزاحمت کو جاری رکھنا اب ناگزیر بن چکا ہے، عسکری تحریک کے ختم ہونے کا مطلب (ہے) ہمارا وجود بحیثیت اہلِ ایمان کا خاتمہ...... کیونکہ ہماری دینی زندگی اور ایمان کا تحفظ عسکریت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ وادیٔ کشمیر میں سرکاری دہشت گردی اب ہر شعبے، محکمے، ادارے اور ہر میدان میں داخل ہو چکی ہے، عسکری مزاحمت کے لیے کوئی اٹھے یا نہ اٹھے قانونِ الٰہی اور قانونِ فطرت کا تقاضا ہے کہ یہ باطل کو زیادہ دیر برداشت نہیں کرتا...... اگر قانونِ الٰہی کے مطابق باطل کا سر نہ کچلا جائے تو پھر عبادت گاہیں تک محفوظ نہیں رہ سکتیں...... اس وقت ہماری جان، ہمارا ایمان، ہماری عزت وعصمت، ہمارا مال وجائیداد، ہر ایک چیز بھارتی فوجیوں کے رحم وکرم پر ہے۔ ہمیں جہاد کو اپنی ہر صلاحیت، اپنا مال، اپنی جان اور اپنا سب کچھ دینا ہوگا...... ہمیں جہاد کو عزت دینی ہوگی پھر جہاد ہمیں وہ کچھ دے گا جس سے ہماری جان، ایمان، مال اور عزت محفوظ ہوگی!''

مجاہدِ اسلام شیخ **افضل گورو** شہیدؒ

[آئینہ (آن لائن نسخہ)، ص ۱۴۳]